نوائے غزوۂ ہند

برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

جنوری و فروری ۲۰۲۵ء | رجب و شعبان ۱۴۴۶ھ

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ علیہ

اس صبح کو ہم ہی لائیں گے

وہ صبح ہمیں سے آئے گی

[جب مسجدِ اقصیٰ صہیونیوں کے قبضے سے پاک ہو گی اور وہاں اہلِ ایمان کا غلبہ ہو گا]

ان شاء اللہ

خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب

’’تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جو تمام جہانوں کے پروردگار ہیں اور درود وسلام ہو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر۔ امابعد

تمہارا خط ملا، جس میں تم نے لکھا ہے کہ دشمن کی فوجیں تم سے لڑنے کے لیے روانہ کردی گئی ہیں، نیز یہ کہ ان کے بادشاہ نے اتنا بڑا لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا ہے جس کا زمین میں سمانا مشکل ہو جائے۔ خدا کی قسم! تمہاری وہاں موجودگی سے زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس پر اور اس کی فوجوں پر تنگ ہو گئی ہے۔ اللہ کی قسم مجھے تو یہ امید ہے کہ تم عنقریب شاہِ روم کو اس جگہ سے نکال باہر کرو گے جہاں وہ اس وقت مقیم ہے۔ تم اپنے رسالے دیہاتوں اور مزروعہ بستیوں میں پھیلا دو اور شامی فوجوں کو غلہ اور چارہ سے محروم کر کے ان کی زندگی وبال کر دو۔ بڑے شہروں کا محاصرہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک میرا حکم نہ آئے۔ اگر دشمن تم سے لڑنے بڑھے تو تم بھی لڑنے کے لیے آگے بڑھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائے۔ ان کے پاس جتنی رسد آئے گی میں اتنی یا اس سے دُگنی رسد بھیجوں گا۔ یہ اللہ کا لشکر ہے، نہ تو تمہاری تعداد کم ہے اور نہ تم کمزور ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا پھر تم ان سے لڑنے سے کیوں گھبراتے ہو، اللہ ضرور تم کو فتح عطا فرمائے گا اور دشمن پر غالب کرے گا۔ وہ تم کو سربلند کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کس طرح اس کا شکر ادا کرتے ہو۔ عمرو بن العاص کے ساتھ اچھا طرزِ عمل رکھنا، میں نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ صحیح مشورہ دینے سے دریغ نہ کریں، وہ تجربہ کار اور صائب آدمی ہیں۔‘‘

(فتوح الشام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۸، شمارہ نمبر: ۱

جنوری و فروری ۲۰۲۵ء — رجب و شعبان ۱۴۴۶ھ

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا اٹھارہواں سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.site

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

contactNGH.01

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا۔ پھر عیسیٰ ابن مریم ؑ نازل ہوں گے، تو ان کا امیر (مسلمانوں کا قائد) ان سے کہے گا: آیئے، ہماری امامت کریں۔ وہ کہیں گے: ’نہیں، تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں، یہ اللہ کی طرف سے اس امت کی عزت افزائی ہے‘۔‘‘ (صحیح مسلم)

اس شمارے میں

اداریہ

ہمیشہ سے بپا اک جنگ ہے ہم اس میں قائم ہیں! 5

تزکیہ و احسان

اصلاحِ معاشرہ: سورۃ الحجرات کی روشنی میں 8

آخرت

موت و ما بعد الموت 13

حلقۂ مجاہد

سورۃ الانفال 18

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

رمضان المبارک کی آمد پر سرورِ دو عالم کا خطبۂ استقبالیہ 25

رمضان المبارک کا استقبال، قرنِ اول میں! 26

روزوں کی حکمت 28

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام 29

نشریات

بزرگ مجاہد رہنما حاجی خلیل الرحمن حقانی کی شہادت 32

بزرگ مجاہد رہنما شیخ محمد مرے جامع کی شہادت 33

مولانا حامد الحق حقانی کا سانحۂ شہادت 35

فکر و منہج

گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق و واقعات 36

القاعدہ کیوں؟ 39

جمہوریت...... ایک دجل، ایک فریب!

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر! 42

عالمی منظر نامہ

برے کام کا انجام برا ہے...... 46

طوفان الاقصیٰ

اہل غزہ کی کامیابی پر مبارک باد کا پیغام 48

اہل غزہ کامیاب رہے اور معرکہ جاری ہے! 50

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ 52

عزت و افتخار کے حامل اہل غزہ کو مبارکباد 55

مجاہد قائد ’محمد الضیف‘ کی شہادت 56

قدس کی آزادی کا راستہ 58

میرے غازیو! تمہیں سلام 68

غزہ کی موجودہ صورتحال اور مستقبل کے خدشات 72

غیر یہودیوں کو جکڑنے والے اسرائیلی قوانین 75

علیکم بالشام

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ! 79

فاتح شامی مجاہدین کو چند اہم نصیحتیں 81

بشار الاسد کے ظالمانہ نظام کے زوال پر گزارشات 86

افغان باقی کہسار باقی...... الحکم للہ والملک للہ

عمرِ ثالث 88

پاکستان کا مقدر...... شریعتِ اسلامی کا نفاذ!

تحریکِ ختمِ نبوت سے ڈی چوک گرینڈ آپریشن تک 92

بیٹی فروشوں اور صلیبی درندوں کے ظلم کی داستان 98

میٹھے زہر اور بدلتا معاشرہ 100

...... ہند ہے سارا میرا!

آخر اب نہیں تو پھر کب؟! 104

ناول و افسانے

الشوک والقرنفل (کانٹے اور پھول) 107

عالمی جہاد

معرکے ہیں تیز تر! 115

وغیرہ وغیرہ

اِک نظر اِدھر بھی 122

اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں علمائے کرام کی اجازت کے بعد جانداروں کی تصاویر شامل ہیں۔ تاہم یہ اجازت فقط مجلّے کے ’ویب ورژن (PDF وغیرہ)‘ کے لیے ہے، اگر کوئی مجلّے کو کاغذ پر چھاپنا چاہے تو براہِ کرم مذکورہ تصاویر کو دھندلا (blur) کر کے چھاپے۔ قدیم و معاصر علماء کی اکثریت بہر حال کاغذ پر چھپی تصویر کی اجازت نہیں دیتی!
- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں شائع ہونے والے ’مستعار‘ مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس رسٹیٹس رٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

ہمیشہ سے بپا اک جنگ ہے ہم اس میں قائم ہیں!

معرکۂ

خیر وشر کی تاریخ مخلوق کی پیدائش سے جڑی ہوئی ہے، اللہ جلّ جلالہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت خیر وشر کو پیدا کیا، موت و حیات کو زندگی بخشی اور ان سبھی چیزوں کو انسانوں کی آزمائش سے جوڑ دیا۔ کچھ نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی پیروی کی، رضائے رب انہیں ملی، ان کی دنیوی زندگی حیاتِ طیبہ قرار پائی اور آخرت میں جناتِ نعیم ان کا مقدر ٹھہریں۔ کچھ نے اپنے ازلی دشمن ابلیسِ لعین و مردود کی راہ اپنائی، دنیوی زندگی میں ہزار ہزار سال جینے کی تمنا کی وہ بھی ادھوری رہ گئی، ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہم السلام کی بابرکت نسل میں آنے والے انبیاءُ اللہ کو قتل وشہید کیا، پھر ان پر خدا تعالیٰ نے بختِ نصر سے لے کر ہٹلر تک عذاب مسلط کیے اور آخرت میں ان کے لیے سراسر خسارہ اور عذابِ الیم ہے۔

حق وباطل کا یہ معرکہ، جغرافیہ، تاریخ، سیاست، ثقافت، معاشرت، معیشت، حکومت، فکر و نظر، قلب و ذہن، غرض ہر ہر میدان میں آج بھی برپا ہے، بلکہ یہ جنگ آج جس طرح گھر گھر میں داخل ہو چکی ہے تو اس کی نظیر شاید دنیا میں پہلے کہیں نہیں ملتی۔ یہ دجّالی صلیبی صہیونی فساد دنیا میں اس قدر بڑھا کہ ازلی و ابدی، فطری و صادق دین ’اسلام‘ کے مقدسات تک اسی کے قبضے میں آ گئے۔ بہت سوں نے ان قبضوں کے بعد یہی درس دینا شروع کیا کہ بس اب جو بچا ہے اسی پر صبر شکر کر لو۔ کچھ نے واقعی صبر شکر کر بھی لیا، لیکن کل سو سال پہلے جو القدس صہیونی قبضے میں گیا تھا تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ حرمین میں آج یہودی دندناتے ہیں، گریٹر اسرائیل کی بات ’سازشی نظریات‘ سے نکل کر صلیب وصہیون کے پجاریوں کی جھوٹی زبانوں پر سچ کی مانند آ گئی ہے۔

غزہ کی پٹی میں ہزاروں لاکھوں کا خون بہنے کے بعد آج ایک جنگ بندی معاہدہ نافذ ہوا ہے، لیکن معرکہ جس کا نام فلسطینی مجاہدوں نے ’طوفان الاقصیٰ‘ رکھا تھا، جاری ہے اور اس دم تک جاری رہے گا جس دم ہم اہلِ اسلام مسجدِ اقصیٰ میں فاتح بن کر دوبارہ سے داخل نہ ہو جائیں۔ کہنے کو یہ بات بڑی جاذب، ہنگامہ آرا، جذباتی اور جذبات کو مہمیز دینے والی ہے، لیکن دراصل یہ معرکہ ہوش کا معرکہ ہے، ایک طویل جنگ، جس کا نتیجہ بے شمار سروں کی فصلیں کٹنے اور لاکھوں کے خون بہنے کے بعد سامنے آئے گا۔ بھلا فتح ونصرت کبھی بھی کسی بھی قوم کے حصے میں لڑے بغیر، قربانیاں دیے بغیر اور خون بہائے بغیر آئی ہے؟

آج کی یہ جنگ عسکری میادین میں جاری ہے۔ اسرائیل امریکہ ہے اور امریکہ اسرائیل ہے۔ شمارۂ ہٰذا میں بعض مضامین اسی موضوع کی بابت بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ ہم ان سطور میں انتہائی اختصار کے ساتھ اس جنگ کے چند تقاضوں کا بیان کریں گے۔ ایسے امور جن پر عمل اس امت کی فلاح اور جنگ میں کامیابی کا راستہ ثابت ہو گی:

- وحدت وہم آہنگی۔ پوری امتِ مسلمہ سے وقت کا تقاضا ہے کہ وہ ایک مقصد، ایک شعار کے گرد جمع ہو جائیں۔ رنگ ونسل کے تعصبات تو بحمد اللہ اس امت میں کہیں واضح طور پر موجود نہیں ہیں، لیکن ’ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے‘، اس جدید تعصب و عصبیت نے امتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ ریڈ کلف، ڈیورنڈ، سائکس، پیکو نامی فرضی لکیروں نے حقیقی لوگوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اپنے اپنے وطن کی ترقی اور اپنے اپنے وطن کے مفادات و دفاع اور ترجیحات نے امت کا تصور پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ معرکۂ طوفان الاقصیٰ نے اس تصورِ باطل کو بھی توڑا ہے اور قاہرہ تا جکارتہ اور اسلام آباد تا ڈھاکہ کے لوگوں کو اقصیٰ کی خاطر قول میں جمع کر

دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب یہ امت فعل و عمل میں بھی جمع ہو جائے اور اس خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے قیام کے جہد و جہاد میں لگ جائے جہاں کسی پاکستانی، افغانی، ہندوستانی، بنگلہ دیشی، مصری، سعودی و یمنی کی تفریق نہ ہو گی۔

- امتِ مسلمہ اپنے اصل دشمنوں کے آلۂ کاروں کو پہچانے۔ یہ کبھی شیر وانیوں میں ہوں گے تو کبھی عباؤں میں۔ ان سے ہوشیار رہے۔ ان کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے کی پچھلے سو سال سے جاری غلطی کو پھر سے نہ دہرائے۔ عرب کے قباؤں میں چھپے بادشاہوں اور کوٹ ٹائی میں ملبوس صدور سے لے کر عجم کے وردی و بے وردی حکمرانوں تک سبھی کے اعمال کو احکامِ شریعت کے مطابق پرکھے، ان کے قول نہیں، ان کے عمل کو دیکھے۔ اگر یہ حکمران ہمیں امریکہ اور امریکی ورلڈ آرڈر کی اطاعت کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں بلکہ واجبِ دینی ان کے خلاف بغاوت ہے۔
- پوری دنیا آج میدانِ جنگ ہے۔ جو فرد مراکزِ جہاد سے جڑ کر جہاد و مجاہدین کو قوت پہنچا سکے تو یہی اس پر لازم ہے۔ جو یہ نہ کر سکے اور خود دشمن کے ممالک یا دشمن کے مفادات و اہداف تک رسائی پا سکے تو نیویارک، لندن، پیرس و تل ابیب میں کلاشن کوف، خنجر اور ٹرک و گاڑیاں لے کر دشمن پر چڑھ دوڑے، اپنے ہتھیاروں سے دشمن کو گھائل کرے اور اپنی سواریوں سے دشمن کے سروں کو روند ڈالے۔
- معاشی جنگ آج کے زمانے کے اہم ترین میادین میں سے ہے۔ اس کا ایک پہلو دشمن کی مصنوعات کا بائیکاٹ ہے تو دوسرا پہلو امتِ مسلمہ کو معاشی طور پر خود مختار بنانا بھی ہے۔ ایسی صنعتوں، کمپنیوں کا قیام بھی لازمی ہے جو مسلمانوں کی ضروریات کو عالمی سرمایہ دارانہ سودی معیشت جو کہ دراصل صہیونی غلام ہے سے آزاد کر کے مصنوعات فراہم کر سکے۔ اور ان صنعتوں میں سے ایک اہم صنعت ادویہ سازی ہے۔ امت مسلمہ کی کثیر تعداد اس وقت صہیونی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رہی ہے یا اس بائیکاٹ میں شعور کی اس سطح پر ہے جس کی مثال عوامی سطح پر تاریخ میں مفقود ہے۔ لیکن علاج و معالجے کی صنعت اکثر عالمی ادویہ سازی کے اداروں سے منسلک ہے۔ پس امتِ مسلمہ کے اہلِ خیر کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ معیشت و اقتصاد سے وابستہ اہم ترین فریضہ جہاد بالمال بھی ہے۔ میدانوں میں ڈٹے مجاہدوں کو مالی مدد پہنچانا بھی اس جنگ کا اہم محاذ ہے۔
- دعوت و اعلام۔ دعوت و اعلام (میڈیا) کے ذریعے امت میں دشمن کی نشاندہی کرنا، عائد فریضۂ جہاد کی دعوت دینا اور اس کا شعور عام کرنا، نئے نئے ذرائع ابلاغ کو اختیار کرنا، سوشل میڈیا، روایتی میڈیا، اخبارات، مجلّات و رسائل، الیکٹرانک میڈیا، ویب سائٹس وغیرہ کا اجرا و فروغ ہماری اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اس میں سے بہت سے کام اجتماعی سطح کی کاوش کے متقاضی ہیں اور بہت سے کام امت کے افراد ذاتی سطح پر کر سکتے ہیں۔
- پر خلوص دعائیں اور قنوتِ نازلہ۔ جو ان میں سے کچھ کرنے کی استطاعت نہ پائے تو یقین جانیے پر خلوص دعاؤں میں اعلائے کلمۃ اللّٰہ کی خدمت و محنت میں لگے مجاہدوں اور داعیوں کو نہ بھولے جو میرے اور آپ کے مستقبل اور اسلام کے غلبے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اپنی مساجد و مصلّوں میں قنوتِ نازلہ کا اہتمام کیا جائے، حالتِ جنگ میں اس کا اہتمام آقائے نامدار، رحمۃ للعالمین، نبی الملاحم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔
- اس جنگ میں ایک اہم ترین محاذ، گھروں کا محاذ ہے۔ صلاح الدین ایوبی، اسامہ بن لادن، ملا عمر، یحییٰ السنوار، محمد الضیف جیسے لوگ ہمیشہ بلند قامت شخصیات نہیں تھے۔ ماؤں نے اپنی گودوں میں ان نونہالوں کو وہ درس دیا جس کی بازگشت آج چہار دانگِ عالم میں ان ناموروں کی شجاعت و سرفروشی کے نام سے سنائی دیتی ہے۔ پس جب تک امت میں یہ مائیں موجود ہیں تو ہم اہلِ اسلام ملتِ کفر کی ماؤں کو

ان کے بیٹوں کے قتل سے رلاتے رہیں گے! یہ وہ مائیں ہیں جو رجال پیدا کرتی ہیں، پس اس ساری جد وجہد اور جہاد کا سہرا انہی ماؤں کے سر ہے، اے اللہ ایسی ماؤں کی تعداد بڑھا دے، ان کا سایہ ہم پر سلامت رکھ اور اس امت کی گودیں ہری رکھ!

معرکۂ خیر و شر جاری ہے، خیر کی جیت کا فیصلہ ہو چکا ہے، پس امتحان اس بات کا ہے کہ راقم و قاری، میں اور آپ اس جنگ میں خیر و اہلِ خیر کا ساتھ دے کر خود بھی کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں؟!

اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت وتولنا فيمن توليت وبارك لنا فيما أعطيت وقنا شر ما قضيت إنك تقضي ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم اهدنا لما اختلف فيه من الحق بإذنك. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

اصلاحِ معاشرہ

سورۃ الحجرات کی روشنی میں

مولانا بلال عبد الحی حسنی ندوی

عظمت و اطاعت کی بنیاد

اس قدسی جماعت کے درمیان ایک تعداد ان بدوؤں کی بھی تھی جو اسلام تو لے آئے تھے لیکن ان میں بعضوں کا حال وہ تھا جو سورۃ الحجرات کے اخیر میں بیان کیا گیا ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (سورۃ الحجرات: ۱۴)

”اعراب (بدو) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرمادیجیے کہ تم ایمان والے نہیں ہوئے، ہاں تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے، ابھی ایمان تمہارے دلوں میں (پوری طرح) داخل نہیں ہوا۔“

ان لوگوں کے دلوں میں اوّل تو آنحضرت ﷺ کی عظمت اس انداز سے نہ تھی جو ان حضرات صحابہ کے اندر اتر چکی تھی جو آپ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ آدابِ محبت و عظمت سے بھی ناواقف تھے، اپنے کام کاج میں مشغولیت کی بنا پر ان کو آپ کی صحبت و تربیت میں رہنے کے مواقع حاصل نہ ہوسکے تھے، ان کے مزاج میں بھی عام طور پر سختی ہوتی تھی، اس لیے کبھی کبھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کا رویہ نامناسب ہوجاتا تھا اور اس کا احساس بھی ان کو نہیں ہو پاتا تھا، اس کے متعدد واقعات حدیث و سیرت میں موجود ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو چونکہ عالمِ انسانیت کا مطاع بنایا گیا تھا اور اطاعت کا صحیح جذبہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب عظمت دل میں اتر چکی ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بطورِ خاص اس کا مکلف کیا کہ وہ اپنے کسی قول و فعل سے ایسا مظاہرہ نہ کریں جو آنحضرت ﷺ کی عظمت کے خلاف ہو، اور جس طرح اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو مربوط کیا اور فرمایا:

أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (سورۃ النساء: ۵۹)

”اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔“

اسی طرح اپنی عظمت کے ساتھ رسول کی عظمت کو بھی مربوط فرمایا، سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت مطلق دلوں میں ہونی چاہیے کہ وہ خالق کل اور مالک کل ہے، اس کے بعد پھر رسول کی عظمت ضروری ہے کہ وہ بندوں کو خالق سے جوڑنے کا واحد ذریعہ ہے، انسانوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر نقل و اتباع کا مزاج رکھا ہے، اس کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اس کا رُخ رسول کی طرف ہو، اور پھر رسولوں میں بھی وہ رسول جو امام الرسل ہو، خاتم الانبیاء، رحمۃ للعالمین ہو، دلوں کا رخ اس کی طرف اگر نہ ہوا تو پھر کس کی طرف ہوگا؟ انسانیت کی عظمت آپ ﷺ پر ختم ہے اور اس عظمت کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے کہ جو اس پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے قول و فعل سے اس کے خلاف نہ کرے تاکہ اطاعت کا عام مزاج پیدا ہو، سورۃ الحجرات کی پہلی آیت میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ (سورۃ النساء: ۱)

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے مت ہو۔“

آیت شریفہ میں رسول کی عظمت اور اوّلیت و تقدم کے حق کو ذہن و دماغ میں راسخ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کے ساتھ عظمتِ رسول کو جوڑا ہے اور یہ بات صاف کردی ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کے رسول کا حق سب سے بڑھ کر ہے، ہر لحاظ سے ایک ایمان والے کو اس کا خیال رہنا چاہیے۔

اگرچہ آیت شریفہ میں خطاب اوّلین اہلِ ایمان کو ہے اور اس کے شانِ نزول میں جو واقعات نقل کیے جاتے ہیں ان سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے لیکن محققین علماء کا یہ اصول ہے کہ ”العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب“ (اعتبار الفاظ کے عموم ہی کا کیا جائے گا، کسی خاص سبب سے اس حکم کو مربوط نہیں رکھا جائے گا)۔ اس طرح یہ حکم قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ہے، ہر فیصلہ کے وقت زندگی کے ہر موڑ پر ہر حال میں ہر ایمان والے کو سوچنا ہے پھر آگے بڑھنا ہے، کہیں کسی ”غیر“ کی عظمت تو جڑ نہیں پکڑ رہی ہے، نفس کے تقاضے کہیں اتنے غالب تو نہیں ہوتے جارہے ہیں کہ ان کو اوّلیت دی جانے لگی ہو، عرف و عادت اور رسم و رواج کے بندھن کہیں اتنے مضبوط تو نہیں ہو رہے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی رسی کی گرفت اس کے سامنے ڈھیلی پڑنے لگی ہو، آیت شریفہ میں بڑی عمومیت کے ساتھ یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے کہ ایمان والوں کو بہر صورت حق اللہ اور حق الرسول کو مقدم ہی رکھنا ہے، اسی لیے آگے تاکید کے طور پر ”وَاتَّقُوا اللهَ“ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ شانِ تقویٰ ہے، آگے آیت میں اسی کو تقویٰ کی کسوٹی قرار دیا گیا ہے، عظمت ہوگی تو لحاظ ہوگا، اتباع آسان ہوگا، اور سب کچھ دل کی گہرائیوں کے ساتھ ہوگا، اسی لیے آگے فرمایا: إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ”بے شک اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔“ اس میں یہ وارننگ دے دی گئی کہ یہ عظمت و محبت اور اطاعت اپنی حقیقت کے ساتھ ضروری ہے، محض صورت کافی نہیں۔

شانِ نبوت میں بے ادبی کفر کا پیش خیمہ

اسی سورت کی دوسری آیت میں اس کی ایک واضح مثال دی گئی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

يٰآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَرْفَعُوْآ أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلاَ تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ۔(سورۃالحجرات: ۲)

”اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو، اور جس طرح تم ایک دوسرے کو زور زور سے پکارتے ہو اس طرح نبی کو زور سے مت پکارو۔“

اس آیت شریفہ میں پہلے تو ”يٰآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا“ کو دہرایا گیا ہے، تاکہ اہل ایمان دوبارہ متوجہ ہو جائیں اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ آگے جو کچھ کہا جانے والا ہے وہ ایمان ہی کا حصہ ہے، اہل ایمان کو اپنے ایمان کے تحفظ کے لیے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، جس کو نعمت مل چکی ہو اور اس کو نعمت کی قیمت کا کچھ اندازہ بھی ہو وہ اس نعمت کے تحفظ کے لیے کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نعمت ایمان کے تحفظ کے لیے عمومیت کے ساتھ پہلی آیت میں جو کچھ کہا گیا تھا اب اس دوسری آیت میں اس کی ایک ایسی مثال دی جا رہی ہے جس سے ہر خاص وعام بات کو سمجھ لے، نبی کے سامنے جب آواز بلند کرنے سے روکا جا رہا ہے، جو عربوں کے اس ماحول میں کوئی بہت زیادہ خلاف ادب بات نہیں تھی، بے تکلفی ان کے مزاج میں داخل تھی لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی شان وعظمت کے سامنے اس کو بھی بے ادبی قرار دیا جا رہا ہے، تو آپ ﷺ کے کسی فیصلہ اور حکم کے آگے بڑھ جانا اور اس کی اتباع نہ کرنا، اس کی اہمیت کو دل وجان سے تسلیم نہ کرنا کس درجہ خلافِ ادب ہوگا، اسی لیے قرآن مجید کی دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی:

فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً(سورۃالنساء: ۶۵)

”آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے تمام نزاعات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں پھر وہ آپ کے فیصلہ پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔“

آپ ﷺ کی وفات ہو چکی لیکن آپ کی تعلیمات وارشادات موجود ہیں۔ آپ ﷺ کا اسوہ شریفہ سامنے ہے، ہر ہر امتی پر فرض ہے کہ اس کے دل میں آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز کی عظمت ہو، مسجدِ نبوی کا احترام اور وہاں اپنی آواز کو پست رکھنا ایمان اور تقویٰ کی بات ہے، آپ کی تعلیمات اور طریقہ ہر چیز پر مقدم ہو، بڑی سے بڑی خواہش کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہ ہو، جب حضور ﷺ کا حکم سامنے آئے تو ہر چیز ہیچ ہو، یہ عظمتِ رسالت کی علامت ہے، عظمت سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور انسان کے اندر اللہ نے جو اطاعت کا مزاج رکھا ہے اس کا رخ درست ہو جاتا ہے، آگے وارننگ دی گئی ہے:

أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ۔(سورۃالحجرات: ۲)

”کہیں تمہارے سب کام بیکار چلے جائیں اور تمہیں احساس بھی نہ ہو۔“

آیت کے اس ٹکڑے میں تمام اعمال کے ضائع جانے کا خطرہ ظاہر کیا جا رہا ہے اور یہ کفر و شرک کے بعد ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تیز گفتگو کر دینا اور بلند آواز سے بولنا اگرچہ سوئے ادب کی اس حد میں نہیں ہے کہ کفر تک بات پہنچ جائے لیکن یہ اس کا پیش خیمہ ضرور ہے، ہلکی سی بھی بے ادبی ہوئی اور طبیعت اس میں رنگ گئی تو آہستہ آہستہ بات اس حد تک پہنچ جاتی ہے جہاں کفر کے حدود شروع ہو جاتے ہیں اور بے ادبی کی وہ شکل سامنے آجاتی ہے کہ پھر ایمان باقی نہیں رہتا، اسی لیے ”وَأَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ“ فرمایا، چونکہ سب کچھ آہستہ آہستہ ہوتا ہے اس لیے آدمی محسوس بھی نہیں کر پاتا اور وہ کفر کی سرحدوں میں داخل ہو جاتا ہے، یہاں پہنچ کر اس کے تمام اعمال اور ساری نیکیاں بیکار ہو جاتی ہیں۔

دل کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے، افکار وخیالات کی نگہداشت ضروری ہے، اعمال کا جائزہ لیتے رہنا لازم ہے، کہیں کوئی ایسی شکل سامنے نہ آنے پائے کہ اللہ اور اس کے رسول پر کسی چیز کو مقدم کیا جانے لگا ہو، اگر ایسا ہے تو یہ خطرہ کی علامت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○(سورۃ الحجرات: ۳-۵)

”بلاشبہ جو لوگ اپنی آوازوں کو نبی کے سامنے پست رکھتے ہیں، ایسوں ہی کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، یقیناً جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر سمجھتے نہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک آپ (خود ہی) ان کے پاس نکل کر آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا، اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔“

تقویٰ کی کسوٹی

تقویٰ کیا ہے؟

ایمان کے ساتھ قرآن مجید میں تقویٰ کا ذکر بار بار ملتا ہے، تقویٰ احتیاط کا نام ہے، زندگی اسی دھیان کے ساتھ گزرے کہ دامن آلودہ نہ ہو، مزاج میں احتیاط داخل ہو جائے، قدم بڑھے تو اس خیال کے ساتھ کہ یہ اقدام شریعت کے خلاف تو نہیں ہے۔

تقویٰ درحقیقت دل کا فعل ہے جس کا اظہار انسان کی عملی زندگی میں ہوتا ہے، زندگی کے مختلف مراحل میں اس کا عکس جمیل نظر آتا ہے، دل اگر تقویٰ کے رنگ میں رنگ چکا ہے تو زندگی کے ہر موڑ پر اس کی تصویر سامنے آجاتی ہے، قرآن مجید میں مختلف مواقع پر تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (سورۃ آل عمران: ۱۰۲)

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اس طرح اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے۔“

پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۃ التغابن: ۱۶)

”پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا تم استطاعت رکھتے ہو۔“

دنیا و آخرت میں اس کے بہترین نتائج کا ذکر بھی قرآن مجید میں جابجا ملتا ہے، دو تین جگہ یہاں تک فرمادیا گیا کہ: ”اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے، اس کی نصرت، عنایت، محبت، عطا و کرم سب اس کے لیے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا (سورۃ النحل: ۱۲۸)

”بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔“

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (سورۃ التوبۃ: ۱۲۳)

”جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔“

تقویٰ کا راستہ

قرآن مجید میں تقویٰ اختیار کرنے کا نسخہ بھی بتایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (سورۃ التوبہ: ۱۱۹)

”اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور سچے لوگوں کی صحبت میں رہو۔“

صحبت صادقین تقویٰ اختیار کرنے اور دل کو اس کے رنگ میں رنگنے کا سب سے آسان اور زود اثر نسخہ ہے، اس کے بغیر تقویٰ کا رنگ پختگی کے ساتھ نہیں چڑھ سکتا، صادقین اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جن کے قول و عمل اور ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہیں، ان کے اعمال کی شفافیت ان کے دل کی صفائی کا مظہر ہے، ان کا عمل ان کے قول کی تفسیر ہے، اور قول دل کی ترجمانی کرتا ہے، ایمان ان کے دلوں میں اس طرح اتر چکا ہوتا ہے کہ ان کے روئیں روئیں سے ایمان کا نور جھلکتا ہے، صادقین کا یہ تسلسل قرن اوّل سے قائم ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

عبادت بھی حصولِ تقویٰ کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۱)

”اے لوگو! اپنے رب کی بندگی کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے ہوئے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“

ان عبادتوں میں بھی تقویٰ کا مزاج بنانے میں روزہ کو خاص اہمیت حاصل ہے، ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے گزرے ہیں، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“

تقویٰ کی علامت

حصول تقویٰ کی علامت کیا ہے؟ آدمی متقی کب ہوتا ہے؟ قرآن مجید ہی میں اس کی بھی وضاحت موجود ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (سورۃ الحج: ۳۲)

”جو شعائر اللہ کی عظمت کرے تو یہ دل کے تقویٰ کی بات ہے۔“

شعائر اللہ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی نسبت اللہ کی طرف ہو، احکام الٰہی بھی اس میں داخل ہیں، جب کسی حکم کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو گردن عظمت سے جھک جائے، ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے احکامات بھی اسی میں شامل ہیں، آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ اللہ ہی کا فرمایا ہوا ہے۔

ع گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

تقویٰ کا بلند معیار

ان تمام شعائر اللہ میں جن میں بیت اللہ بھی شامل ہے سب سے بلند مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے، آپ ﷺ محبتِ رب کا مظہر اتم ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی عظمت کو تقویٰ کی کسوٹی قرار دیا گیا ہے، سورۃ الحجرات کی تیسری آیت میں پوری صراحت کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ۔ (سورۃ الحجرات: ۳)

”بلاشبہ جولوگ اپنی آوازوں کو نبی کے سامنے پست رکھتے ہیں، ایسوں ہی کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے۔“[1]

کل مخلوقات میں عظمت ومحبت کا سب سے بڑا مظہر آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہو تو یہ تقویٰ کی سب سے بڑی نشانی ہے، لیکن جس طرح تقویٰ دل کا فعل ہے اسی طرح یہ عظمت بھی دل کی گہرائیوں کے ساتھ ہو، اس کا یقینی اور لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ ایمان والا قدم قدم پر چونکے گا، کوئی کام بھی آپ ﷺ کی شانِ عالی کے خلاف نہ ہو، ضمیر کا احساس جاگ جائے، طریقۂ رسول ﷺ اختیار کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ کی عظمت ومحبت جتنی بڑھتی جاتی ہے تقویٰ کا معیار اتنا ہی بلند ہوتا جاتا ہے، لیکن یہ دھیان ہٹنے نہ پائے کہ یہ عظمت اسی لیے ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب ترین بندہ ہیں، عبدیت کاملہ آپ ہی کو حاصل ہے اور یہی مقام معراج ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (سورۃ بنی اسرائیل: ۱)

”وہ ذات پاک ہے جو راتوں رات لے گئی اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف۔“

عظمت وتقدیس میں اگر حدود سے تجاوز ہو گیا اور عبد کو معبود و الہ کا درجہ دے دیا گیا، تو یہ درحقیقت شانِ رسالت میں توہین کے مرادف ہے، کسی کی تعریف اگر حد سے بڑھا دی جائے تو وہ تعریف نہیں رہ جاتی بلکہ تنقیص بن جاتی ہے۔

سورۃ الحجرات کی اس تیسری آیت میں ادب وتعظیم کی جو مثال پیش کی گئی ہے وہ بہت عام فہم مثال ہے، اس کے پیش کرنے کا اصل مقصد آپ کی عظمت کی طرف امت کو متوجہ کرنا ہے، یہ عظمت اطاعت کا زینہ ہے اور اطاعت تقویٰ کی نشانی ہے۔

جو لوگ بھی اپنے دلوں کو رسالت کی عظمت سے منور کر لیتے ہیں اور تقویٰ ان کا مزاج بن جاتا ہے ان کے لیے ارشاد ہوتا ہے:

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورۃ الحجرات: ۳)

”ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔“

ادب اور محبت کی اعلیٰ مثال

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب سورۂ حجرات کی دوسری آیت نازل ہوئی جس میں نبی کی آواز سے اپنی آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال یہ ہو گیا کہ وہ نبی ﷺ سے سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرماتے تھے کہ کہیں آواز تیز نہ ہو جائے[1]، اس کے بعد ہی یہ تیسری آیت نازل ہوئی۔

اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مقام صدیقیت کی طرف بھی اشارہ ہے جو کمال تقویٰ کا مقام ہے، اور اس میں امت کو اس مقام تک پہونچنے کا راستہ بھی دے دیا گیا ہے، جو صدیقین کا مقام ہے، لیکن ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہیں اور صدیقین میں بھی صدیقیت کے اس بلند ترین مرتبہ کو انہیں کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔

بے ادبوں کی ناسمجھی

اسی سورۃ کی چوتھی اور پانچویں آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی بنا پر سورۃ حجرات کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور ایک طرح سے یہ دونوں آیتیں تیسری آیت کا تتمہ بھی ہیں، وہاں پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی تھی کہ تقویٰ کی کسوٹی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ہر طرح کا احترام اور ادب وتعظیم ملحوظ رکھی جائے یہاں تک کہ ان کی آواز پر اپنی آواز کو پست رکھا جائے، آواز بلند کرنے والوں اور شان رسالت کا لحاظ نہ کرنے والوں کی ناسمجھی کا اعلان ہو رہا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورۃ الحجرات: ۴)

”یقیناً جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر سمجھتے نہیں۔“

اس آیت کے شان نزول میں واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگ ایک ضرورت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ وقت آپ کے قیلولے کا تھا، آپ ﷺ حجرہ شریفہ میں آرام فرما رہے تھے، وہ لوگ جاہلی رواج کے مطابق آتے ہی باہر سے آپ کو پکارنے لگے، زمانہ جاہلیت کا رواج یہ تھا کہ جب شعراء وبلغاء کا کوئی وفد کسی بادشاہ یا امیر کے پاس جاتا تو وہ قریب پہونچ کر باہر ہی سے آواز دیتا کہ ہم اشرافِ عرب ہیں، اصحاب فصاحت وبلاغت ہیں، ہم تعریف کر دیں تو باعث شرف ہے اور اگر مذمت کر دیں تو باعث ذلت ہے۔[2]

بنو تمیم کے اس وفد نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، ان میں اکثریت تو ان لوگوں کی تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن ان میں چند مسلمان بھی تھے، چونکہ یہ طریقہ شانِ رسالت کے منافی تھا، اس لیے اس پر اللہ کی طرف سے سرزنش کی گئی، اور قیامت تک کے لیے یہ پیغام

---

[1] معالم التنزیل للبغوی ۱۹۷/۵ ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر/۴۸۴۵، ترمذی/۳۲۶۷

دے دیا گیا کہ شان رسالت میں ادنیٰ بے ادبی بلکہ کوئی بھی ایسا عمل جس میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہو رب العالمین کو سخت ناپسند ہے، ادنی بے ادبی بھی گستاخی کا پیش خیمہ ہے اور شان رسالت میں گستاخی کفر صریح ہے جو کہ بڑے سے بڑے اعمال کو بے کار کر دینے کے لیے کافی ہے اسی لیے اوپر ''أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ'' کہا جا چکا ہے، (کہیں تمہارے سب کام بیکار چلے جائیں)۔

''الحجرات'' حجرۃ کی جمع ہے، اس کے معنی کمرہ کے آتے ہیں، آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرے اس انداز کے تھے کہ ستون کھجور کے تنے کے تھے اور چھپر کھجور کی چھال سے تیار کر کے ڈال دیا گیا تھا اور بجائے دروازوں کے کمبل کے پردے پڑے ہوئے تھے، یہ اس دور کی بات ہے جب دنیا کے خزانے حضور کے قدموں میں نچھاور ہو رہے تھے۔

ان آواز دینے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ''لَا يَعْقِلُوْنَ'' (وہ سمجھ نہیں رکھتے) فرمایا ہے، اس لیے کہ وہ عام بادشاہوں میں اور آنحضرت ﷺ میں فرق نہیں کر سکے، اور وہ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ ان کو اس کا کیا نقصان پہنچنے والا ہے، یہ ان کی ناسمجھی کی کھلی دلیل تھی۔

طریقۂ ادب

آگے صحیح طریقہ بتایا جا رہا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (سورۃ الحجرات: ۵)

''اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک آپ (خود ہی) ان کے پاس نکل کر آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔''

کہ یہ کمال ادب تقویٰ کی علامت ہے اور جب تقویٰ مزاج میں داخل ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر وہ احساس پیدا ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ اچھے برے میں فرق کرتا ہے، اچھائی کی طرف شدید رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور برائی سے شدید نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

''اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔''

پھر اختتام آیت کا فرمادیا کہ کوئی بھی غلطی کے بعد ندامت کے ساتھ حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ پھر اس کی گرفت نہیں فرماتے بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ فرماتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں بنیادی طور پر محاسن اخلاق اختیار کرنے کی بھی دعوت دی گئی ہے، اسلام کی یہ اخلاقی تعلیم ہر ایک کے لیے ہے، یہاں تک کہ ہر جان رکھنے والے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے، لیکن سب سے بڑھ کر جو ذات اقدس عظمت و ادب کی مستحق ہے وہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کے بارے میں قرآن مجید کی گواہی ہے:

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم: ۴)

''بے شک آپ بلند ترین اخلاق پر قائم ہیں۔''

دوسری طرف آیت شریفہ میں جاہلی رسوم وعادات کو ترک کرنے کی بھی تلقین کی گئی ہے، اسلام اپنے پورے نظام کے ساتھ آچکا، جاہلیت کے کسی نعرہ، کسی طریقہ، کسی رواج کے لیے اب کوئی گنجائش نہیں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: بشار الاسد کے ظالمانہ نظام کے زوال پر چند گزارشات

چہارم:

جب اللہ کی طرف سے اہل شام کے لیے بشاری نظام کے زوال اور حق و باطل کے درمیان کشمکش کی سنت پوری ہونا ایک فضل واحسان ہے، اب اس کے بعد اللہ کے بندوں کے لیے آزمائش اور امتحان کا مرحلہ آیا ہے تاکہ یہ اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ وہ اس نعمت کے بعد کیا عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیزگاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ: ہمیں تو آپ کے آنے سے پہلے بھی ستایا گیا تھا، اور آپ کے آنے کے بعد بھی (ستایا جا رہا ہے) موسیٰ نے کہا: امید رکھو کہ اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور تمہیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسا کام کرتے ہو۔''

یہ مرحلہ بہت اہم ہے اور اس کے بعد کا وقت بھی فیصلہ کن ہو گا۔ ہمیں اللہ کو وہ عمل دکھانا ہے جو اسے پسند ہے اور اس کی رضا کا سبب ہے تاکہ اس کی نعمت، فضل، اور مدد ہمیں مکمل طور پر حاصل ہو۔

اللهم أتمم علينا نعمتك وعافيتك ونصرك وسترك، واختتم لنا بخير الشهادة في سبيلك۔

☆☆☆☆☆

THE HEREAFTER

آخرت

شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ

۱۹

موت وما بعد الموت

قیامت کے دن گناہ گار مسلمانوں کے احوال

۴. مال دار اور فضول خرچ لوگ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُفَّ عَنَّا جُشَائَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (جامع ترمذی)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈکار لی تو آپ نے فرمایا: اپنی ڈکار کو ہم سے دور رکھو کیونکہ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے رہیں گے۔“

إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ خَيْرًا فَنَفَحَ فِيهِ يَمِينَهُ وَشِمَالَهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَائَهُ وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا (صحیح مسلم)

”بے شک زیادہ مال والے ہی قیامت کے دن کم (مایہ) ہوں گے، سوائے ان کے جن کو اللہ نے مال عطا فرمایا اور انھوں نے اسے دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے اڑادالا (خرچ کیا) اور اس میں نیکی کے کام کیے۔“

نیز ایک اور حدیث ہے جو مذکورہ حدیث کے معنی کو مزید واضح کرتی ہے:

الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَكَسَبَهُ مِنْ طَيِّبٍ (ابن ماجه)

”جو لوگ بہت مال دار ہیں انہی کا درجہ قیامت کے دن سب سے پست ہو گا مگر جو کوئی مال اس طرف اور اس طرف لٹائے اور حلال طریقے سے کمائے۔“

یعنی اس وعید سے صرف وہ محفوظ ہیں جنہوں نے مال حاصل بھی حلال طریقے سے کیا ہو اور اسے خرچ بھی نیکی کے کاموں میں کیا ہو۔

کیا مال دار ہونا بری بات ہے؟

مال فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے۔ بلکہ قرآن میں اللہ پاک نے اسے خیر کہا اور گزشتہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خیر ہی فرمایا۔ اور خیر کا معنی اچھی چیز ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جو طیبات تمہیں عطا کیے ہیں ان میں سے خرچ کرو۔ اللہ نے اسے طیب، زینت اور خیر سے تعبیر کیا ہے۔ پس مال بذات خود اچھی چیز ہے اور نعمت ہے مگر یہ بر اصرف اس وقت ہو جاتا ہے جب اسے غلط طریقے سے استعمال کیا جائے۔ یہ تو ایک وسیلہ ہے جسے علم، صحت اور رزق کی دیگر قسموں کی طرح اچھے کاموں کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور برے کاموں کے لیے بھی۔ مگر ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مال کو مسلسل پاک کرتے رہنا چاہیے تاکہ یہ طیب ہی رہے۔ اور پاک کرنے کا طریقہ اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ہے۔ بعض معروف صحابہ کرام بہت مال دار تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان امیر ترین مسلمانوں میں سے تھے۔ حضرت عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف بھی امیر ترین مسلمانوں میں سے ایک تھے اور اس مال کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے عشرہ مبشرہ میں مقام پایا۔ حضرات زبیر بن عوام، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی اچھے خوشحال لوگوں میں شامل تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ مال کو کہاں اور کیسے استعمال کرنا ہے۔ اسی طرح بعض انبیا بھی مال دار تھے مثلاً حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام۔

۵. الغادر: دغاباز

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقِيلَ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (صحیح مسلم)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ اگلے اور پچھلے لوگوں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔“

جس شخص نے بد عہدی کی ہو گی وہ اس حال میں قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے ظاہر ہو گا کہ اس نے اپنی بد عہدی کا جھنڈا اٹھا رکھا ہو گا۔

ایک اور حدیث ہمیں یہ بتاتی ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پشت کی جانب ہو گا اور وہ اس کے ساتھ چلتا پھرتا ہو گا۔ جس کی بدعہدی جتنی بڑی ہو گی اس کا جھنڈا اتنا ہی لمبا چوڑا ہو گا۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے اس جھنڈے کی بابت فرمایا کہ علی قدر غدرۃ، یعنی اس کی بدعہدی کے بقدر اس کے جھنڈے کا قد ہو گا۔

اسی طرح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے:

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ

”عہد شکنی کرنے والے ہر شخص کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا جو اس کی بدعہدی کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ سنو! کوئی عہد شکن اس سے بڑھ کر نہیں جو خلق اللہ کا حاکم ہو کر بدعہدی کرے۔“

امیر عامہ کون ہوتا ہے؟ خلیفہ یا عوام الناس کا امیر۔ یہ بدترین بدعہدی ہے کیونکہ عوام الناس کا یہ حاکم ہر ایک کو دھوکہ دیتا ہے۔ بدعہدی، دھوکے اور دغا کی سب سے بڑی مثال فلسطین کو یہود کے ہاتھ بیچ ڈالنا ہے۔ یہ غدر کی سب سے واضح مثال ہے۔ وہ لوگ کہ جن کا اس زمین پر کوئی حق نہ تھا، انہوں نے اس مقدس سرزمین کو نہایت کم قیمت پر یہود کے حوالے کر دیا، کم قیمت اس لیے کہ یہود سے کبھی بھی زیادہ کی توقع نہیں رکھی جا سکتی، بہت کم قیمت پر انہوں نے فلسطین بیچ دیا اور امت کے ساتھ سب سے بڑا دھوکہ کیا۔

۶. الغلول

الغلول کا صریح معنی تو غنائم کی چوری ہے۔ جب غنائم اکٹھے کیے جائیں اور کوئی ان میں سے کچھ چرا لے تو اسے الغلول کہا جاتا ہے۔ مگر وسیع تر معنی میں الغلول کسی بھی ایسی چیز کو اٹھانے یا اس پر قبضہ جمانے کو کہا جاتا ہے جو اس شخص کی اپنی ملکیت نہ ہو۔ یا کسی بھی ایسی چیز کا اٹھانا جسے نہیں اٹھایا جانا چاہیے۔ اس کی سزا اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے:

﴿وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۶۱)

”اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کر کے لی ہو گی، پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔“

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے اونٹ چرایا ہو گا وہ قیامت کے دن اسے گردن پر اٹھائے حاضر ہو گا اور جس کسی نے گائے چرائی ہو گی وہ اسے اٹھائے ہوئے حاضر ہو گا اور جس کسی نے بکری چرائی ہو گی وہ قیامت کے دن اسے اٹھائے ہوئے حاضر ہو گا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو عامل زکوۃ مقرر فرمایا۔ عامل زکوۃ، مسلمانوں کی زکوۃ اکٹھی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ عاملین زکوۃ مقرر فرماتے اور انہیں مملکت کے مختلف حصوں میں بھیجتے۔ ان لوگوں کے پاس لوگوں کے مال سے زکوۃ وصول کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کے مویشیوں میں سے زکوۃ کے مویشی لیتے اور لوگوں کے اموال میں سے بھی زکوۃ وصول کرتے۔ مذکورہ شخص کو نبی کریم ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ ﷺ کے حوالے زکوۃ کا مال کیا اور کہا کہ یہ آپ کے لیے ہے اور یہ (مزید مال) مجھے بطور تحفہ ملا ہے۔ آپ ﷺ فوراً اٹھے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کسی کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے روانہ کروں اور وہ واپس آکر یہ کہے کہ یہ مال آپ کا ہے اور یہ میرا ہے۔ اگر وہ اپنے والدین کے گھر بیٹھا رہے تو پھر دیکھے کہ اسے کتنے ہدایا موصول ہوتے ہیں۔ اس شخص کو ہدایا کیوں ملے؟ اس کے مقام کی وجہ سے، تاکہ وہ زکوۃ وصول کرتے ہوئے ان کے ساتھ نرمی برتے اور انہیں رعایت دے۔ کہنے کو تو یہ تحفہ ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ رشوت ہے جو ہدیہ کہہ کر دی جاتی ہے۔ فرمایا:

مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَأْتِي يَقُولُ هَذَا لَكَ وَهَذَا لِي فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْتِي بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ (صحیح بخاری)

”عامل کا کیا حال ہے کہ ہم اس کو بھیجتے ہیں تو وہ واپس آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا اور یہ میرا ہے (جو مجھے تحفہ میں ملا ہے) تو کیوں نہیں اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر بیٹھتا پھر دیکھتا کہ کیا اسے تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جو عامل جو کچھ بھی رکھے گا، تو قیامت کے دن وہ چیز اس پر سوار ہو گی، اگر وہ اونٹ رکھے گا تو اس کی گردن پر سوار ہو گا اور وہ بولتا ہو گا، اگر گائے ہو گی تو وہ بولتی ہو گی، یا بکری ہو گی تو وہ بولتی ہو گی۔“

ہدیہ کون وصول کر سکتا ہے؟

یہ نکتہ وضاحت طلب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر آپ کسی مسئولیت کے مقام پر ہوں تو آپ ہدایا وصول نہیں کر سکتے۔ آپ کسی بھی مقام پر ہوتے ہوئے ہدایا وصول کر سکتے ہیں لیکن تب جب وہ ہدیہ آپ کو کسی ایسی رعایت اور سہولت کے حصول کی نیت سے نہ دیا جا رہا ہو جو تحفہ دینے والے کا حق نہ ہو۔ محض اس تحفے کی وجہ سے اگر آپ اپنے اختیارات سے تجاوز

کرتے ہوئے اس شخص پر کوئی احسان کرتے ہیں تو یہ تحفہ رشوت بن جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض آپ کی محبت میں آپ کو کوئی تحفہ دے تو اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ آپ کس مقام پر ہیں، آپ کے لیے اسے وصول کرنا جائز ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہ وہ اپنے گھر بیٹھا رہتا اور پھر دیکھتا کہ اسے یہ تحفے ملتے ہیں یا نہیں۔ یقیناً اسے گھر بیٹھے یہ تحفے نہ ملتے، ان کی وجہ تو محض اس کا عامل زکوٰۃ ہونا تھا تاکہ وہ ان کے لیے گنجائش پیدا کرے اور ان کے ساتھ زکوٰۃ کی وصولی میں رعایت کرے۔

۷. غاصب الارض: زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والا

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ مِنْ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ (صحيح بخاری)

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص تھوڑی سی زمین بھی ناحق لے لے گا، اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔“

۸. ذوالوجہین: دورخا شخص

ایسا شخص جو کسی سے ایک چہرے کے ساتھ ملتا ہے اور دوسرے سے مختلف چہرے کے ساتھ۔ یا ایک ہی شخص سے کبھی ایک چہرے کے ساتھ ملتا ہے اور کبھی دوسرے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تجدون شر الناس يوم القيامة ذا الوجهين الذي يأتي هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه (متفق عليه)

”قیامت کے دن سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جو (فتنہ انگیزی کی خاطر) دو منہ رکھتا ہے (یعنی منافق کی خاصیت وصفت رکھتا ہے) کہ وہ ایک جماعت کے پاس آتا ہے تو کچھ کہتا ہے دوسری جماعت کے پاس آتا ہے تو کچھ کہتا ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

من كان ذا وجهين في الدنيا كان له يوم القيامة لسانان من نار (مشكوة)

”جو شخص دنیا میں دورویہ ہوگا، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔“

چہرہ تو تبدیل نہیں ہوتا، زبان ہی تبدیل ہوتی ہے۔ دو چہروں والے کی دراصل زبانیں دو ہوتی ہیں جو موقع کی مناسبت سے الفاظ و انداز بدل لیتی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلام ادب و اخلاق سکھاتا ہے اور ہیرا پھیری اور کج روی کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام امانت اور راست بازی کا سبق دیتا ہے مگر اس کا معنی بداخلاقی اور درشت گوئی نہیں ہے۔ دورخا نہ ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو ہمارے دل میں آئے وہ ہم کہیں اور منہ پھٹ اور درشت گو بن جائیں۔ ہمارے معاشرے میں کھردرے لب ولہجے میں کہے گئے یہ جملے عام ہیں کہ بھئی میں تو سچی بات کروں گا، چاہے کسی کو اچھی لگے یا بری، یا ہم تو ہر بات منہ پر کہنے کے عادی ہیں، اور یہ کہہ کر ادب و اخلاق سے ہاتھ اٹھا لیا جاتا ہے۔ اسلام امانت، دیانت اور راست بازی کا سبق دیتا ہے۔

۹. عوام سے گریز کرنے والے حکمران

مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ (ابو داؤد)

”اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا والی اور ذمہ دار بنا دیا ہو، پھر وہ ان کی ضروریات، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے ملنے سے گریز کرے (حجاب میں رہے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے حجاب فرمالے گا جب کہ وہ ضرورت مند ہوگا، محتاج ہوگا اور فقیر ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ اگر کسی کو عوام الناس پر مسئول بنائیں اور وہ عوام پر اپنے دروازے بند کرلے، ان سے ملاقات نہ کرے اور لوگوں کی وہ حاجات پوری نہ کرے جن کے پورا کرنے کی ذمہ داری اس نے قبول کی ہے تو قیامت کے دن جب اسے اللہ کی ضرورت ہوگی اس وقت اللہ اس کی مدد نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ دنیا میں یہی اختیار اللہ نے اسے دیا تھا مگر اس نے لوگوں کی مدد نہیں کی تھی لہٰذا قیامت کے دن اللہ رب العزت ان لوگوں کی طرف سے بدلہ لیں گے اور اس شخص کی مدد نہیں فرمائیں گے۔

اسلامی خلافت میں ہمارے خلفاء اور ان کے مقرر کردہ مسئولین کے دروازے عوام کے لیے کھلے رہتے تھے۔ مثلاً ایک شخص مصر سے والیٔ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی شکایت لے کر آیا۔ وہ مدینہ پہنچا اور سیدھا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی محل یا عالی شان مکان میں، پہرے داروں کے نرغے میں تو رہتے نہیں تھے کہ ان سے ملنا مشکل ہوتا، بلکہ ایسے گھر میں رہتے تھے جس کا دروازہ تک نہ تھا۔ داخلی دروازے کی جگہ ایک پردہ لٹک رہا تھا جسے ہٹا کر کوئی بھی گھر میں داخل ہو سکتا تھا۔ لوگ امیر المومنین کو باہر سے آواز دیتے، اجازت ملنے پر گھر کے اندر داخل ہو جاتے۔ ان سے ملنا اتنا آسان تھا۔ شاہ فارس کے ماتحت کئی چھوٹے بادشاہ بھی تھے، ان میں سے کوئی ایک بادشاہ کسی پیغام رسانی کے سلسلے میں ایک مرتبہ مدینہ آیا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارے خلیفہ کہاں ملیں گے؟ لوگوں نے بتایا کہ اپنے گھر یا مسجد میں ملیں گے۔ وہ ان کے گھر گیا تو وہاں ان کو نہ پایا، پھر مسجد میں دیکھا،

وہاں بھی وہ اسے نہیں ملے تو لوگوں سے دوبارہ پوچھا کہ تمہارے خلیفہ کہاں ملیں گے؟ ایک شخص نے ایک درخت کی جانب اشارہ کرکے کہا کہ وہ شخص جو درخت کے نیچے سو رہا ہے وہی ہمارے خلیفہ ہیں۔ فارس کا یہ بادشاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب گیا، جب کہ صحرا میں درخت کے نیچے وہ سو رہے تھے، اور ان کے چہرے کو دیکھ کر ششدر رہ گیا اور بولا حَكَمْتَ فَعَدَلْتَ فَأَمِنْتَ فَنِمْتَ، آپ نے عادلانہ حکومت کی اسی لیے آپ پر سکون ہیں اور سو سکتے ہیں۔ اس نے خلیفۃ المسلمین کا مقابلہ شاہان فارس سے کیا ہو گا جن کے لیے اس آزادی کے ساتھ باہر جانا اور یوں سو جانا ممکن تھا۔ لیکن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس سکون اور آزادی کے ساتھ بے خوف ہو کر بغیر محافظوں کے اس لیے سو سکتے تھے کہ انہوں نے کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اور عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔

لوگوں کی حاجات سے دور بھاگنا اور انہیں پورا کرنے سے گریز کرنا جرم ہے۔ چونکہ ہم ظلم و جبر کے تحت رہے ہیں لہٰذا ہم قیادت کے معنی ہی بھول چکے ہیں، ہمیں قیادت و رہنمائی کی تعریف نئے سرے سے متعین کرنی چاہیے۔ ہمارے حکمران اگر کوئی خیر کا کام کرتے ہیں تو ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور یہ بھول جاتے ہیں کہ جو انہوں نے کیا وہ ان کی ذمہ داری اور ان کا فرض ہے۔ وہ اچھے کام کرکے لوگوں پر احسان نہیں کر رہے بلکہ یہ ان کو کرنے ہی چاہییں کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور اسی کام کے لیے انہیں مقرر کیا گیا ہے۔ اور جب وہ کچھ غلط کرتے ہیں تو ہم دم سادھ کر بیٹھ جاتے ہیں گویا ان حکمرانوں کو اپنے عوام کے استحصال کا حق حاصل ہے۔ اسلام میں حکمرانی رعیت کی مسئولیت کا دوسرا نام ہے۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ حکمرانوں کو یہ مقام دیا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کریں، پس انہیں وہ ذمہ داری ادا کرنی ہی چاہیے کہ اسی کی ان سے توقع رکھی جاتی ہے۔ اور جب وہ ذمہ داری ادا نہ کریں تو انہیں ہٹا دینا چاہیے اور کبھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ان کے پاس ملک یا عوام کی ملکیت ہے۔ الأرض والعباد لرب العباد، زمین اور انسان سب کے سب بندوں کے رب کی ملکیت ہیں۔ یہ وہ تصور ہے جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم واقف تھے اور ان کے دلوں میں یہ زندہ امر موجود تھا مگر ہم نے اسے بھلا دیا ہے۔ پس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: سنو اور اطاعت کرو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو متقی صحابہ میں سے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، نہ ہم سنیں گے اور نہ ہم اطاعت کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیوں؟ کہا کہ آپ نے ہم سب کو ایک کپڑا یا لباس دیا اور اپنے لیے دو رکھ لیے! کپڑے کے یہ ٹکڑے مال فے کے طور پر مدینہ لائے گئے تھے۔ پس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہر صحابی کو کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا۔ لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ انہوں نے اس طرح کے دو کپڑے پہن رکھے ہیں، لہٰذا انہوں نے اس بابت سوال کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو دو کپڑے ملیں اور ہمیں ایک ایک۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا بلکہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جائیں اور ان کو جواب دیں۔ پس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے واضح کیا کہ ہم سب کو کپڑے کا ایک ایک ٹکڑا ملا تھا، لیکن چونکہ میرے والد طویل القامت ہیں اور ایک ٹکڑے سے ان کا لباس نہیں بن سکتا لہٰذا میں نے اپنے حصے کا کپڑا بھی اپنے والد کو دے دیا۔ مگر آج ہماری زمینوں پر بھی قبضہ ہے، ہمارے وسائل پر بھی قبضہ ہے اور ہم انسانوں پر بھی قبضہ ہے مگر ہم نے اس حالت کو قبول کر رکھا ہے۔ حالانکہ اب یہ معاملہ کپڑے کے ایک ٹکڑے تک محدود نہیں ہے، بلکہ بطور امت ہم مقبوضہ ہیں، ہماری زمینیں تقسیم کر دی گئی ہیں اور یہ ظلم ہے اور ان ظالموں سے اللہ رب العزت قیامت کے دن کلام نہیں فرمائیں گے۔

۱۰۔ محتاجی کے بغیر سوال کرنے والا

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَائَتْ مَسْأَلَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوشًا أَوْ خُمُوشًا أَوْ كُدُوحًا فِي وَجْهِهِ (ابن ماجه)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس اتنا کچھ تھا کہ اسے (سوال سے) مستغنی کر دے، پھر بھی اس نے سوال کیا تو قیامت کے دن اس کا سوال اس کے چہرے میں خراشوں اور زخموں کی صورت میں ظاہر ہو گا۔“

جو شخص بقدر کفایت مال رکھنے کے باوجود لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور خود کو محتاج ظاہر کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں پیش ہو گا کہ ذلت کے طور پر اس کے چہرے پر نشانات ہوں گے جو واضح کریں گے کہ یہ بھیک مانگتا تھا۔

اسلام لوگوں میں قدر و منزلت اور عزت اور شرف دیکھنا چاہتا ہے مگر دوسری طرف اسلام اس بات کی رعایت بھی رکھتا ہے کہ کبھی کسی شخص کو فقر و فاقہ کا سامنا ہو جائے تو وہ کسی سے سوال کرکے اپنی ضرورت پوری کر لے اور ایسی صورت میں لوگوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے اور یہ مدد ان پر واجب ہے۔ کوئی شخص اگر اضطراری حالت کو پہنچ جائے اور سوال کرے تو اسلام لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ اس شخص کی مدد کی جائے۔ لیکن جس شخص کے پاس بقدر کفایت ہو اور وہ پھر بھی مانگے تو یہ مانگنا اس کے لیے ذلت کا سبب ہو گا کیونکہ اس کا مانگنا ضرورت سے نہیں بلکہ حرص اور لالچ کی وجہ سے ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پسند نہیں فرمایا۔

۱۱۔ جھوٹا خواب بیان کرنے والا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنْ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحيح بخاري)

"جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو تو اسے جَو کے دو دانوں کو قیامت کے دن جوڑنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اسے ہرگز نہیں کر سکے گا (اس لیے مار کھاتا رہے گا) اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔"

عام طور پر لوگوں کو خوابوں پر بہت اعتبار ہوتا ہے لہٰذا بہت سے لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے، مثلاً کسی کو طیش دلانے کے لیے، اپنا مقام و مرتبہ بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے لیے یا اپنے کسی عمل کا جواز پیش کرنے کے لیے گھڑ گھڑ کر خواب بیان کرتے ہیں۔ یہ گناہ ہے اور اس کی پاداش میں قیامت کے دن ایسے شخص کو وہ کام دیا جائے گا جو وہ ہرگز نہ کر سکے گا۔

لوگوں کی ٹوہ لگانے والے کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جائے گا، کیونکہ اس نے لوگوں کا حق خلوت و رازداری پامال کیا۔ حق رازداری یا پرائیویسی ایسا حق ہے جو اسلام نے انسانوں کو دیا ہے۔ اسلام نے کسی کی غیبت کرنے یا ٹوہ لگانے کی ہرگز اجازت نہیں دی خواہ جو کچھ وہ کر رہے ہوں وہ گناہ ہو یا غلط ہو، پھر بھی کسی کے پاس یہ حق نہیں کہ ان کی جاسوسی کرتا پھرے۔ اگر کوئی اپنے گھر کے اندر شراب بھی پیتا ہو، جو کبیرہ گناہ ہے، پھر بھی ہمارا کوئی حق نہیں کہ اس کی رازداری کا پردہ چاک کریں اور اس کی ٹوہ لگائیں۔ جو گناہ وہ اپنے گھر میں پوشیدہ ہو کر کر رہا ہو اس کا معاملہ اس شخص کے اور اس کے رب کے درمیان ہے، ہمارے اوپر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور اللہ رب العزت قیامت کے دن خود اس سے نمٹ لیں گے۔

لیکن اگر کوئی سڑک پر نکل کر شراب پینے لگے تو اس پر حد جاری ہوگی کیونکہ وہ جہاراً معصیت کا مرتکب ہوا۔ خلفائے راشدین کے دور میں ایسے (منافق یا دیگر) لوگ موجود تھے جو اپنے گھروں میں چھپ کر شراب نوشی کرتے تھے مگر ان پر اس لیے سزا نافذ نہیں کی گئی کہ انہوں نے کبھی بھی علی الاعلان یہ کام نہیں کیا۔

اسلام گناہوں کی تشہیر کو پسند نہیں کرتا۔ کوئی خلوت میں گناہ کرتا ہے تو ممکن ہے اللہ کبھی اس کو توبہ کی توفیق دے دیں ورنہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ چاہے اسے سزا دیں یا اسے معاف کر دیں۔ معاف کرنے اور سزا دینے کا اختیار سراسر اللہ رب العزت ہی کے پاس ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی صحبه وسلم

☆☆☆☆☆

ماہِ رجب میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- رجب ۲ھ: بیت المقدس سے مکہ مکرمہ کی طرف قبلہ تحویل ہوا۔
- رجب ۹ھ: غزوۂ تبوک پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ تیس ہزار مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے بلاد روم کی طرف رومی لشکر کو روکنے کی خاطر روانہ ہوئے، جو مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے آ رہا تھا۔ چنانچہ معرکہ پیش نہ آیا اور مسلمانوں کی واپسی ہوئی۔ اس غزوہ کی بدولت منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا آشکارا ہوئے۔
- رجب ۱۴ھ: مسلمانوں نے دمشق فتح کر دیا اور اہل دمشق نے مسلمانوں سے صلح کا مطالبہ کیا۔
- ۲۵ رجب ۱۰۱ھ: امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ۳۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی اور یزید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔
- رجب کی آخری شب ۲۰۴ھ: امام شافعی رحمہ اللہ کی ۵۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ آپؒ نے اصول فقہ کے موضوع پر عظیم تالیفات تصنیف فرمائیں جن میں اہم کتابیں الرسالہ اور کتاب الام شامل ہیں۔
- ۲۸ رجب ۵۸۳ھ: ۸۸ سال بیت المقدس پر صلیبیوں کے قبضے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں مسلمانوں نے بیت المقدس کو فتح کر دیا۔ آپؒ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔
- ۳۰ رجب ۹۲۲ھ: آخری عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ کے انتقال کے بعد دولتِ عثمانیہ کے سلطان سلیم اول کو خلافت منتقل ہوئی اور خلافت عثمانیہ کے پہلے خلیفہ بنے۔

سورۃ الانفال

خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالمِ ربانی استاد احمد فاروق عِشْلِيّه

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد و على آله و صحبه و ذريته اجمعين اما بعد

فقد قال الله سبحانه وتعالى في كتابه المجيد بعد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمان الرحيم

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ (سورۃ الانفال: ۳۰)

صدق الله مولانا العظيم

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور یاد کیجیے وہ وقت کہ جب کافر آپ کے خلاف چال چل رہے تھے، لِيُثْبِتُوكَ کہ آپ کو پکڑ لیں، آپ کو قید کر دیں، أَوْ يَقْتُلُوكَ یا آپ کو قتل کر دیں، أَوْ يُخْرِجُوكَ یا آپ کو نکال دیں، جلاوطن کر دیں، وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ اور یہ (یعنی کافر) مکر کرتے ہیں اور اللہ ان کے خلاف چال چلتا ہے، وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کے خلاف، انبیاء اور انبیاء کے پیروکاروں کے خلاف کفار کے جو ہتھکنڈے ہوتے ہیں، ان کا بیان فرمایا ہے، اور بنیادی طور پر تین ہتھکنڈوں کا ذکر کیا ہے: قید کرنا، قتل کرنا اور جلاوطن کرنا۔ یہی ہتھکنڈے رسول اکرم ﷺ کے خلاف بھی استعمال ہوئے اور یہی ہتھکنڈے آج تک انبیاء کے رستے پہ جو بھی چل رہا ہے اس کے خلاف استعمال کیے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پہ کسی بھی دین پر چلنے والے کے خلاف کافروں کا آخری حربہ یا زیادہ سے زیادہ کوئی چال ہے جو وہ اختیار کر سکتے ہیں تو وہ یہی تین چیزیں ہیں کہ قید کرنا، قتل کرنا یا جلاوطن کر دینا۔ اللہ کے نبی ﷺ کے دور میں بھی وہ یہی سمجھتے تھے کہ غالباً ان ذرائع سے، ایسے ظلم سے وہ بات کو دبا لیں گے اور اللہ کے دین کی دعوت کو روک لیں گے۔ لیکن بالآخر یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی چال غالب رہی اور ان کا ہر حربہ انہی کے خلاف پڑا اور دین کو جتنا دبانے کی کوشش کی اتنا زیادہ وہ پھیلا۔ آج بھی جو راہ حق کو اختیار کرے گا، بالخصوص جہاد کے رستے پر آئے گا، جہاد کے لیے دعوت دے گا، جہاد کے لیے نکلے گا، قتال کے میدانوں کا رخ کرے گا، اس کو ان میں سے کسی نہ کسی چیز کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جہاد کے رستے پر آنے والے کو ان تینوں حربوں کے لیے ذہناً تیار ہونا چاہیے: قید، قتل اور جلاوطنی۔ تو یہ انبیاء کا رستہ ہے۔ کسی بھی نبی کی سیرت آپ اٹھا کر دیکھ لیں تو ان کی زندگی میں آپ کو بالکل سکون، اور سالوں تک ایک سے تسلسل سے چلتی زندگی جو کبھی متاثر نہ ہوئی ہو، کبھی کسی نے ان کو اف نہ کہا ہو، کبھی کسی نے ان کے خلاف ظالمانہ اقدام نہ کیے ہوں، ایسی زندگی کبھی نہیں ملتی آپ کو انبیاء کی۔ انبیاء کی زندگیوں میں ہجرتیں آتی ہیں، قتل آتا ہے، شہادتیں آتی ہیں، اعزاو اقربا کا چھننا آتا ہے، اپنوں کا مخالف ہونا آتا ہے، پوری قوم کا اپنے خلاف کھڑا ہو جانا آتا ہے، یہ سب آزمائشیں انبیاء کی زندگی میں آتی ہیں۔ یہ صرف اللہ کے آخری نبی ﷺ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی دیکھیں! شروع کہاں سے ہوتی ہے؟ عراق کے ایک علاقے سے اور فلسطین اور شام اور گھومتے گھومتے مکہ، اتنا طویل سفر ہے، ہجرتیں در ہجرتیں جو آپ کو کرنی پڑتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، ہجرتوں ہی ہجرتوں کا سفر ہے، پہلے فرعون کے خوف سے بھاگتے ہیں، پھر قوم سمیت فرعون کے خوف سے وہاں سے نکلتے ہیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ اس قوم سمیت صحرا کے اندر ایک طویل سفر کرواتے ہیں، مستقل دربدری کی زندگی ہے، کٹھن اور مشکلات اور دشواریوں والی زندگی ہے۔ کتنے انبیاء ہیں کہ جن کی شہادتیں ہوئیں ان کی قوم کے ہاتھوں، انہوں نے اپنی جان دی اس رستے کے اندر، تو انبیاء کی زندگی ایسی ہے۔

دعوتِ حق اہلِ باطل پر رعب طاری کر دیتی ہے

جیسا کہ روایات کے اندر کسریٰ کے حوالے سے آتا ہے کہ جب اس تک یہ دعوت پہنچی تو اس نے کہا کہ: 'إنّ هذا أمرٌ يكرهُهُ الملُوك'، یہ ایک ایسی دعوت ہے جسے بادشاہ نہیں برداشت کر سکتے۔ تو یہ دعوت اپنی تاثیر کے اعتبار سے ایسی ہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت قبول نہیں کرتی۔ اللہ کے سوا اللہ کی زمین میں، اللہ کی مخلوق پہ کسی اور کا نظام چلنا قبول نہیں کرتی۔ تو جو بھی یہ دعوت دیتا ہے وہ چاہے تنہا ہی کیوں نہ ہو، مخالفین اس کی دعوت کی قوت و تاثیر سے کانپنے لگتے ہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک فرد تھے، ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام تھے، دونوں فرعون کے دربار میں جاتے ہیں، ان کے ساتھ کوئی لشکر کوئی طاقت کچھ بھی نہیں۔ فقط دو بندے ہیں جن کے پاس ان کی زبان ہے بس اور اللہ کا سہارا ہے۔ تو وہ جب فرعون کے دربار میں بات کرتے ہیں تو فرعون اپنی قوم سے کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ یہ دو ساحر ہیں جو تمہیں تمہاری زمین سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ دو بندے جو خالی ہاتھ آئے ان سے لشکروں کے حامل فرعون کو اتنا خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى○(سورۃ طہ: ٦٣)

”انھوں نے کہا کہ: یقینی طور پر یہ دونوں (یعنی موسیٰ اور ہارون) جادو گر ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور پر تم لوگوں کو تمہاری سر زمین سے نکال باہر کریں، اور تمہارے بہترین (دینی) طریقے کا خاتمہ ہی کر ڈالیں۔“

یہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دیں گے اور تمہارا جو بہترین طرز زندگی ہے، تمہاری جو اقدار ہیں تمہاری جو ویلیوز ہیں اس کے اور تمہارے لائف اسٹائل (جیسا کہ امریکہ آج کہتا ہے) کے دشمن ہیں، یہ تمہاری اُس زندگی کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ دو بندوں کے پاس ایسی کیا قوت تھی کہ فرعون، جسے قرآن 'ذو الاوتاد' کہتا ہے، یعنی جو لشکروں والا ہے، جس کے لشکر جب پھیلتے تھے تو خیمے ہی خیمے گڑ جاتے ہر طرف، اتنے بڑے بڑے اس کے لشکر تھے، اور جس نے سالہا سال اپنی قوت کے زور سے بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا، وہ خطرہ محسوس کرتا ہے اس دعوت سے؟ اسی طرح مکہ کے اندر رسول اکرم ﷺ ایک فرد ہیں، آپ کے پاس کوئی لشکر نہیں ہے، قریش کے مقابلے میں آپ کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے، لیکن قریش کے بڑے اکٹھے ہوتے ہیں، آپ کے خلاف سازشوں کے جال بنتے ہیں، طرح طرح کے حربے اختیار کرتے ہیں، لالچ دیتے ہیں، اس لیے کہ پتہ ہے کہ وہ لوگ باطل پہ ہیں اور جو دعوت سامنے سے آرہی ہے وہ حق دعوت ہے۔ ان کو حق دعوت کا آنا اپنی موت نظر آتا ہے۔ ان کو یہ پتہ ہے کہ یہ حق دعوت پھیلے گی تو ان کی جھوٹی خدائیاں پاش پاش ہوں گی اور دنیا کے اندر اللہ کا نظام پھیلے گا۔ ابو جہل سمجھتا تھا کہ لا الہ الا اللہ کتنی خطرناک چیز ہے کفار کے لیے اور باطل کی پیروی کرنے والوں کے لیے۔

جو دعوت بلا مزاحمت قبول کر لی جائے اس میں کچھ نقص ہے

آج دین کی دعوت کو نہ سمجھنے والے اس کو اتنا ہلکا پھلکا پیش کرتے ہیں کہ وہ دعوت آپ جا کر عین امریکہ میں بھی کھڑے ہو کر بیان کرنا چاہیں تو امریکی خود ان کو ویزہ دیتے ہیں کہ لیں جی بسم اللہ! آیئے اور آکر دعوت دیں۔ اس دعوت میں کچھ نقص ہے۔ جو دعوت اتنی کمزور اور پھسپھسی ہو کہ کہنے کو کوئی دین کی دعوت دے رہا ہو اور اسے کوئی کافر کچھ نہ کہتا ہو، کوئی اس سے تعرض نہ کرتا ہو، کوئی اسے روکتا نہ ہو، کوئی اسے پکڑ تا نہ ہو، کوئی اس کو گرفتار نہ کرتا ہو، تو یقیناً اس دعوت میں کوئی کمزوری ہے، یقیناً اس دعوت میں کہیں نہ کہیں کوئی نقص پایا جاتا ہے، ورنہ کفار کبھی بھی دین کی دعوت ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتے۔

انبیاء کی لائی ہوئی دعوت میں تصادم کا آنا ناگزیر ہے

تو وہ دعوت جو رسول اکرم ﷺ لے کر آئے، وہ دعوت جو تمام انبیاء لے کر آئے اس میں تصادم کا آنا ناگزیر ہوتا ہے۔ باطل پر چلنے والوں سے ٹکر ہونا ناگزیر ہوتا ہے اس دعوت میں۔ یہ دعوت آدھے پونے حل قبول نہیں کرتی، یہ دعوت مداہنت قبول نہیں کرتی، اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ ہر قسم کی ڈیل کرنے کی کوشش کی کفار نے جس سے وہ اپنے اصولوں پر سودے بازی کر لیں، مال کی پیشکش، سلطنت کی پیشکش۔ آج جو لوگ کرسی تک پہنچنے کے لیے تمام جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہم دین کے لیے کر رہے ہیں، اگر یہی کرنا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کو تو انہوں نے آکر کہا تھا کہ ہم آپ کو سردار بنا دیتے ہیں! اگر آج کے ذہن سے سوچیں تو اس وقت آپ ﷺ کو یہی کرنا چاہیے تھا کہ آپ کرسی تک پہنچ جاتے اور پھر جب قوت مل جاتی تو نافذ کر دیتے اور بتدریج دین کو لے آتے کسی اور ذریعے سے، لیکن آپ نے اپنے اصولوں پر سودے بازی کرنا نہیں قبول کیا، اپنی دعوت کو ہمیشہ صاف ستھرا اور واضح رکھا۔

جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے تو ان کا پہلا ردعمل یہ تھا کہ تم جو دعوت لے کر آئے ہو وہ تم سے پہلے جو بھی لے کر آیا ہے ضرور اس سے عداوت رکھی گئی ہے، ضرور اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ اور کہا کہ کاش میں اس وقت جوان ہوتا، قوت میں ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں جلاوطن کر دے گی، کاش اس وقت میں تمہاری مدد کرنے کے قابل ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے حیرت سے دریافت فرمایا کہ مجھے! میری قوم مجھے نکالے گی؟ آج یہ قوم جسے صادق کہتی ہے، امین کہتی ہے، احترام کرتی ہے اس سے محبت کرتی ہے، وہ ہستی کہتی ہے کہ مجھے قریش کے لوگ یہاں سے نکال دیں گے؟ مکہ والے یہاں سے نکال دیں گے؟ تو اس کے جواب میں وہ یہ کہتے ہیں کہ جو دعوت تم لے کر آئے ہو وہ جو بھی لے کر آتا ہے اس کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

دین کی قدر آزمائشوں سے گزر کر ہی آتی ہے

تو یہ رستہ ہے ہی ایسا پیارے بھائیو کہ جو اس رستے پر چلے گا اسے ان تین چیزوں کے لیے تیار رہنا چاہیے، قید کے لیے، قتل کے لیے، جلاوطنی کے لیے۔ اور جب ان آزمائشوں کی بھٹی سے کوئی داعی گزرتا ہے، کوئی دین کا حامل فرد گزرتا ہے پھر اس کو اپنے دین کی قدر آتی ہے، جب دین کی خاطر اس کا خون گرتا ہے تو اس دین کی محبت تب اس کے سینے میں پیدا ہوتی ہے، جب وہ اس کی خاطر کچھ قربان کرتا ہے، جب اس کی خاطر وہ کچھ دیتا ہے۔

ایک ایسا دین کہ جس کی خاطر آپ نے کچھ بھی نہ دیا ہو، کچھ بھی نہ قربان کیا ہو، آپ اس کی قدر نہیں کر سکتے۔ قدر دل میں پیدا تب ہوتی ہے جب آپ کا بھائی اس کی خاطر شہید ہوتا ہے، جب آپ کا باپ اس کی خاطر جیل جاتا ہے، جب آپ کی بہنیں اس کی خاطر اذیتیں برداشت

کرتی ہیں، جب آپ خود اپنے جسم کا خون اس رستے میں دیتے ہیں، پھر آپ کو قدر آتی ہے کہ یہ کتنا قیمتی دین ہے اور یہ آپ کو اپنی جان سے، اپنے مال سے اپنے اہل وعیال سے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔

تو یہ تین چالیں ہیں کفار کی۔ کفار نے اُس دور میں بھی یہ سمجھا کہ وہ ان کے ذریعے دین کو دبا لیں گے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ دین کتنی قوی چیز ہے۔ یہ اللہ کا دین ہے۔ یہ اللہ کا وہ نور ہے جو پھونکوں سے نہیں بجھایا جاتا۔

پہلا حربہ: (سنت انبیاء) قید

آج کے دور میں بھی کتنے ہی لوگ ہیں جو اللہ کے رستے پر چلے، وہ علمائے حق ہوں، وہ مجاہدین ہوں، وہ دین کے داعی ہوں کہ جن کو دین پر چلنے کی پاداش میں قید کیا گیا۔ تو اُس دور میں بھی قید کا حربہ استعمال کیا گیا۔ ابتدائی دور تھا اسلام کا، مسلمان کمزوری کے عالم میں تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، خواتین میں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور اسی طرح دیگر بہت سے خواتین و حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے کہ جن کو قید کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ قید انبیاء کی سنت ہے۔ یہ یوسف علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس قید کے ذریعے انہوں نے چاہا کہ دین کو دبائیں۔ لیکن وہ دبا نہیں۔ وہ اُس دور میں بھی پھیلا۔ اِس دور میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جیل مدرسے کا کام دیتے ہیں۔ طالبان کی صفوں میں دیکھیں افغانستان کے اندر تو وہاں بھی قائدین کی سطح پہ بہت سے لوگ آپ کو وہ نظر آتے ہیں جو جیلوں سے ڈگری لے کر نکلے، مدرسے کا کام دیا ان کے لیے جیل نے، کوئی چھ سال لگا کے نکلا کوئی آٹھ سال لگا کے نکلا۔ اسی طرح قبائلی پٹی کے محاذ پر دیکھیں تو یہاں بھی طالبان ہوں، القاعدہ سے وابستہ مجاہدین ہوں یا دیگر مجموعات سے وابستہ مجاہدین ہوں ان میں سے بھی قیادت کا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے جو جیلوں سے فارغ التحصیل ہے، جو جیلوں سے اپنی اپنی ڈگریاں لے کر نکلا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک عام مجاہد ہوتا ہے، وہ جیل میں داخل ہوتا ہے، جب جیل سے کچھ سال بعد باہر آتا ہے تو قرآن حفظ کر چکا ہوتا ہے، ان علماء سے جو دین پر چلنے کے جرم میں جیل میں ہوتے ہیں ان سے وہ حدیث کی کتابیں پڑھ چکا ہوتا ہے، کئی ساتھی ایسے ہیں جو جیل جانے سے پہلے عامی تھے اور جیل سے نکلے تو باقاعدہ علماء بن چکے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت کا انتظام کیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ویسے کبھی بھی نہ پڑھتے، ساری زندگی بندوقوں میں ہی گم رہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ سات سال جیل کی ہوا سے گزار کے ان کی سطح کہیں سے کہیں پہنچا دی۔

پھر علم دین سے ہٹتے ہوئے بھی جیل ایک بھرپور تربیت گاہ ہے۔ آپ کو وہاں دنیا کی بدترین مخلوق سے لے کر بہترین مخلوق تک سب مل جاتی ہے۔ اور ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ کٹھن حالات میں رہنے سے جو تجربہ حاصل ہوتا ہے وہ سالوں میں کبھی نہیں حاصل ہوتا جو جیل کے چند ایام میں حاصل ہو جاتا ہے۔ انسان انسانوں کو پہچاننا سیکھ جاتا ہے، انسانوں سے تعامل کرنا سیکھ جاتا ہے، تنگیاں اور آزمائشیں سہنا سیکھ جاتا ہے، صبر کرنا سیکھ جاتا ہے۔ تو جیل سے نکلے ہوئے افراد بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ کافروں نے اپنے تئیں یہ سمجھا کہ وہ گوانتانامو سے، بگرام سے، ابو غریب سے امت کو توڑیں گے یا خوفزدہ کر دیں گے، اس کی تصویریں نشر کر کر کے ڈرائیں گے، لیکن اس کا نتیجہ ہمیشہ الٹا ہوا کہ وہاں سے ایسے ایسے ہیرے موتی برآمد ہوئے اور ایسے ایسے لوگ نکلے جو آج تک ان کے لیے ناک میں دم کرنے کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ تو یہ ایک حربہ ہے جو وہ اختیار کرتے ہیں کہ قید کے ذریعے روکیں۔

دوسرا حربہ: قتل (یعنی شہادت)

دوسرا حربہ قتل ہے۔ اور یہ حربہ بھی صرف رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قرآن بار بار ذکر کرتا ہے، اصحاب کہف کا ذکر کرتا ہے:

إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ○ (سورۃ کہف: ۲۰)

”کیونکہ اگر ان (شہر کے) لوگوں کو تمہاری خبر مل گئی تو یہ تمہیں پتھراؤ کر کے ہلاک کر ڈالیں گے، یا تمہیں اپنے دین میں واپس آنے کے لیے مجبور کریں گے، اور ایسا ہوا تو تمہیں کبھی فلاح نہیں مل سکے گی۔“

اصحاب کہف جب بیدار ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جب باہر نکلو گے تو ہوشیار رہنا، گر انہوں نے تم پہ قبضہ پالیا تو یا تمہیں رجم کر دیں گے، سنگسار کر کے قتل کر دیں گے، یا تمہیں واپس اپنی ملت میں پلٹا لیں گے۔ تو جب کوئی اور رستہ نہیں بچتا تو کافر یہی دو رستے چھوڑتے ہیں۔ یا وہ کہتے ہیں، جو ہمیں بھی دعوت دی جاتی ہے کہ main stream (مرکزی دھارے) میں واپس آجاؤ، یہی دعوت اُس وقت بھی تھی کہ ہمارے قومی دھارے میں، ہماری ملت میں، جو ہمارے گمراہ طریقے ہیں ان پر واپس آجاؤ یا پھر سنگسار ہونے کے لیے، قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تو ہر دور میں انبیاء کو اسی طرح پکارا گیا، اسی طرح ان کو دھمکی دی گئی کہ یا سنگسار ہو گے یا اپنے قومی دھارے میں واپس آجاؤ۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

قرآن کے تبصرے دائمی تبصرے ہوتے ہیں، ایسے تبصرے جو قیامت تک آپ کو رہنمائی دیتے ہیں۔ جیسے تک جو کل کا فرعون کہتا تھا وہی آج کا فرعون کہتا ہے۔ جو کل کے اہل ایمان کہتے تھے وہی آج کے اہل ایمان کہتے ہیں۔ وہی تصویریں ہیں۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس امت کے نوجوان قرآن کی روشنی میں زندگی گزارنا سیکھیں۔ قرآن کو ایک جامد چیز کے بجائے ایک زندہ کتاب کے طور پر پڑھیں جو ہر وقت ہر لمحے میں ان کو رہنمائی دیتی ہے۔ تو یہ دھمکیاں تھیں جو کل بھی دی گئیں کہ قتل کر دیں گے، مار دیں گے، بوٹیاں علیحدہ کر دیں گے، لیکن جواب ہمیشہ اہل ایمان کا ایک سا ہوتا ہے۔ وہ جواب ہوتا ہے جو ساحروں نے فرعون کو دیا جب وہ ایمان لے آئے، جب ان کو دھمکی دی گئی کہ:

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمۡ فِيۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ (سورۃ طہ: ۷۱)

”اب میں نے بھی پکا ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔“

تو ان کا کیا جواب تھا؟

فَاقۡضِ مَآ اَنۡتَ قَاضٍ (سورۃ طہ: ۷۲)

کر لو جو کرنا ہے! جو فیصلہ کرنا ہے تم نے کر لو، جو تمہارے بس میں ہے، جو چال چلنی ہے چل لو۔ تو یہ وہ جواب ہے جو اہل ایمان کی طرف سے ہمیشہ ایسی دھمکیوں کے جواب میں ملتا ہے اور اس سے کافروں کا ذلیل و حقیر ہونا اور ان کا عاجز و بے بس ہونا پوری طرح کھل کے سامنے آجاتا ہے۔

ایک بندے کے پاس سلطنت ہے، لاکھوں کی فوجیں ہیں، آپ کو پکڑا ہوا ہے، ایک بے بس آدمی ہے جس کے خلاف وہ ہر قسم کے اذیت کے حربے استعمال کر رہا ہے اور وہ اس سے اتنی سی بات کہلانا چاہتا ہے جو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہلانا چاہتا تھا کہ احد احد کہنا بند کر دو اور دین سے واپس لوٹ جاؤ، پر وہ ایک بندے کے عزم کو نہیں توڑ پاتا۔ اس سے زیادہ عاجز کون ہو گا جو ایک بندے کے سینے میں جو عزم ہے اس کو نہ توڑ سکتا ہو؟ تو وہ ﴿فَاقۡضِ مَآ اَنۡتَ قَاضٍ﴾ کا جواب ہمیشہ کے لیے اہل ایمان کی طرف سے جاتا ہے اور کافروں کو یہ واضح پیغام دیتا ہے کہ اللہ کے اوپر ایمان جب سینے میں راسخ ہو جائے تو وہ اس ظلم سے اس جبر سے، وہ جیٹ جہازوں کے استعمال سے، وہ ہیلی کاپٹروں سے، وہ توپیں داغنے سے، وہ ان چیزوں سے نہیں ختم ہو سکتا۔

تو یہ وہ پیغام ہے جو آج امریکہ کو دے رہے ہیں مجاہدین اپنے عمل سے۔ یہ وہ پیغام ہے جو آج پاکستانی فوج کو دے رہے ہیں مجاہدین اپنے عمل سے۔ چھ ماہ تک پاکستانی فوج نے محسود میں آپریشن سے قبل دن رات بمباری کی۔ جیٹ جہازوں کا اس قدر استعمال یقین سے ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی نہیں کیا کہ چھ ماہ تک تو ان کی کوئی جنگ کبھی نہیں رہی۔ نہ انہوں نے سن پینسٹھ بھی کبھی استعمال کیا نہ اکہتر میں اس طرح استعمال کیا، کبھی کسی کافر کے خلاف نہیں استعمال کیا۔ تو چھ ماہ تک ہمارے اوپر بلا توقف بمباری ان کی ہوتی رہی۔ اور آج بھی ان کا خیال ہے کہ انہوں نے سوات سے لے کر خیبر اور کرزئی اور جگہ جگہ مجاہدین پر زمین تنگ کی ان کو پیچھے دھکیلا۔ سوال ان سے بس اتنا سا ہے کہ کیا مجاہدین اپنی دعوت سے پیچھے ہٹ گئے؟ کیا مجاہدین اپنے مشن سے پیچھے ہٹ گئے؟ کیا مجاہدین اپنے رستے سے پیچھے ہٹ گئے؟ الحمد للہ وہ آج بھی ادھر ہی جمے ہوئے ہیں اور یہ اونچ نیچ، یہ تو وقتی ہوتی ہے اور یہ جنگ کا حصہ ہوتا ہے، جنگ کی فطرت ہی یہ ہے، جو احادیث کے اندر آتا ہے کہ ’الحرب سجالٌ و دُوَل‘، وہ ڈول کی طرح ہے، کبھی کوئی ڈول بھر کے لے جاتا ہے کبھی کوئی اور۔ کبھی ایک کو فتح ملتی ہے کبھی دوسرے کو فتح ملتی ہے۔ تو یہ تو سب کچھ واپس پلٹ جانا ہے۔ اصل فیصلہ اس بات کا ہوتا ہے کہ کیا وہ اس عزم کو توڑ پائے؟ کیا وہ اس نظریے کو بدل پائے؟ تو وہ نہیں بدل پائے اور نہ وہ بدل سکتے ہیں، اس لیے کہ جو حق پہ کھڑا ہو وہ کبھی بھی باطل کے اس قسم کے حربوں سے نہیں رکتا۔

تو قتل وہ دوسرا حربہ ہے جو انہوں نے استعمال کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی استعمال کرنا چاہا لیکن جواب ہمیشہ وہی ملا، نہ صحابہ کبھی اس کی وجہ سے پیچھے ہٹے اور نہ صحابہ کے رستے پہ چلنے والوں کو ان دھمکیوں یا آزمائشوں کی وجہ سے پیچھے ہٹنا چاہیے۔ اس کی اگر ماضی قریب میں کوئی مثال ملتی ہے تو عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے جو آخری چند دن ہیں وہ عین اسی ﴿فَاقۡضِ مَآ اَنۡتَ قَاضٍ﴾ کی تفسیر ہیں کہ کر لو جو کرنا ہے۔ گھیرے میں ایک بندہ ہو، پانی بند ہو، بجلی کٹی ہو، زندگی تنگ ہو اور ہر طرف سے اس کو پتا ہو کہ یہاں سے بچ کر جانا ممکن ہے، یہاں لڑنے کا مطلب شہادت ہی ہے اور اس کو پیشکش کی جا رہی ہو کہ ہتھیار ڈال دو، گرفتاری دے دو، اور وہ نہ پیچھے ہٹے، تو بہت عظمت والی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے، بہت عظمت والی موت ہے یہ۔ تو یہ ہے دوسرا حربہ۔

تیسرا حربہ: جلاوطنی (یعنی ہجرت)

تیسرا حربہ جلاوطنی ہے۔ قید جو ہے وہ مدرسہ ہوتا ہے مجاہدین کا، قتل مجاہدین کے لیے شہادت ہوتی ہے، قتل کی تو وہ خود تمنا کرتے ہیں اور اگر مجاہدین کے بس میں ہو تو ان میں سے ہر ایک وہ کرے جو سورۃ البروج کی تفسیر میں واقعہ آتا ہے کہ نوجوان کو قتل کرنے کی ہر طرح سے کوشش کر دیکھتا ہے، اس کے ایمان کی پاداش میں اسے قتل کیا جا رہا ہوتا ہے لیکن وہ نہیں قتل ہو رہا ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں تو آخر میں وہ پھر طریقہ سجھاتا ہے کہ تم ’بسم رب ھذا الغلام‘، یعنی اس لڑکے کے رب کے نام کے ساتھ کہہ کر مجھے تیر مارو گے پھر میں شہید ہوں گا۔ یعنی اپنے آپ کو شہید کرنے کا طریقہ وہ اسے خود سجھاتا ہے۔ مجاہدین کے تو دل کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ وہ تو نکلتے ہی اس لیے ہیں کہ شہادت حاصل کریں تو ان کو شہید کر کے کوئی خوش ہوتا ہے تو وہ تو احمق ہے، وہ تو چاہتے ہی یہ تھے، یہی تو ہدف تھا ان کا، سب سے بڑی تمنا ان کی زندگی کی یہ تھی، تو قید ان کا مدرسہ ہوتا ہے، قتل ان کے لیے شہادت ہوتی ہے اور تیسری چیز جلاوطنی ہے جو ان کے لیے سفر و سیاحت ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، ’سِيَاحَةُ أُمَّتِي الجِهاد‘، میری امت کی سیاحت جہاد ہے۔ تو مجاہد کو اور کیا چاہیے! وہ تو گھومنے پھرنے کے لیے ویسے ہی موقع کی تلاش میں ہوتا ہے۔ جب اس کی دوڑ لگتی ہے، جب ایجنسیاں چھاپے مارتی ہیں، جب دشمن اس کے پیچھے بھاگتا ہے، تو اس کے لیے ایک اور دنیا کھول دیتی ہے وہ چیز۔ اور جس طرح مکہ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو کافروں نے ایک لمحے کے لیے تو سکھ کا سانس لیا کہ چلو یہاں سے تو گئے، لیکن دس سال گزرنے کی دیر تھی کہ وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کے دروازے پر کھڑے تھے اور دوبارہ کسی کے اندر لڑنے کی ہمت نہیں تھی۔

تو اللہ تعالیٰ مزید دروازے کھولتے ہیں جو کافروں کے وہم و گمان میں نہیں ہوتے۔ امارت اسلامیہ پر حملہ کیا تو ان کا خیال تھا کہ انہوں نے سارے مجاہدین کی قوت توڑ دی، ان کو نکال دیا، امارت سے سب بکھر گئے، وہ شہد کی مکھیوں کی طرح سب بکھرے اور وہی دس سال گزرے اور اس کے بعد انہی مجاہدین میں سے ایک صومالیہ میں جہاد کی قیادت کر رہا ہے، ایک الجزائر میں قیادت کر رہا ہے، ایک یمن میں قیادت کر رہا ہے جو جیلوں سے چھوٹ کر نکلا اور ایک عراق کے اندر قیادت کر رہا ہے۔ وہی جہاد جو ایک جگہ بند تھا، وہ چھ سات محاذوں پر پھیل گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے لیے مصیبت کا سامان ہو گیا۔

تو یہی وہ تیسرا حربہ ہوتا ہے جس کو وہ مجاہدین کے خلاف یا اللہ کے دین پر چلنے والوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں، جلاوطنی اور یہ جلاوطنی ہمیشہ واپس انہی کے خلاف الٹی پڑتی ہے۔ کسی مجاہد کے لیے یا دین پر چلنے والے کے لیے وہ ہجرت کا رستہ ہے جو اس کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔ ہجرت کے اندر انسان پختہ ہوتا ہے، وہ طرح طرح کے لوگوں سے ملتا ہے، طرح طرح کے حالات سے گزرتا ہے، اپنے وطن اپنی قوم سے دور ہوتا ہے، اجنبی علاقوں میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کا موقع ملتا ہے، طرح طرح کے حالات سے گزرنے کا، تو اس بھٹی سے گزر کے جو انسان تیار ہوتا ہے وہ کچھ اور چیز ہوتا ہے، وہاں قیادتیں تیار ہوتی ہیں، ان آزمائشوں سے گزر کے امت کے بوجھ سنبھالنے کی صلاحیت رکھنے والے لوگ تیار ہوتے ہیں۔

تو یہ وہ تین حربے ہیں جو کافروں کے پاس ہیں۔ یہ ان کی آخری انتہا ہے جو وہ ہمارے خلاف کر سکتے ہیں اور وہ قید ہے جو مدرسہ، قتل ہے جو شہادت اور وہ جلاوطنی ہے جو کہ ہجرت ہے۔ ہجرت کی تو ویسے ہی اتنی فضیلت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ”کیا تم جانتے نہیں کہ اسلام اپنے سے پیچھے کے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پیچھے کے سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے“، تو ہجرت تو اتنے عظیم اجر و ثواب والی عبادت ہے کہ مجاہد تو ویسے ہی موقع ڈھونڈ رہا ہوتا ہے کہ اسے اس کی سعادت مل سکے، کہ وہ اللہ کی خاطر ہجرت کرے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلے۔

تو پیارے بھائیو یہ وہ تین حربے ہیں اور انہی تین کے بارے میں مکہ کے بڑے بڑے سردار ’دار الندوہ‘ میں اکٹھے ہوئے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو جب وہ کسی طرح نہیں دبا پائے تو ان کے بڑوں نے کہا کہ آؤ مل بیٹھ کے مشورہ کرتے ہیں کہ کیسے اس دعوت کا علاج کیا جائے۔ تو یہی تین مشورے تھے جو مختلف لوگوں کی طرف سے آ رہے تھے۔ دار الندوہ اس وقت کی ان کی پارلیمنٹ تھی، اور پارلیمنٹ جس طرح آج اکٹھی ہوتی ہے اور دہشت گردی کی مذمت میں قراردادیں اور کبھی ان کے خلاف آپریشن کرنے کی قراردادیں دیتی ہے، اسی طرح اس وقت ان کی پارلیمنٹ دار الندوہ میں سب اکٹھے ہوئے، انہوں نے ایک قرار داد پاس کرنے کا فیصلہ کیا جس سے اس مسئلے کا ہمیشہ کے لیے علاج ہو جائے، اسلام کی دعوت ہمیشہ کے لیے دب جائے۔

تو بعض روایات کے مطابق، جو فیصلہ ہوا یعنی جو قرار دار منظور ہوئی وہ یا ابو جہل کی پیش کردہ تھی اور بعض روایات کے مطابق شیطان خود ایک بوڑھے انسان کی شکل میں آیا اور اس نے وہ قرار دار پیش کی جس کے اوپر سب نے لبیک کہی۔ اور وہ قرار داد یہ تھی کہ قتل تو کرنا ہے لیکن اگر کوئی ایک قبیلہ آگے بڑھ کر یہ کرے گا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری قوم اس کی مخالف ہو جائے گی، لہٰذا ایسا کرتے ہیں کہ ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان چنتے ہیں اور سب مل کر حملہ کریں گے تاکہ اتنے قبیلوں پر خون بٹ جائے کہ بالآخر قریش کو، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو دیت لینے پر راضی ہونا پڑے۔ تو یہ وہ شیطانی چال تھی جس کے اوپر سب کا اتفاق ہوا، لیکن اللہ فرماتے ہیں ﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ﴾ وہ چال چلتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بھی چال چلتے ہیں، انہوں نے اپنے تئیں بہت محکم منصوبہ بندی کی، گھر کو گھیر لیا اور بظاہر یہ نظر آ رہا تھا کہ یہ شاید دین کا آخری دن ہو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو محور تھے اس پوری دعوت کے، وہ گھیرے میں آ چکے تھے، اسلام اتنا ضعیف تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے اس پہلو سے سوچنے کی بات ہے کہ وہ دین جو بعد میں تین براعظموں تک پھیلا، ایک دن ایسا بھی اس دین پر گزرا کہ جب اس کا نبی بھی غیر محفوظ تھا اور جب اس کے نبی کا گھر گھیرے میں تھا اور اسلام کو چاہنے والے یا نبی سے محبت کرنے والے بچانے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھے۔ تو یہ وہ طعنہ ہے جو بہت سے لوگ مجاہدین کو دیتے ہیں کہ یہ دیکھو ان کی تو قیادت غاروں میں چھپتی پھرتی ہے۔ تو غاروں میں چھپنا تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ اس کے بعد کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار ہی میں چھپے تھے، تو جو بھی اس رستے پر چلے گا اس پر یہ سب کچھ گزرے گا، یہ کوئی عار کی بات نہیں ہے۔ وہ جماعتیں جو آج بازاروں، گلیوں اور شہروں میں دفاتر کھول کر بیٹھی ہیں بڑے بڑے بینر لگا کر اور ان میں کا کوئی فرد طعنہ دیتا ہے کہ یہ دیکھو ان کی قیادت پہاڑوں میں چھپتی پھرتی ہے تو یہ تو عین سنت پر چل رہی ہے۔ وہ بات اتنی سچی کر رہی ہے جو کافروں پر اس قدر بھاری گزر رہی ہے کہ اس کے بعد ان کو پہاڑوں ہی میں ہونا چاہیے اور شاہین پہاڑوں میں ہی ہوتے ہیں۔

تو دین خطرے میں تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی بس یہ آخری رات ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت گویا آنکھوں کے سامنے تھی۔ ہم بعض اوقات ان واقعات پہ سے سرسری گزر جاتے ہیں، جبکہ تھوڑی دیر سوچنا چاہیے کہ نبی کی سیرت کیسے خطرات سے پر ہے اور موت کو اپنی آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ لٹایا۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی آتی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ لیٹنا ایک طرح سے فدائی کارروائی تھی کہ آپ ان کی جگہ لیٹنے پر تیار ہوئے۔ پورا امکان تھا کہ جو اندر گھستا سیدھا آپ پر تلوار پڑتی، دیکھتا بھی نہ کہ کون لیٹا ہوا ہے سامنے۔ ان کو اپنی جگہ لٹا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور اللہ رب العزت نے ایک معجزے کے ذریعے آپ کو نکالا کہ اللہ نے محاصرے کے لیے آنے والوں پر اونگھ طاری کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ایک کے سر پر خاک

ڈالی تا کہ بعد میں ذلیل بھی ہوں، بعد میں لوگوں کو پتا بھی چلے کہ یہ نکلے بھی ہیں اور ان میں سے ایک ایک کے سر پر مٹی ڈال کر نکلے ہیں جو اپنی طرف سے بالکل چوکنا تھے۔ تو اللہ رب العزت نے ان پر اونگھ طاری کی، آپ ﷺ نے ان کے سروں پر مٹی ڈالی اور ان کے درمیان سے گزر کر نکل گئے۔ بعد میں جب انہیں ہوش آیا تو ہر ایک نے اپنے سر پر مٹی دیکھی تو حیران ہوا اور پشیمان ہوا۔ عالم اسباب میں تو اس وقت کوئی مقابلہ نہ تھا۔ ایک گھرے ہوئے گھر میں ایک اکیلا بندہ کیا کر سکتا ہے؟ لیکن اللہ کی نصرت آئی اور اللہ نے اپنے دین کو پھیلانے کا فیصلہ کیا تھا لہٰذا اللہ نے اس دین کی حفاظت کرنی تھی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلے اور بعد ازاں سفر ہجرت پر نکلے اور پھر ہم نے جس طرح کہا کہ کافروں نے اپنے تئیں وہ چال چلی جس سے ان کا خیال تھا کہ مسئلہ ختم ہو جائے گا، وہ مسئلہ نا صرف یہ کہ ختم نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ خیریت سے نکل گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نکل گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی باقی غالب اکثریت نکل گئی اور پھر دس سال کے بعد وہی واپس لوٹے اور وہی لوگ کہ جو کل تک آپ ﷺ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے، وہی ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے اور رسول اکرم ﷺ نے جب پوچھا کہ میرے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے تو کہا کہ 'اخٌ کریم وابن اخٍ کریم'، تو وہی جو کل تک خون کے پیاسے تھے، وہ جب تلوار سر پر آئی تو بالکل تیر کی طرح سیدھے ہو گئے، کہنے لگے کہ آپ تو شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں تو آپ سے ہمیں خیر ہی کی توقع ہے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی چال انہی پر الٹ دی۔ ہو سکتا ہے کہ وہیں رہنے دیتے، ایسا فیصلہ کن اقدام نہ اٹھاتے تو ہجرت اور موخر ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حرکت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے وہاں سے نکلنے کا سبب بنایا، اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کی اور اتنی اچھی سرزمین کی طرف لے گئے کہ جو اصل میں رسول اللہ ﷺ کی قوم نہیں تھی لیکن انہوں نے آپ ﷺ کا اپنی قوم سے بڑھ کر دفاع کیا، اپنے دل کے ٹکڑے مدینہ والوں نے آپ ﷺ پر وارے، اس دین کے رستے میں قربان کیے۔ اوس اور خزرج دونوں آپ ﷺ کے دو مضبوط بازو بن کر کھڑے ہوئے۔

کافروں کی چالیں اللہ انہی کے اوپر الٹ دیتے ہیں

تو کافروں کی چالوں کا یہ انجام ہوتا ہے کہ وہ اپنے تئیں بہترین منصوبہ بندی کرتے ہیں، ان کے تھنک ٹینک اکٹھے ہوتے ہیں، دن رات سوچتے ہیں، سروے کراتے ہیں، این جی اوز یہاں دوڑتی ہیں، گھومتی ہیں، اعداد وشمار اکٹھے کرتی ہیں، اس کے بعد ایک رپورٹ تیار ہوتی ہے اس پر رینڈ کارپوریشن مغز ماری کر کے ان کے دس ذہین لوگ سی ٹی سی کے یا سی ایف آر کے بیٹھ کر کوئی فارمولا پیش کرتے ہیں کہ کیسے ان کی بڑھتی ہوئی جہادی سوچ کو روکا جائے۔ اس کے باوجود مجاہدین اللہ پر توکل کرتے ہوئے ایک پریشر ککر کے اندر دس کلو بارود بھر کے رکھتے ہیں اور ایک دھماکے کے ساتھ ان کا سارا منصوبہ خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کرنا ہے، ورنہ جتنے بڑے تھنک ٹینک وہاں کام کر رہے ہیں اور جتنا بڑا اسٹاف ان میں سے ایک ایک تھنک ٹینک کو میسر ہے، ہمارے پاس اس سطح کا کچھ بھی نہیں ہے جس سے ہم ان کا مقابلہ کریں۔ جس رفتار سے ہمارے بارے میں رپورٹیں مغربی تھنک ٹینکس نکال رہے ہیں، انہیں پڑھنے کی بھی ہمارے پاس افرادی قوت نہیں ہے کہ ہم صرف اس کا مطالعہ کر لیں کہ وہ کہہ کیا رہے ہیں ہمارے متعلق، مقابلہ تو بہت دور کی بات ہے ان کی ساری اسٹریٹیجیز کا کرنا۔ لیکن اللہ کی نصرت ہے اور واقعتاً اللہ کی نصرت کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ بات ان کو بھی ایک دن سمجھ میں آئے گی، آتی ہے لیکن وہ اس وقت آتی ہے کہ جب فرعون غرق ہو رہا ہوتا ہے، اس وقت اس کو اللہ پر ایمان لانا یاد آتا ہے کہ میرا مقابلہ اللہ کے بندوں سے نہیں بلکہ اللہ سے مقابلہ ہے۔ امریکہ کو بھی یہ سمجھ آئے گی مگر اس دن جب اس کے غرق ہونے کا دن آئے گا، اس دن وہ چیخے گا کہ میں ایمان لایا موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ تو مقابلہ ان کا اللہ سے ہے اور وہ اللہ کو شکست دینا چاہتے ہیں جبکہ اللہ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ وہ اللہ کے خلاف چال چلنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ کے خلاف کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہم صرف آلے ہیں، ہماری خوش قسمتی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں استعمال کر لیں اپنے دین کے کام کے لیے۔ اللہ کو میری اور آپ کی حاجت نہیں ہے۔ تو پیارے بھائیو یہ مکر کا انجام ہے۔

کافروں کے مکر کا مقابلہ اللہ رب العزت خود فرماتے ہیں

شیخ ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ درس دے رہے تھے ڈرون حملوں کے پس منظر میں بات کرتے ہوئے کہ ڈرون آج کے دور میں جو ہتھیار ہے، وہ بنیادی طور پر ڈرون کا کمال نہیں ہے، اصل میں تو وہ جاسوسی کا جو پورا مکروہ نظام ہے جو زمین پر چلتا ہے اس کے نتیجے میں ڈرون کام کر پاتا ہے، تو وہ اصل میں ایک مکر کا نظام ہے، سازشوں کا نظام ہے، بندے خریدنے کا، پیسے پھینک کے لوگوں کی وفاداریاں خریدنے کا نظام ہے، لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف کاٹنے توڑنے پھوڑنے کا نظام ہے۔ تو یہ جو سازشوں کا پورا عمل ہے اس کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ قرآن میں جس بھی جگہ جنگ کی بات ہوتی ہے تو ہمیشہ اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ تم لڑو مقابلے میں، فَإِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ، وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً، ہر جگہ جہاں کافروں سے جنگ کا ذکر ہے تو اللہ نے کہا کہ جو تم سے لڑے تم اس سے لڑو، جو تمہارے خلاف اللہ کے رستے میں لڑتے ہیں تم ان کے خلاف لڑو، جس طرح کافر اکٹھے ہو کر تمہارے خلاف لڑتے ہیں تم ان کے خلاف لڑو، لیکن جہاں مکر کا ذکر آیا، جہاں سازشوں کا ذکر آیا، وہاں اللہ نے کبھی نہیں کہا کہ وہ مکر کرتے ہیں تم بھی مکر کرو، اللہ نے کہا کہ ﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ﴾ وہ مکر کرتے ہیں اور اللہ مکر کرتے ہیں۔ اور فرمایا ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا﴾، انہوں نے مکر کیا اور ہم نے مکر کیا، تو ہر جگہ مکر کا جواب دینا، سازش کا جواب دینا اللہ نے اپنے ذمے لیا۔ اس لیے کہ کافر جس سطح پہ اتر کے سازش کرتے ہیں ہم اس سطح پہ مقابلہ کر ہی نہیں سکتے ہیں۔ وہ جتنی گھٹیا سطح پہ چلے جاتے ہیں، لوگوں کو خریدنے میں اور جوڑ توڑ کرنے میں، اور مکروہ شیطانی منصوبے بنانے میں، ہمیں شرعاً ان میں سے بہت سے

ہتھکنڈے استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔ ہم اپنے دین کے پابند ہیں ہم ان کی ہر سازش کا اس طرح جواب نہیں دے سکتے۔ تو ان کی خفیہ ایجنسیاں جو چال بن رہی ہوتی ہیں ہم ان کا مقابلہ کر نہیں سکتے شرعاً نہیں کر سکتے اور عملاً بھی کرنا ہمارے بس سے باہر ہوتا ہے، پس وہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا۔ ہمارے ذمے لگایا سیدھا میدان کے اندر ان سے ٹکرانا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے جہاد کے میدان میں ڈٹے رہنا۔ باقی مکر اور سازشیں اور جوڑ توڑ اور شیطانی حرکتیں، ان سے اللہ تعالیٰ خود نمٹ لیں گے، ان کا جواب اللہ تعالیٰ دیں گے۔

اللہ اہل ایمان کا دفاع کرتے ہیں

تو اس میں ایک تسلی کا سامان ہے مجاہدین کے لیے کہ ان کی سازشوں سے کہ جن کے بارے میں اللہ خود کہتے ہیں کہ ﴿وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾، ان کی بعض سازشیں ایسی ہیں کہ ان سے تو پہاڑ بھی ٹل جائیں، لیکن اللہ اس کا جواب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور، ﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اللہ اہل ایمان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کی حفاظت فرماتے ہیں ان ساری سازشوں سے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والے ہیں، بہترین تدبیر اختیار کرنے والے ہیں۔

تو پیارے بھائیو! کہنے کو یہ ایک آیت ہے مگر اس میں کافروں کی پوری اسٹریٹیجی کا خلاصہ بیان کر دیا گیا۔ جسے وہ بہت خوبصورت الفاظ میں طویل طویل رپورٹوں میں بیان کرتے ہیں وہ انہی تین چیزوں کے گرد گھوم رہی ہوتی ہے۔ ان کی حکمت عملی کا خلاصہ بیان کر دیا گیا اور ہمیں بھی اطمینان دلا دیا گیا کہ جب سازش پہ بات آئے گی تو اللہ تمہارا دفاع کریں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مقابلے میں تمہارے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ احسان بھی یاد دلایا، یہ آیتیں نازل ہوتی ہیں مدینہ میں، یاد دلاتی ہیں وقت مکہ کا، مدینہ میں بدر کے بعد یہ آیات نازل ہو رہی ہیں اور یاد دلا رہی ہیں مکہ کا وہ وقت کہ یاد کرو جب تم اتنے کمزور تھے کہ وہ چاہتے تو تمہیں قید کر لیتے، چاہتے تو قتل کر دیتے، چاہتے تو جلاوطن کر دیتے، لیکن اللہ کی نصرت تھی کہ اللہ نے حالات کو پلٹا دیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں، ایمان کو، اسلام کو، اہل ایمان کو، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو تقویت نصیب فرمائی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے دین کا صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے رستے پر ہم سب کو ثابت قدمی نصیب فرمائیں۔

سبحانک اللھم و بحمدک ونشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک و صلی اللہ علی النبی

☆☆☆☆☆

شعور کی تربیت

”کسی قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ وہ صحیح شعور سے خالی ہو، ایک ایسی قوم جو ہر طرح کی صلاحیتیں رکھتی ہو اور دینی و دنیاوی دولتوں سے مالامال ہو لیکن اس کو نیک و بد کی تمیز نہ ہو، اپنے دوست و دشمن کو نہ پہچانتی ہو، پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی اس میں صلاحیت نہ ہو، اپنے رہنماؤں اور قائدین کا احتساب کرنے کی اور قومی مجرموں کو سزا دینے کی اس میں جرأت نہ ہو، وہ خود غرض رہنماؤں کی چرب زبانی و شیریں کلامی سے مسحور ہو جاتی ہو اور ہر مرتبہ نیا دھوکہ کھانے کے لیے تیار رہتی ہو۔ وہ قوم اپنی تمام دینی ترقیات اور دنیاوی سرفرازیوں کے ساتھ قابلِ اعتماد نہیں، وہ پیشہ ور اور خود غرض رہنماؤں اور منافق قائدین کا کھلونا بن جاتی ہے، ان کو قوم کی سادہ لوحی اور بے شعوری کی بنا پر من مانی کارروائیاں کرنے کا موقع ملتا ہے، اور ان کو اس کا اطمینان ہوتا ہے کہ کبھی ان کا محاسبہ اور ان سے بازپرس نہیں کی جائے گی۔

مسلم ممالک کے متعلق اگر ہم یہ کہنے سے احتیاط کریں کہ وہ بیداری اور شعور سے بالکل محروم ہیں تو اس میں شبہ نہیں کہ ان کا شعور بہت کمزور ہے، اور وہ بیداری کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خیر خواہ اور بدخواہ کے ساتھ ان کا معاملہ تقریباً یکساں ہے، بلکہ بعض اوقات بدخواہ اور غیر مخلص اشخاص مسلمانوں میں زیادہ ہر دل عزیز اور معتمد بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ’مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا‘ لیکن مسلمان ممالک کے باشندے ہزار ہزار بار ڈسے جانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان کا حافظہ نہایت کمزور ہے، وہ اپنے قائدین اور رہنماؤں کے ماضی کو اور ماضی قریب کے واقعات کو فوراً بھول جاتے ہیں۔ ان کا دینی و شہری شعور کمزور اور سیاسی شعور تقریباً ناپید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غالب قوموں اور خود غرض رہنماؤں کا بازیچۂ اطفال بنے ہوئے ہیں، اور آسانی کے ساتھ ان کا رخ ہر طرف موڑا جا سکتا ہے۔ حکومتیں ان کی مرضی کے خلاف فیصلے کرتی رہتی ہیں اور جس طرف چاہتی ہیں، ایک لاٹھی سے ہانک لے جاتی ہیں۔“

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر)

رمضان المبارک کی آمد پر سرورِ دو عالم ﷺ کا خطبۂ استقبالیہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری (نوّر اللہ مرقدہٗ)

ایک بار رمضان المبارک کی آمد پر حضور سرورِ دو عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ! قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ، شَھْرٌ مُّبَارَکٌ، شَھْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ، جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعًا. مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْهِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاہُ.

وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَھْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ. مَنْ فَطَّرَ فِیْهِ صَائِمًا کَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ.

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذَقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّآءٍ، وَمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا، سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَا یَظْمَاُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ.

مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِهٖ فِیْهِ غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ .

کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ عَنِ الْبَیْھَقِیْ فِیْ شَعْبِ الْاِیْمَانِ وَزَادَ الْمُنْذِرِیْ فِی التَّرْغِیْبِ فَاسْتَکْثِرُوْا فِیْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَیْنِ تَرْضَوْنَ بِھِمَا رَبَّکُمْ، وَخَصْلَتَیْنِ لَاغِنَائَ بِکُمْ عَنْھُمَا. فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تَرْضَوْنَ بِھِمَا رَبَّکُمْ: فَشَھَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ، وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَاغِنَائَ بِکُمْ عَنْھُمَا: فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰہَ الْجَنَّةَ وَتَعُوْذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہم سے خطاب فرمایا:

اے لوگو! ایک باعظمت مہینہ آن پہنچا ہے، جو ماہ مبارک ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کی تمام راتوں میں قیام کرنا تطوع (غیر فرض) قرار دیا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرتا اور فرض کا ثواب ملتا اور جو شخص اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو اس کو ستّر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور یہ آپس کی غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

(حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں ہر شخص تو اتنا مقدور نہیں جو روزہ افطار کرادے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو (بھی) دے گا جو پانی ملے ہوئے تھوڑے سے دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرا دے (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ) جو شخص (افطار کے بعد) کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کریں گے کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور جنت میں تو بھوک پیاس کا نام ہی نہیں۔

اس ماہ کا اوّل حصہ رحمت ہے، دوسرا حصہ مغفرت ہے، تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔

جس نے اس ماہ میں اپنے غلام کا کام ہلکا کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں گے۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اس ماہ میں چار کاموں کی کثرت کرو، ان میں سے دو کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کرو گے اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے ہو، وہ دو کام جن کے ذریعے خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہوگی یہ ہیں:

۱. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد رکھنا۔
۲. خدائے پاک سے مغفرت طلب کرتے رہنا۔

اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے ہو:

۱. جنت کا سوال کرنا۔
۲. دوزخ سے پناہ مانگنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳ بحوالہ بیہقی شعب الایمان والترغیب والترہیب للمنذریؒ)

☆☆☆☆☆

رمضان المبارک کا استقبال، قرنِ اول میں!

حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

آل انڈیا ریڈیو سے نشر کی گئی ایک عربی تقریر کا ترجمہ، جس میں حضرت مولانا نے اپنی بات رمضان کی زبان سے کہی تھی اور سامعین کو رمضان کا مخاطب بنایا تھا، تاکہ ایک مخصوص تاثر پیدا ہو سکے۔ تقریر کا وہ ابتدائی حصہ، جس میں سامعین کی طرف سے رمضان سے، قرنِ اول میں اپنے استقبال کا حال بیان کرنے کی فرمائش کی گئی تھی نذرِ قارئین ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی استقبال و اہتمامِ رمضان اہلِ قرنِ اول جیسا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین! (ادارہ)

میرے دوستو! تمہیں نیا رمضان مبارک! اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر پاک و بابرکت سلام! تمہاری یہ فرمائش گویا میرے دل کی خواہش ہے، پتہ نہیں کیوں خود میرا جی کچھ بات کرنے کو چاہ رہا تھا، اور ایک تقاضا تھا جو مجھے بات کرنے پر مجبور کر رہا تھا، اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے تجویز کردہ عنوان سے بہتر اور محبوب عنوانِ گفتگو میرے لیے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

سنہ ہجری کے دوسرے سال میں میرا آنا، پہلے سالوں سے یکسر مختلف تھا، پہلے میں سال کے دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ تھا، اپنے دوسرے بھائیوں اور رفیقوں سے کسی قسم کا امتیاز مجھے حاصل نہیں تھا، نہ کوئی خاص بات میرے اندر تھی، نہ کسی پیغام کا میں حامل تھا، اور نہ دین کے ارکان سے کوئی رکن مجھ سے متعلق تھا۔ رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم پر مجھے حسد، استغفر اللہ، رشک ہوتا تھا، کیوں کہ یہ اَشہرِ حرم (محترم مہینے) تھے، اور ان میں سے ذی الحجہ پر مجھے ایک اور خاص وجہ سے رشک آتا تھا، وہ یہ کہ وہ حج کا مہینہ تھا۔ مجھے وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مجھے کبھی اتنا بڑا اعزاز بخشا جائے گا، اور روزے جیسا اہم اور مقدس پیغام کا مجھے حامل بنایا جائے گا، لیکن یہ روزہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ بہر حال، اب سنیے!

مسلمانوں نے شعبان سے میرا انتظار کرنا شروع کیا، انہوں نے شعبان کا بھی ایک مقدمۃ الجیش اور میرے مبشر کی طرح استقبال کیا، شعبان ہی میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌرَمَضَانَ، شَهْرٌعَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيْضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدَّى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَہُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ اَلْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ.“ (رواہ السيوطی)

”اے لوگو! رمضان کا مہینہ تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے، بڑا عظیم الشان مہینہ ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں، اور رات کے قیام (تراویح) کو نفلی عبادت ٹھہرایا ہے۔ جو شخص اس ماہ میں ایک نفلی نیکی کرے گا، اس کا ثواب اور دنوں کے فرض کے برابر ہو گا، اور جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا، اس کا ثواب اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ہو گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ غم خواری اور غم گساری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔“

تمام لوگ میرا چاند دیکھنے کے لیے بلند ٹیلوں اور مکانوں پر چڑھ گئے، غروبِ آفتاب کے بعد مدینہ میں کوئی شخص ایسا نظر نہ آتا تھا، جو آسمان کی طرف نظر اٹھائے میری جستجو نہ کر رہا ہو، ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلے وہ میری آمد کا مژدہ سنائے۔

پروردگارِ عالم نے ارادہ فرمایا کہ مجھے اب مزید تاخیر نہ ہو، لہٰذا اس کی طرف سے حکمِ طلوع ہوا، اور مدینہ کے اس سے کونے سے اس کونے تک ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں کی زبانوں پر ایک نغمۂ مسرت جاری ہوا:

هِلَالَ رُشْدٍ وَخَيْرٍ، اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى!

سامعین کرام! مجھے اس کہنے میں معاف رکھیں کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کو میری آمد سے جو مسرت ہوتی تھی، حالانکہ میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، صبر و جہاد کا مہینہ تھا، وہ اس مسرت سے بڑھ کر ہوتی تھی جو آج عید کا چاند دیکھ کر ہوتی ہے۔ میں اس کے اسباب میں نہیں جاؤں گا، کیونکہ یہ ایک طویل بات ہے، اور ویسے بھی آپ کو کڑوی لگے گی۔

(میری آمد سے) مدینہ کے لوگوں میں ایک نئی زندگی اور ایک نیا نشاطِ عبادت ابھر آیا، یہ لوگ عشاء کے بعد ایک ایک، دو دو اور ٹکڑیاں ٹکڑیاں ہو کر نوافل میں مشغول ہو گئے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور نمازیں پڑھتے، یہاں تک کہ جب رات آخر ہوئی اور سحر قریب ہوئی، تو رات کی باسی روٹی یا کھجور اور پانی میں سے، جس کو جو میسر آیا، اس نے اس سے سحری کھائی، پھر مساجد کی راہ لی اور نمازِ فجر ادا کی۔

یہی وہ مقام ہے، جہاں وہ لوگ آج کل کے روزہ داروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ آج اگر آپ میں سے کوئی، رات کو تھوڑی دیر عبادت کر لیتا ہے، اور پھر روزہ کی نیت کر لیتا ہے، تو وہ اپنا حق

سمجھتا ہے کہ دن میں جتنا چاہے سوئے، چنانچہ آج شہر میں بہت کم لوگ ایسے روزہ دار ہوں گے جو سوتے یا اونگھتے نظر نہ آتے ہوں، رات کو خواہ کتنا ہی تھوڑا قیام کریں مگر اس کے بدلے میں دن کا ایک خاصا حصہ ضرور نیند کی نذر کر دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس صحابہ و تابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا حال یہ تھا کہ رات کا قیام، ان کے دن کے نشاط میں کوئی فرق نہیں ڈالتا تھا، وہ رمضان میں عبادت بھی کرتے تھے اور مشقتِ حیات بھی برداشت کرتے تھے، اور کبھی تو روزے کی حالت میں بھی جہاد کرتے تھے، ان کے زمانہ میں رمضان اشیا کی طبائع نہیں بدلتا تھا اور نہ دن کو رات بناتا تھا۔ وہ اُلٹا ان میں قوت اور نشاط بڑھا دیتا تھا اور کوئی وہ نیکی، جس کو لوگ پہلے سے کرتے تھے، رمضان کی آمد سے منقطع نہیں ہوتی تھی، میں آکر اہل مدینہ کے اخلاق میں کوئی فرق نہیں پاتا تھا۔ مثلاً انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد سے غیبت، فحش کلامی اور بدگوئی سے زندگی بھر کا روزہ رکھ لیا تھا، تو وہ روزوں میں بھی پاک زبان، پاک نفس اور پاک باطن رہتے تھے۔ ہاں! اگر فرق ہوتا تھا تو یہ ہوتا تھا کہ وہ ان دنوں میں جائز غصے کو بھی ضبط کرتے تھے، اگر ان میں سے کسی کو کوئی شخص گالی دیتا یا لڑنے کی باتیں کرتا تو اس کا جواب یہ ہوتا کہ: ”میں روزہ دار ہوں“۔

میری آمد پر وہ لوگ نیکی اور غم خواری کے بے حد حریص ہوگئے، یوں سمجھیے کہ ہوا سے مقابلہ کرتے تھے، ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ تھا:

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجودبالخیرمن الریح المرسلة.“ (رواہ بخاری)

”جب رمضان آتا تو آنحضرت ﷺ امورِ خیر میں آندھی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہو جاتے تھے۔“

وہ روزہ دار کو افطار کرانے، غلاموں کو آزاد کروانے، ستم رسیدوں کی امداد کرنے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے، چنانچہ اسی وجہ سے فقرا و مساکین میری آمد کے منتظر رہتے تھے۔

لوگوں نے اپنے مشاغل میں روزہ گزارا، لیکن اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے، اور نہ بیع و تجارت نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور جماعتوں کی حاضری سے غافل کیا، شام کو گھر لوٹے اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہوگئے۔ مساجد کا حال اس وقت یہ ہو جاتا تھا کہ اگر تم جاؤ تو ذکر کی بھنبھناہٹ کے سوا کوئی آواز نہ سن پاؤ۔

آفتاب غروب ہوا، مؤذن نے اذان دی اور میں نے دیکھا کہ سید الاولین والآخرین ﷺ نے ایک چھوہارے اور کچھ پانی سے افطار فرمایا، پھر اس پر اتنا شکر کہ انواع و اقسام کی افطاریوں پر بھی لوگوں کو یہ مقام شکر نصیب نہیں ہو سکتا، سنیے! حضور ﷺ فرما رہے ہیں:

”ذَھَبَ الظَّمَأُ وَ ابتَلَتِ العُرُوقُ وَ ثَبَتِ الاَجرُ اِنْ شَا اللّٰہُ.“

”تشنگی دور ہوئی، رگیں تر ہوئیں، اور اللہ نے چاہا تو اجر واجب ہو گیا۔“

آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح چند کھجوروں اور پانی کے چند گھونٹوں سے روزہ کھولا، اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی، پھر نماز پڑھی، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، صرف بقدر ضرورت کھالیا، نہ اس میں اسراف ہوتا تھا اور نہ ناک تک پیٹ بھرتا تھا۔

مہینہ بھر ان کا یہی معمول رہتا تھا، نہ اس میں کوئی فرق آتا تھا اور نہ وہ اس سے اکتاتے اور برداشتہ خاطر ہوتے، بلکہ ہر دن نشاط کی ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی، اور عبادت و نیکی کی حرص بڑھتی تھی، گویا روزوں سے ان کی روح کو غذا ملتی تھی، اور مہینے کے آخر میں ان کی قوت اور ان کا نشاط پہلے سے بھی بڑھا ہوا نظر آتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ بھی ایک مسلسل نشاط اور ذوق عمل سے مخمور رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آخری عشرہ آتا، تو بالکل ہی کمر کس لیتے تھے، رات عبادت میں گزارتے اور اہل خانہ کو بھی جگاتے اور پھر اعتکاف فرما لیتے تھے۔

میں جب اس دورِ سعادت کے روزہ داروں کا بعد کے روزہ داروں سے مقابلہ کرتا ہوں تو صورت و شکل میں تو کوئی فرق نظر نہیں آتا، بلکہ بعض بعد والے زیادہ نفل پڑھتے اور زیادہ وقت تلاوت کرتے نظر آتے ہیں، مگر خشوع و اخلاص اور ایمان و احتساب کی کیفیات میں کھلا فرق محسوس کرتا ہوں، اگر سابقین کی ایک رکعت کا وزن کیا جائے، تو بعد والوں کی بہت سی رکعتوں پر بھاری نکلے گی، کہ وہ اپنے ایمان واحتساب میں بھاری تھے۔

اور دوسرا فرق، جو میں بتلا سکتا ہوں، یہ ہے کہ ان پر روزہ اپنے بہت گہرے اخلاقی اور نفسیاتی اثرات چھوڑ کر جاتا تھا، یوں کہیے کہ ان کی طبیعتوں پر روزے کی ایک نہ مٹنے والی چھاپ پڑ جاتی تھی، اور اگلے سال جب میں پھر لوٹ کر آتا، تو ان میں وہی عفت، وہی تقویٰ، وہی صدق و امانت، وہی رقت، وہی کریم النفسی، وہی حرصِ اطاعت، وہی لذاتِ نفس سے نفرت، وہی آخرت کی فکر اور وہی دنیا سے بے رغبتی پاتا۔ الغرض ہر دوسری مرتبہ، وہ مجھے پہلے سے زیادہ پاک باطن وصاف دل ملتے تھے۔

قصہ مختصر! جب میرا وقت ختم ہو گیا اور روانگی کا دن آیا تو انہوں نے مجھے ایک بہت ہی پیارے دوست کی طرح رخصت کیا۔ آنسو کسی طرح تھمتے نہ تھے، اور آہیں قرار پاتی نہ تھیں، لبوں پر یہ دعا تھی کہ خدایا! یہ ملاقات آخری نہ ہو! یہ دن اس کے بعد بھی بار بار آئیں، یہ ہے خیر القرون میں میرے استقبال کی ایک ہلکی سی تصویر!

☆☆☆☆☆

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

روزوں کی حکمت

شہید مزکی و مربی شیخ، خالد بن عبد الرحمٰن الحسینان رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد !

میرے عزیز دوستو! رمضان ایک موقع یا ایک بھرپور تربیتی کورس ہے میں رمضان کو بھرپور تربیتی کورس شمار کرتا ہوں۔ روزوں کی حکمت تقوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۳)

”اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

چنانچہ روزوں کی حکمت یہ ہے کہ وہ انسان میں تقویٰ اجاگر کرتا ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ڈر۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان عبادات میں ہماری تربیت کرتا ہے یہ عبادات جو ہمارے رب نے ہم پر فرض کی ہیں ان کا مقصد نفوس کا تزکیہ اور دلوں کی تربیت کرنا ہے، یہاں تک کہ انسان اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے اخلاقی سطح کی بلندیوں پر فائز ہو جائے۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ہم پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے تا کہ انسان بخل ولالچ سے پاک ہو جائے اور خرچ کرنے کا عادی ہو جائے، سخی و کشادہ دل ہو جائے اور اسے اپنے کمزور اور فقیر مسلمان بھائیوں کی فکر لاحق ہو۔

روزوں کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ اللہ عزوجل روزوں میں ہماری تربیت تقوی پر کرتا ہے تا کہ انسان صرف اپنے رب سے ڈرے اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اس کا تقوی اختیار کرے۔ چنانچہ رمضان بھرپور تربیتی کورس شمار ہو گا۔ اس طرح کہ بہت سے لوگ رمضان سے قبل آپ سے کہیں گے میں نماز فجر مسجد میں نہیں پڑھ سکتا، وہ نماز فجر میں سستی کرتا ہے، لیکن رمضان کی آمد ہوتے ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس انسان کے پاس ہمت و حوصلہ ہے آپ اسے رمضان میں نماز فجر باجماعت ادا کرتے ہوئے پائیں گے، وہ نماز جس میں وہ سستی کرتا تھا۔

سگریٹ پینے والے بہت سے افراد ایسے ہیں کہ جن سے اگر آپ کہیں تم سگریٹ نوشی کیوں نہیں چھوڑتے تو وہ آپ سے کہیں گے میں سگریٹ نوشی نہیں چھوڑ سکتا، میں اس کا عادی ہو چکا ہوں، لیکن رمضان کی آمد ہوتے ہی وہ اسے (روزے کی حالت میں) چھوڑ دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رمضان بہت سے لوگوں کو بے نقاب کر دیتا ہے۔ اس طرح کہ کئی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ فلاں کام نہیں کر سکتے لیکن رمضان میں آپ اسے دیکھتے ہیں کہ سگریٹ نوشی نہ کرنے پر وہ تقریباً دس گھنٹے سے زائد صبر کرتا ہے اور ایسا وہ مجبور ہو کر نہیں بلکہ اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ وہ چاہے تو کسی دور جنگل کی طرف یا تہہ خانے وغیرہ میں جا کر سگریٹ نوشی کر سکتا ہے، لیکن وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے لہٰذا وہ سگریٹ نوشی چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا مطلب وہ اپنے نفس پر قابو رکھ سکتا ہے اور اپنے نفس کو بہت سی فرماں برداریوں اور ان عبادات پر مجبور کر سکتا ہے جس میں رمضان سے قبل سستی کرتا تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ رمضان میں اپنی آنکھیں نیچی رکھتا ہے، گالی نہیں دیتا، اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے (سبحان اللہ) بہت سے حرام کام ترک کر دیتا ہے، وہ آپ سے پوچھے گا کہ ایسا کیوں ہے؟ پھر خود ہی کہے گا کہ: اللہ کی قسم ہم ابھی رمضان کے مہینے میں ہیں۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ رمضان انسان کی عبادت واطاعت پر تربیت کرتا ہے وہ اس بات پر آپ کی تربیت کرتا ہے کہ آپ کے پاس قوت وطاقت اور حوصلہ ہو۔

اس لیے ہمیں ان ایمانی فضاؤں سے فائدہ اٹھانا چاہیے، یہ تربیتی فضائیں ہیں جن میں انسان اطاعت کرنا سیکھتا ہے اور عبادات پر اپنے نفس کی تربیت کرتا ہے تا کہ رمضان کے بعد اس پر عمل کرنا آسان ہو۔

حقیقت یہ ہے عزیز دوستو! جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ ماہِ رمضان مسلمان کو بہت سے ایسے کاموں کی عادت ڈالتا ہے جن کا وہ عادی نہیں ہوتا، چنانچہ جب رمضان آتا ہے تو آپ اسے قیام اللیل کرتا ہوا دیکھیں گے ، آپ اسے دیکھیں گے کہ اس نے روزانہ تلاوت قرآن کے لیے ایک وقت مخصوص کیا ہوا ہے، آپ اسے بہت سے حرام کاموں سے بچتا ہوا پائیں گے، اس کی حالت اس کے اخلاق اور اس کے رویے تک کو بدلا ہوا پائیں گے۔

یہ ایک موقع ہے جس میں آپ یہ نیک اعمال جاری رکھیں اور حرام کاموں سے پرہیز کریں کیونکہ آپ نے اس ماہ رمضان کے بھرپور تربیتی کورس میں اس چیز کی تیاری کی ہے جس کے آپ عادی نہیں تھے۔ میں اللہ رب العرش العظیم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ان کاموں کی توفیق دے جس سے وہ راضی وخوش ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام

حافظ طیب نواز شہید عِلیہِ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”لوگو تم پر عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیے ہیں اور اس کی رات کا قیام نفل ہے، جس نے بھی اس مہینے میں نیکی کی وہ ایسے ہے جس طرح عام دنوں میں فرض ادا کیا جائے، اور جس نے رمضان میں فرض ادا کیا گویا کہ اس نے رمضان کے علاوہ ستر فرض ادا کیے، یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت اور درمیان مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔“(الترغیب والترہیب)

رمضان المبارک ہم مجاہدین لیے اپنی انفرادی اصلاح کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ چنانچہ چند گزارشات پیش خدمت ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔

تجدیدِ نیت

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عہد باندھیں کہ صرف رمضان ہی نہیں بلکہ بقیہ سال بھر بھی اللہ کی اطاعت سے انحراف نہیں کریں گے۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے نیت نہیں کر سکے تب بھی کوئی بات نہیں۔ اس وقت ’ایمان اور احتساب‘ کے ساتھ بقیہ دن گزارنے کی نیت کر لینی چاہیے۔

تزکیۂ نفس کا درست اسلوب

تزکیۂ نفس کا صحیح اسلوب تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ کیونکہ دین کی تکمیل ہو چکی ہے اور اتباعِ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں تمام فلاح پوشیدہ ہے اور اس کا اچھا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے۔

اپنا محاسبہ کیجیے

اللہ تعالیٰ تو علیم و بصیر ہے۔ وہ ہر کھلے اور چھپے راز سے واقف ہے، تاہم دنیا میں انسان کا سب سے بڑا محرم خود اس کی اپنی ذات ہی ہے۔ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِهٖ بَصِیۡرَۃٌ...... لہٰذا اپنی خامیوں کی فہرست تیار کریں اور عزمِ مصمم کریں کہ ان شاء اللہ اسی رمضان کے اندر ان سے چھٹکارا پانا ہے۔ کیونکہ انسان کو گناہ پر مائل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک اس کا نفس امارہ اور دوسرا شیطان الرجیم۔ اور احادیث میں تصریح ہے کہ رمضان میں شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں لہٰذا اب صرف نفس کی تحریض ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اسے بھی روزہ اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر قوت نہیں رہتی۔

لہٰذا اگر آپ رمضان میں اپنی خامیوں سے جان نہیں چھڑا سکے تو پھر کبھی بھی نہیں چھڑا سکیں گے، الا ان یشاء اللہ۔ چنانچہ ابھی سے عزم کریں کہ اپنی خامیوں کو دور کرنا اور خوبیوں کو مزید بڑھانا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص غیبت جیسی قبیح عادت میں مبتلا ہے تو اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو کر سکے۔ یاد رہے کہ غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نیز اسے زنا سے بدتر ٹھہرایا گیا ہے۔ لہٰذا غیبت کرنے والا فرد اس گناہ کے گھناؤنے پن کا تصور کر کے اس کو چھوڑنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟ بالعموم محض اپنی زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے۔ یا یوں سمجھ لیں کہ غیبت دراصل زبان کی شہوت ہے۔ بسا اوقات غیر ضروری اور لایعنی گفتگو کرتے رہنے کی عادت بھی غیبت میں ڈھل جاتی ہے۔ کیونکہ موضوعِ گفتگو تو بہر حال چلتے ہی رہنا چاہیے نا......! بہتر یہ ہے کہ ہم رمضان میں اپنی یہ عادت بنائیں کہ کوئی لایعنی بات زبان سے نہیں نکالنی، دوسرے لفظوں میں ہمیں تقلیلِ کلام کو اپنانا ہو گا۔ غیبت دوسرے مسلمان کی غیر موجودگی میں اُس کا ایسا ذکر ہے جو اس کے سامنے کیا جائے تو اسے برا لگے۔ غیبت سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر کیا ہی نہ جائے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری...... آزمائش شرط ہے۔

غیبت تو خیر بہت بڑا گناہ ہے، ہمیں تو بحیثیت مسلمان آفات اللسان کی ہر شکل سے خود کو بچانا چاہیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ کم از کم رمضان کی حد تک تو یہ طے کر ہی لیں کہ کم سے کم گفتگو کرنی ہے اور ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالنی جو آخرت کی میزان میں حسنات کے پلڑے میں نہ ڈالی جا سکے۔

غیبت ہی کی طرح ایک دوسری خطرناک بیماری جس کی طرف آج کل کے معاشرے میں بہت کم دھیان دیا جاتا ہے، وہ ہے بد نظری۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بری بلا سے بچائے۔ بد نظری چاہے دانستہ ہو رہی ہو یا نادانستہ طور پر، بہر حال بعض اوقات نیک لوگ بھی یا یوں کہہ لیں کہ بظاہر متشرع وضع رکھنے والے بھی اس روگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس سے بچنے کا حقیقی نسخہ تو یہی ہے کہ آدمی محض اتنا تصور کر لے کہ جب میں بد نظری کے گناہ سے اپنی آنکھیں گندی کر رہا ہوں، تو کیا آخرت میں انہی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو سکوں گا۔ سبحان اللہ! کہاں یہ فانی حسن اور کہاں جمالِ الٰہی!

یہ بات تو شاید آپ نے کہیں پڑھی ہو گی کہ محرمات کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرنے والے کو عبادات میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ کاش لوگ نگاہوں کی چوری کرتے ہوئے اتنا سوچ لیں کہ کیا وہ اپنے والدین کے سامنے ایسی حرکت کر سکتے ہیں؟ اور یقیناً کوئی حیادار آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس رب کریم سے حیا کیوں نہیں آتی؟ بہر حال بد نظری سے بچا جا سکتا ہے، بازاروں میں اپنی آمد و رفت کم سے کم کر کے اور (ہر قسم کے) غیر محرموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اجتناب کر کے۔ کوشش کریں کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اوقات مسجد میں گزاریں یا پھر اہلُ اللہ، بزرگ صالحین کی صحبت میں۔ اور چونکہ رمضان، شہرِ قرآن ہے، لہٰذا اسے قرآن مجید ہی کی معیت میں گزارا جائے۔

یاد رکھیں! اس وقت دنیا میں دینِ حق پر حقیقتاً عمل کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں اور حقیقی اہلِ ایمان 'غرباء' ہو چکے ہیں، ان میں سے بھی اَغْرَبُ الْغُرَبَاء وہ ہیں جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر راہِ جہاد میں گامزن ہیں۔ اور ہم یہی چاہ رہے ہیں کہ ہمارا شمار بھی اسی طائفہ منصورہ میں سے ہو جائے۔ بنا بریں ہمارے لیے اشد ضروری ہے کہ اپنے شب و روز قرآن کے سائے میں گزاریں۔ مسلمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں ہم اپنے معمولات کو بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔ ایک ایسا مہینہ جب نوافل، فرض کے درجے میں اور فرائض کا اجر ستر گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے تو پھر کون بد نصیب ہے جو رحمت باری سے محروم ہونا چاہے گا۔

؎ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

چنانچہ دن بھر کے معمولات کی ترتیب بنا کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تفصیلی منصوبہ بندی تو ہر بھائی اور بہن اپنے حالات کی مناسبت سے کر سکتے ہیں لیکن ایک سرسری خاکہ پیش خدمت ہے:

قیام اللیل:

رمضان میں قیام اللیل عام دنوں سے زیادہ آسان بھی ہے اور زیادہ فضیلت والا بھی۔ اگر کوئی ہمت پاتا ہو تو رات کا تیسرا پہر افضل وقت ہے۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ سحری سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر آٹھ نوافل ادا کر لیے جائیں۔ قیام اللیل میں قرآن کی تلاوت کا لطف تو وہی جانتا ہے جسے اس کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جتنی سورتیں زبانی یاد ہیں پڑھ ڈالیے۔ جتنا پڑھیں، تدبر کے ساتھ اور اس احساس کے ساتھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہو رہا ہے۔ کیا خبر کہ اس عمل کی برکت سے ہم بھی 'وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ' والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

لیکن قیام اللیل پر عامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تراویح سے فارغ ہونے کے بعد بلا تاخیر سو جائیں۔ اگر عام دنوں میں ہم عشاء کے بعد بھی تا دیر جاگنے کے عادی ہیں، لیکن خدارا! کم از کم رمضان میں ہی اس 'خلافِ سنت' عادت کو ترک کر دیا جائے۔ اور اس طرح فجر کے بعد سونے کی عادت کو بھی جبراً چھوڑ دیا جائے۔ اور آرام کرنا ضروری ہو بھی تو اشراق کے نوافل پڑھنے کے بعد کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔

اذکار مسنونہ:

نمازِ فجر کے فوراً بعد اٹھ جانے کی بجائے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے صبح کے مسنون اذکار کا ورد کر لیا جائے۔ اس حوالے سے 'حِصنُ المسلم' اور 'علیکم بِسُنَّتِی' میں موجود اذکار کی ترتیب مفید پائی گئی ہے۔ نیز اگر 'مناجات مقبول' کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو سونے پہ سہاگہ ہو گا۔

صبح کے اذکار کا وقت سورج نکلنے سے پہلے اور شام کے اذکار عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک مسنون ہیں۔ اذکار مسنونہ کا ورد اپنی عادت بنا لیں۔ نیز رمضان چونکہ شہرِ قرآن ہے لہٰذا کم از کم ایک پارے کی تلاوت ضرور کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آغاز میں طبیعت کو آمادہ کرنے میں دشواری پیش آئے لیکن یاد رکھیں کہ 'اب نہیں تو کبھی نہیں'۔ ہمارے اکابر اور اسلاف رمضان میں بہت زیادہ تلاوت فرماتے تھے۔ اگر ممکن ہو تو کیسٹ وغیرہ سے اچھے قراء کی تلاوت اور اللہ والوں کے بیانات سننے کا بھی اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

سنن رواتب:

سورج طلوع ہونے کے بعد کم از کم دو رکعت اشراق کے نوافل ادا کریں۔ اسی طرح کوشش کریں کہ وہ سنتیں جنہیں چھوٹے ایک مدت گزر گئی ہے، انہیں از سر نو زندہ کیا جائے، مثلاً تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد اور نمازِ عصر کی چار سنتیں۔

(نوٹ: نمازِ عصر کی چار سنتوں کے حوالے سے ایک فضلیت والی حدیث نظر سے گزری ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ اس پر رحم فرمائے جو نمازِ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ اسی روایت کو ابو داود اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے رحم کی دعا کی ہے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتا ہے۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد کے لیے دعا کر رہے ہیں تو وہ رد کیسے ہو سکتی ہے۔)

ذکر الٰہی:

ہماری سابقہ زندگی کی تعلیم و تربیت میں چونکہ ایک فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنے پر بہت زور دیا جاتا رہا ہے لہٰذا اس کے اثرات یہ ہوئے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے موضوعات پر بے تکان بولے چلے جاتے ہیں۔ تقلیل کلام کے ذریعے اس چیز پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ لیکن تقلیل کلام سے مقصود یہ نہیں کہ زبان پر تالا لگا کر بیٹھ جائیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہماری زبان ہمہ وقت، ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ جتنی مسنون دعائیں منقول ہیں ان کا ورد اٹھتے بیٹھتے جاری رکھیں۔ ممکن ہے شروع میں تصنع کا خیال آئے لیکن اس وسوسۂ شیطانی کو دل سے جھٹک کر اپنا معمول جاری رکھیں۔ اگر کچھ تصنع ہوا بھی تو ان شاء اللہ خود بخود ڈھل جائے گا۔ البتہ یہ دھیان میں رہے کہ جہراً ذکر کی بجائے سراً ذکر بہتر ہے۔

سورہ کہف کی تلاوت:

جمعۃ المبارک کے دن سورہ کہف کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں اور جمعے کے دن عصر کے بعد کی گھڑیاں قبولیتِ دعا کے لیے بہت اہم ہیں، حدیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ لہٰذا ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ کے حضور خوب دعائیں کریں۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ:

تزکیۂ نفس کے حوالے سے بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال سیرت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائیں لہٰذا اس غرض کے لیے کتب سیرت، مثلاً زاد المعاد، سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ شروع کر دیں۔

حیاۃ الصحابہؓ سے استفادہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مبارک اور خوش قسمت ہستیاں ہیں جن کی تربیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اُن کی زندگیوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کی نیت سے 'حیاۃ الصحابہؓ' کی تعلیم اگر گھروں اور مراکز میں ہو سکے تو اُس کے بہت مفید اثرات عملی زندگی میں سامنے آتے ہیں۔

محاسبۂ نفس:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا...... روزانہ سونے سے پہلے کچھ دیر کے لیے اپنے دن بھر کے معمولات کا محاسبہ کریں۔

کثرت دعا:

ان سارے معمولات کے باوجود، قبولیت اخلاص سے مشروط ہے، لہٰذا اخلاص کی دعا ضرور کریں۔ ہم اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں۔ ان مبارک ساعتوں میں بار بار اس کا در کھٹکھٹائیں۔ بالخصوص رات کے پچھلے پہر اور بوقت افطار کی جانے والی دعائیں مقبول ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ سے اپنی، اپنے والدین، عزیز و اقارب اور امت مسلمہ کے لیے عفو و عافیت کا سوال کریں۔ سعادت مندی کی زندگی اور شہادت کی موت طلب کریں۔ مجاہدین اسلام کی نصرت اور کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں کریں، یہ بھی ان کی مدد ہے۔ قنوت نازلہ پڑھیں اور بالخصوص اپنے قیدی بھائیوں اور بہنوں کی قید سے رہائی کے لیے نہایت الحاح و زاری سے دعائیں مانگیں۔ قیدیوں کو چھڑوانے میں تساہل کر کے ہم بحیثیت مجموعی جس گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اس پہ رو رو کر اللہ کے حضور معذرت پیش کریں۔ مجاہدین کی قیادت کے حق میں صبر و استقامت کی دعا کریں۔ امت مسلمہ کے سروں پر مسلط غاصب کفار اور طواغیت کی ہلاکت اور بربادی کی دعا کریں۔

انفاق فی سبیل اللہ:

مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے اپنی ذاتی جیب سے 'نصرت فنڈ' قائم کریں۔ اس سلسلے میں ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے گھروں میں ایک ڈبہ رکھ لیں اور روزانہ اس میں کچھ نہ کچھ ڈالتے رہیں۔ اسی طرح دیگر ساتھیوں اور اہل خیر کو بھی 'انفاق فی سبیل اللہ' پر ابھاریں۔ محاذوں پر موجود مجاہدین بھائیوں تک ضروری سامان پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

ترک تعیش:

راہ جہاد اور تعیش میں باہم ضد واقع ہوئی ہے۔ عیش کوشی اور سہولیات کے عادی افراد راہ جہاد کے مسافر نہیں بن سکتے۔ وہاں تو ایسے رجال کی ضرورت ہے جو رھبان باللیل اور فرسان بالنھار ہوں۔ چنانچہ رمضان کو غنیمت جان کر اپنی زندگی میں سے ان چیزوں کو آہستہ آہستہ خارج کرتے جائیں جو اگرچہ مباح ہی کیوں نہ ہوں لیکن ان سے آرام طلبی اور عیش پسندی کی بو آتی ہو۔ اس حوالے سے دو حدیثیں یاد رکھیں:

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

"دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی ہو یا مسافر۔"

اور

الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔"

آخری عشرے کا اعتکاف:

آخری عشرے میں اعتکاف کی کوشش کریں۔ وگرنہ کم از کم طاق راتیں ضرور قیام اللیل میں گزاریں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۸۵ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القاعدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

بیان: AQS_10_010

تاریخ: ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ بمطابق ۱۲ دسمبر ۲۰۲۴ء

بزرگ مجاہد رہنما حاجی خلیل الرحمٰن حقانی کا سانحۂ شہادت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ بزرگ مجاہد رہنما اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے وزیر برائے امورِ مہاجرین 'الحاج خلیل الرحمٰن حقانی کابل میں ایک انتحاری حملے میں شہید کر دیے گئے ہیں، إنّا لله وإنّا إليه راجعون! اللہ پاک شہید حاجی صاحب کی شہادت قبول فرمائیں، جنت میں ان کا مقام بلند فرمائیں اور انہیں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی معیت عطا فرمائیں، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حاجی خلیل الرحمن حقانی داعشی خوارج کے ٹولے کے ہاتھوں اپنی وزارت کے احاطۂ دفتر میں مسجد کے دروازے کے قریب شہید کیے گئے۔ خوارج امتِ مسلمہ کا وہ گمراہ و بد اعمال ٹولہ ہے جو اہلِ کفر و شرک کو چھوڑ کر اہلِ اسلام کی تکفیر کرتا ہے اور ان کا خون بہانے کو جائز، بلکہ 'اعلیٰ و ارفع' عمل سمجھتا ہے۔ اس گروہِ خوارج نے ابتدائے تاریخِ اسلام سے لے کر آج تک اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابرین و عوام کا قتل کیا ہے۔ آج، ایک ایسے وقت میں جب کفار میں سے بدترین لوگ یعنی صلیبی و صہیونی فلسطین، خصوصاً بیت المقدس اور غزہ میں لاتعداد مسلمانوں کو تہہ تیغ کر چکے ہیں، مسجدِ اقصیٰ پر ان صہیونیوں کا قبضہ ہے اور وہ اس مسجد کو گرانا چاہتے ہیں (لا قدر اللہ) تو عصرِ حاضر کے یہ داعشی خوارج صہیونیوں اور صلیبیوں کو چھوڑ کر امارتِ اسلامیہ افغانستان کے عوام، علماء، مجاہدین اور قائدین کے خلاف جنگ آزما ہیں، ایسی اسلامی امارت جہاں حدود اللہ جاری ہیں اور ملک میں شریعتِ محمدی (علی صاحبہا صلاۃ و سلام) نافذ ہے۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ؟! اللہ انہیں غارت کرے، یہ کہاں اوندھے منہ چلے جا رہے ہیں؟!

ہم اس موقع پر امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ (نصرہ اللہ) سے ان کے وزیر موصوف حاجی خلیل صاحب کی شہادت پر تعزیت کرتے ہیں۔ اسی طرح حاجی خلیل صاحب کے گھرانے سے خصوصاً، امارتِ اسلامیہ کے عوام و قائدین اور پوری امتِ مسلمہ سے تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ پاک ان مجاہدِ بزرگ کی شہادت قبول فرمائے جو پیرانہ سالی کے باوجود جہاد و اسلامی نظام کی خدمت کرتے رہے اور اسی خدمتِ دین و جہاد میں شہید ہو کر اللہ کے دربار میں پہنچے، نحسبه كذلك والله حسيبه!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر

As-Sahab Media (The Subcontinent)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهـاد برّ صغيـر

بیان: AQS_10_011

تاریخ: ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۲۰۲۴ء

بزرگ مجاہد رہنما شیخ محمد مِرے جامع رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

نہایت دکھ اور غم کے ساتھ ہمیں یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ امتِ مسلمہ کے ایک قائد، حرکت الشباب المجاہدین صومالیہ کی مرکزی قیادت کے رکن الشیخ المجاہد محمد مِرے جامع، صومالیہ میں ایک امریکی ڈرون حملے میں شہید ہو گئے ہیں، فإنا لله وإنّا إليه راجعون! اللهم أجرنا في مصيبتنا واخلف لنا خيرا منها!

اللہ جل جلالہ کا فرمانِ پاک ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ○ (سورۃ الاحزاب: ۲۳)

”انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر کو پورا کر چکے، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔“

شیخ محمد مِرے رحمۃ اللہ علیہ صومالیہ میں مجاہدین کے زیرِ حکومت ولایتوں (صوبوں) کے عمومی امیر تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال کا عرصہ دعوت و جہاد کے میادین میں گزارا۔ اللہ جل جلالہ نے اتنی تھکا دینے والی زندگی کے بعد آپ کا انتخاب شہداء میں فرمایا اور ہزاروں میل دور بیٹھے صہیونی صلیبی امریکی دشمن نے آپ کو نشانہ بنایا، تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمارے شیخ کو حسنِ خاتمہ عطا کیا، نحسبه كذلك والله حسيبه! ایک مردِ مجاہد کی ساری زندگی دراصل اسی خاتمے یعنی فی سبیل اللہ قتل ہونے، اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کی خاطر کٹتی ہے۔ شہادتیں تو اس راہ کا خاصہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی کامیابی کی نشانی ہیں۔ ان شہادتوں سے کاروانِ جہاد مزید مضبوط ہوتا ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ○ (سورۃ آل عمران: ۱۴۶)

”اور کتنے سارے پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! نتیجتاً انہیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو جھکایا، اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

پوری دنیا میں جاری جنگ حق و باطل کی جنگ ہے، یہ جنگ اسلام و کفر کی جنگ ہے اور اس جنگ کا خاتمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے غلبے کی صورت میں منتج ہو گا۔ اس جنگ میں اہلِ کفر کا سردار عالمی صہیونی نظام کا سرغنہ امریکہ ہے۔ یہ امریکہ پاکستان و یمن سے صومالیہ و مالی تک اہلِ اسلام پر ایک عالمی جنگ مسلط کیے ہوئے ہے اور اسی امر کی گواہی شیخ محمد مِرے رحمۃ اللہ علیہ کی صومالیہ میں حالیہ شہادت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری شدت و قوت اور حکمت و تدبر کے ساتھ اس امریکہ کے خلاف دعوت و جہاد کے میادین کو گرم رکھا جائے، اس لیے کہ جب تک دنیا میں اس عالمی ناسور کی حکمرانی قائم ہے دنیا میں عدلِ اسلامی کا شرعی نظام قائم نہیں ہو سکتا (جس کا منتہا خلافۃ علی منہاج النبوۃ ہے)۔ ساتھ ہی سبھی دوستوں اور دشمنوں کو یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ امریکہ اور

اس کے حواری دنیاو آخرت میں ناکام ونامراد ہوں گے، پس عالمِ اسلام خصوصاً صومالیہ میں موجود امریکی صلیبی صہیونی جنگ میں اترے ہوئے عرب وترک حکمرانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور اس جاری جنگ سے پیچھے ہٹ جانا چاہیے، اسی میں ان کی صلاح وفلاح ہے۔

ہم آخر میں اس موقع پر پوری امتِ مسلمہ، چہار دانگِ عالم میں موجود مجاہدینِ اسلام، جماعت قاعدۃ الجہاد کی مرکزی قیادت، حرکت الشباب المجاہدین کے امیر شیخ ابو عبیدہ احمد عمر (حفظہ اللہ)، باقی قیادت و مجاہدین، اہالیانِ صومالیہ اور شیخ محمد مِرے رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ پاک شہید شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت قبول فرمائیں اور انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں، آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القاعدہ برِّصغیر
جماعت قاعدة الجهاد برِّ صغير

بیان: AQS_11_003
تاریخ: ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ بمطابق ۲۸ فروری ۲۰۲۵ء

مولانا حامد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ شہادت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

نہایت غم و حزن کے ساتھ ہمیں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ آج بروز جمعۃ المبارک حضرت مولانا حامد الحق حقانی کو عالمِ اسلام کی مایہ ناز درس گاہ، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں، ان کے چند ساتھیوں اور دیگر نمازیوں کے ہمراہ ایک انتحاری حملے میں شہید کر دیا گیا ہے، فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون۔ یہ مجرمانہ، غیر شرعی اور حرام افعال ہیں اور اس طرح کی کارروائیوں میں ماضی میں الجزائر تا پاکستان دشمنِ دین انٹیلی جنس ایجنسیاں ملوث رہی ہیں یا (داعش نما) ایسے خوارج ملوث رہے ہیں جن کا مطمحِ فساد فی الارض ہے۔ ایسی مجرمانہ کارروائیوں کا مقصد اہلِ سنت کو کمزور کرنا، مجاہدین اور جہاد فی سبیل اللہ کی مبارک محنت کو بدنام کرنا اور مجاہدین و دیگر اہلِ دین کے مابین اختلافات کے بیج بونے کی کوشش ہے۔ مجاہدینِ اسلام (جن کا تعلق چاہے کسی بھی خطے یا تنظیم و جماعت سے ہو) کے جہاد کے مقاصدِ اساسی میں سے ایک، مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کے مظلوموں کی نصرت و اعانت اور ان کے جان، مال اور آبرو کی حفاظت ہے، بے شک ایسے جرائم میں دشمنِ دین انٹیلی جنس ایجنسیاں اور خوارج جیسے گمراہ فرقے ملوث ہیں!

ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ مولانا حامد الحق حقانی شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ہونے والے اس حملے کی ذمہ داری عصرِ حاضر میں خوارج کے بدترین گروہ 'داعش' نے قبول کی ہے، قاتلهم اللہ! ہر صاحبِ دانش و بینش پر یہ امر واضح ہے، کہ آج کی داعش محض چند منتشر الذہن لوگوں اور امریکہ سے لے کر پاکستان تک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے مفادات میں استعمال ہونے والا ایک کٹھ پتلی گروہ ہے، جو نہ شریعتِ مطہرہ کے احکام سے واقف ہے، نہ جہاد فی سبیل اللہ سے کچھ بھی نسبت رکھتا ہے، بلکہ اپنے قتل و فساد کی خصلت میں وحشی درندوں کی حد کو گرا ہوا ہے۔ پچھلے چند سالوں میں اس خارجی ٹولے کے ہاتھوں ہونے والے جرائم (خصوصاً علمائے کرام، مجاہدینِ اسلام اور اسلامی تنظیموں کے قائدین و کارکنان پر حملے) اس گروہ کے اسلام دشمن اور ایجنسیوں کے دامِ فریب کا شکار ہونے کا ثبوت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ، مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے (صحیح بخاری)۔ ہم ایسے غیر شرعی افعال کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور حالیہ حملے کے نتیجے میں شہید اور زخمی ہونے والے حضرات خصوصاً مولانا حامد الحق حقانی اور ان کے اہلِ خانہ سے اظہارِ ہمدردی و تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زخمیوں کو شفائے کاملہ و عاجلہ و مستمرہ عطا کرے اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ اللہ جل جلالہ جہاد و نفاذِ شریعت کی منہجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مبنی بر حق دعوت کو پاکستان و برِّصغیر سمیت پورے عالَم میں مضبوط فرمائے، امریکہ اور اس کے تابع و غلام مقامی طاغوت نظاموں اور طاغوت حکمرانوں کو ذلیل فرمائے جن کا اقتدارِ حکومتِ کفر و جبر و ظلم ایسے مجرمانہ افعال اور ایسے افعال کے مرتکبوں کے فساد کا سببِ اصلی ہے، آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق و واقعات

شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ (استفادہ: عارف ابو زید)

یہ تحریر شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”عمليات ١١ سبتمبر: بين الحقيقة والتشكيك“ سے استفادہ ہے، جو ادارہ السحاب کی طرف سے شائع ہوئی۔ باتیں مصنفِ کتاب کی ہیں، زبان کاتبِ تحریر کی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے اہمیت سے خالی نہیں کہ اس میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے حوالے سے فرسٹ ہینڈ انفارمیشن ہے، کیونکہ اس کے مصنف خود ان واقعات کے منصوبہ سازوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء اور تنظیم القاعدہ کے مؤسسین میں سے ہیں اور بعداً تنظیم القاعدہ کے عمومی نائب امیر رہے یہاں تک کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپ کو محرم ۱۴۴۲ھ میں نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ مجلّے میں کتاب کا انتہائی اختصار سے خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بائیکاٹ پوسٹر وہ غلطی جو چاہیے کہ کسی حساس کام میں نہ دہرائی جائے

- قاعدہ: کوئی بھی انسانی کام غلطی سے مکمل پاک نہیں ہو سکتا۔
- قاعدہ: احتیاطی تدابیر میں کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے۔

تینوں بھائی [محمد عطا، زیاد الجراح اور مروان الشحی] مخصوص اسباب کی وجہ سے امریکہ سے باہر نکل آئے۔ زیاد اپنے ملک لبنان واپس آ گئے۔ محمد عطا جرمنی گئے جہاں وہ اپنے پرانے دوست رمزی بن الشیبہ سے ملے اور انہیں معاملات کے حوالے سے بریفنگ دی، اور یہ بتایا کہ سب نے اپنی ٹریننگ پوری کر لی ہے اور اب بس افغانستان میں موجود قیادت کی طرف سے احکام کے منتظر ہیں۔ اسی طرح مروان الشحی بھی امریکہ سے اس وقت نکل گئے۔ امریکہ میں صرف حازمی اور ھانی حنجور باقی رہ گئے۔ اب جب تینوں بھائیوں نے دوبارہ امریکہ جانا چاہا تو وہ مشکلات سے دوچار ہو گئے۔ اس مقام پر ٹھہر کر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ تینوں بھائیوں کا امریکہ سے نکل جانے کا فیصلہ ان کا شخصی فیصلہ تھا۔ یہ کام ان بھائیوں نے قیادت عامہ یا میدانی قیادت کے کہنے پر نہیں کیا تھا۔ اور میری نظر میں یہ کام اصلِ کارروائی کے لیے بہت خطرے کا باعث بن سکتا تھا، کیونکہ امریکہ میں داخل ہونا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ بہت امکان تھا کہ امریکہ کی طرف سے ان تینوں یا کسی ایک کو دوبارہ امریکہ کی زمین پر اترنے کی اجازت نہ ملتی[3]، اور یوں اس کارروائی میں وہ مزید کوئی کردار ادا نہ کر پاتا۔ اس لیے میں کسی بھی خاص کارروائی میں شریک بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کبھی بھی کارروائی کے میدان سے مت نکلیں، الا یہ کہ قیادت کی طرف سے انہیں کہا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میدانی عمل سے متعلق میرا ناقص تجربہ یہ ہے کہ قائد کا کارروائی کے میدان میں موجود ہونا اور کارروائی میں شریک بھائیوں کے قریب ہونا کارروائی کی درست انجام دہی کے لیے افضل ہے، کیونکہ ایسے میں غلطی کا احتمال کم ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ میدانِ عمل کو چھوڑ دینا عمل میں شریک بھائیوں اور قیادت کے درمیان رابطوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے، اور زیادہ رابطے کرنے کے سبب خدشہ ہوتا ہے کہ یہ افراد دشمن کی نظر میں آ جائیں۔

لہٰذا کسی بھی بھائی کو میدانِ عمل کو نہیں چھوڑنا چاہیے، الا یہ کہ وہ اپنے ذمہ کا کام پورا کر لے یا قیادت کی طرف سے اسے ایسا کرنے کا کہا جائے۔

اپریل ۲۰۰۱ء کے نصف میں محمد عطا نے رابطہ کار بھائیوں کے ذریعے افغانستان میں موجود قیادت عامہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ چاروں ہواباز بھائی تیار ہیں، اور دیگر بھائیوں کے انتظار میں ہیں، اور یہ کہ دیگر بھائیوں کو وصول کرنے کی ان لوگوں کی تیاری پوری ہے۔

خالد شیخ محمد نے، جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا، ان بھائیوں کے سفر سے پہلے ان کے ساتھ مل کر ان تک پیسوں کی ترسیل کی ترتیب بنالی تھی، اور اس کے لیے ہنڈی کے ذریعے پیسوں کو بھجوایا جاتا تھا۔ تنظیم نے اس معاملے میں کسی بھی قسم کی بینک ٹرانزیکشن نہیں کی، کیونکہ اس کی نگرانی ہوتی ہے۔ افغانستان میں موجودگی کے اس زمانے میں تنظیم کی مالی حالت بھی بہت اچھی نہیں تھی اور وہ مالی بحران کا شکار رہی۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے گاڑیوں کو بیچا گیا، اور حتیٰ کہ بعض اوقات عام بیت المال سے قرض لیا گیا۔ ایک مرتبہ تو مشورہ کر کے طے کیا گیا کہ تمام اخراجات کو نصف پر لایا جائے اور اس پر تمام افراد نے اتفاق کر لیا۔ یوں اس زمانے میں عام بیت المال سے ۲ لاکھ ڈالر کا قرض لیا گیا۔ البتہ پھر چند ہی مہینے گزرے تھے کہ تنظیم کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ یہ باتیں میں نے اس لیے ذکر کر دیں تاکہ ہمارے قارئین کو معلوم ہو جائے کہ تنظیم نے کبھی بھی یا کسی بھی مرحلے پر کسی حکومت یا کسی ملک کے سیاسی لوگوں میں سے کسی فرد سے پیسہ وصول نہیں کیا۔ بلکہ تنظیم کا مالی نظام پورا کا پورا مسلمانوں کی طرف سے ملنے والے عطیات اور زکوٰۃ پر تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تنظیم نے ہر فیصلہ آزادانہ کیا ہے، کسی کے دباؤ میں نہیں کیا۔ ہم سنتے ہیں کہ اسلامی تحریکات کے بعض

---

[3] امریکہ کے ویزے کے طالب کے سامنے امریکہ کڑی شرائط عائد کرتا ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ کوئی شخص ایک مرتبہ امریکی ویزہ پر امریکہ میں داخل ہو جائے تو وہ دوبارہ بھی داخل ہونے پر قادر ہو گا، کیونکہ ریاست سے متعلق مخصوص احوال کی وجہ سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ ایسا بہت سے لوگوں کے ساتھ ہوا ہے، اور امریکہ کے انکار کا سبب بھی معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ میری رائے ہے کہ امریکہ میں محض داخل ہونا مجاہدین کے لیے ایک خصوصی کارروائی کے مرادف ہے، لہٰذا جو ایک مرتبہ اس مرحلے سے گزر جائے تو اسے چاہیے کہ وہیں رہے، یہاں تک کہ کارروائی انجام دے لے۔

ماہرین ٹی وی چینلوں پر آکر یہ باتیں کرتے ہیں کہ تنظیم القاعدہ سعودیہ کے شاہی خاندان کے بعض لوگوں سے پیسے جمع کرتی ہے، یا مغربی افریقہ میں ہیرے جواہرات کی تجارت کرتی ہے[۴]۔ میں نے خود ایک جریدے میں پڑھا کہ خاص میرے بارے میں کہا ہوا تھا کہ میں مغربی افریقہ میں ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھروں کی تجارت کی نگرانی کرتا ہوں، تاکہ اس کے منافع سے تنظیم کو مالیات فراہم کی جائیں۔ یہ تمام جھوٹے دعوے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ خود امریکہ کے رسمی اداروں نے بھی ان دعووں کی نفی کی ہے، جیسا کہ امریکی کانگریس کی رپورٹ میں نقل کیا گیا ہے۔ خود دشمن کی اتنی تحقیقات کے بعد آنے والی گواہی کے باوجود بھی باتیں بنانے والے ابھی تک باتیں بنانے میں مصروف ہیں۔

خالد شیخ محمد

اگرچہ خالد شیخ محمد اصلاً بلوچ تھے، مگر وہ کویت میں پلے بڑھے تھے اور عربی زبان پر اچھا عبور رکھتے تھے، اور خلیجی لہجہ بولتے تھے۔ خلیج اور سعودی عرب کے نوجوانوں کے ساتھ آپ کے وسیع تعلقات تھے۔ آپ بارہویں جماعت تک پڑھنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے امریکہ چلے گئے جہاں آپ نے امریکی ریاست شمالی کیرولینا (North Carolina) کی چوان یونیورسٹی (Chowan University) میں داخلہ لے لیا۔ اس کے بعد آپ اسی ریاست میں گریزبورو (Greensboro) شہر میں واقع نارتھ کیرولینا زرعی و تکنیکی یونیورسٹی (North Carolina A&T State University) میں منتقل ہوگئے جہاں سے آپ نے دسمبر ۱۹۸۶ء میں مکینیکل انجینیرنگ کی ڈگری حاصل کی۔

یونیورسٹی سے فراغت کے چند ماہ بعد ہی آپ روس کے خلاف جہاد میں شرکت کے لیے پاکستان آگئے اور استاذ سیاف کے مجموعے میں شامل ہوگئے۔ ان دونوں کے درمیان بہت قوی تعلق قائم ہوگیا جب انہوں نے بہت سے اُن امور میں اپنی مہارت ظاہر کی جن کی استاذ سیاف کو ضرورت تھی۔ جب استاذ سیاف نے بھائی ابو سیاف شیشانی کی نگرانی میں الیکٹرانکس کا شعبہ قائم کیا تو خالد شیخ محمد بھی اس کے ایک رکن تھے اور آپ نے اس شعبے کی ترقی میں مرکزی کردار ادا کیا۔ اسی طرح خالد شیخ محمد نے شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی بہت وقت کام کیا۔ خالد شیخ محمد نے صرف تکنیکی کاموں میں ہی مدد نہیں کی، بلکہ دعوتی امور میں بھی بہت مدد کی، کیونکہ وہ بہت سی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ آپ اپنی جوانی کے دور میں ہی عربی، انگریزی، اردو، پشتو، بلوچی اور فارسی پر پورا عبور رکھتے تھے اور آپ نے اپنی دعوت کا محور افغان مجاہدین کو بنایا۔ آپ نے یہ دعوتی محنت انہیں ٹھیک طریقے سے تلاوتِ قرآن سکھانے اور تجوید کے احکام سکھانے سے شروع کی۔ آپ کا حلقہ بڑھتا گیا کیونکہ بہت سے نوجوان آپ کے حلقے میں شریک ہونے لگے۔ جس نے بھی آپ سے تعامل کیا، آپ کی شخصیت اس کے لیے بہت جاذب اور محبوب ہوتی۔ خاص طور پر اس کا سبب آپ کا تواضع اور انسانوں سے تعامل کا خاص اسلوب تھا جو آپ نے الاخوان المسلمون میں رہتے ہوئے سیکھا تھا جس میں آپ اپنی جوانی کے آغاز میں شامل ہوئے تھے۔ ان حلقوں میں آپ نے بہت سے افراد کو جہاد میں شرکت کی تحریض دی جو بعد میں افغان طالبان میں بڑے کماندان اور مسؤولین بن گئے اور وہ آج بھی خالد شیخ محمد کے احسانات کو یاد کرتے ہیں۔

پشاور سے نکلنے کے بعد آپ نے قطر کا قصد کیا، جہاں آپ کو بجلی اور پانی کی وزارت میں بطور انجنیئر نوکری مل گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے جہادی عمل ترک نہیں کیا۔ آپ اس زمانے میں افغان مجاہدین کے لیے پیسے جمع کرتے تھے۔ اس زمانے میں استاذ سیاف کے ساتھ آپ نے خاص طور پر بہت مالی تعاون کیا۔ آپ دیگر خلیجی ممالک جاکر بھی چندہ جمع کرتے تھے اور افغان مجاہدین کو بھیجتے تھے۔

روس کی شکست کے بعد جب افغان مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں جنگ کرنے لگے تو تنظیم القاعدہ نے اس جنگ سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا اور تنظیم سوڈان کی طرف منتقل ہوگئی۔ تاہم اس زمانے میں خالد شیخ محمد نے دوسرا مشن اپنایا اور وہ تھا پوری دنیا میں پھیلے امریکہ مفادات کو نشانہ بنانا، کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کے مقدسات پر قابض صہیونی ریاست کے ساتھ امریکہ کا غیر محدود تعاون دیکھ چکے تھے۔

۱۹۹۲ء میں رمزی یوسف جو خالد شیخ محمد کے بھانجے تھے، انہوں نے نیو یارک کے تجارتی جڑواں ٹاوروں میں سے ایک کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کام میں ان کا رابطہ خالد شیخ محمد کے ساتھ تھا اور خالد شیخ محمد انہیں مالیات فراہم کر رہے تھے۔ میری معلومات کی حد تک آپ نے اموال کی فراہمی کے علاوہ اس کام میں کوئی مزید شرکت نہیں کی۔ آخر ۲۶ فروری ۱۹۹۳ء کو رمزی یوسف نے ایک ٹاور کی پارکنگ میں بارود سے بھری گاڑی پہنچادی اور اس پر ٹائمر لگا کر ایئرپورٹ پہنچ گئے تاکہ امریکہ سے نکل جائیں۔ جب گاڑی پھٹی تو ٹاور کا بہت نقصان ہوا اور ایک ہزار کے قریب افراد مرے یا زخمی ہوئے۔ رمزی یوسف نے اپنے قریبی ساتھیوں کو بتایا کہ یہ کارروائی جیسا کہ ان کا پلان تھا، اس طرح نہ ہو سکی، کیونکہ ان کا پلان تھا کہ پورا ٹاور زمین بوس ہو جائے۔

امریکی تحقیقات کے دوران رمزی یوسف کا نام سامنے آگیا، اور امریکہ پاکستان کی مدد سے اس کوشش میں لگ گیا کہ کسی طرح رمزی یوسف کو پکڑا جائے[۵]۔

---

[۴] ہیروں یا قیمتی پتھروں یا سونے یا دیگر چیزوں کی تجارت بیشک مشروع اعمال ہیں، البتہ تنظیم کے افراد کو کبھی فارغ وقت نہیں ملا کہ وہ اپنی جہادی مصروفیات کے ساتھ اس قسم کی تجارت کر سکیں۔ ایسی تجارت بغیر ماہر افراد کے نہیں ہوتی جو صرف اسی کام کے لیے کل وقتی فارغ ہوں۔

[۵] امریکی حکومت نے رمزی یوسف کے بارے میں معلومات دینے والے کے لیے انعام کا اعلان کیا۔ رمزی یوسف کا ایک دوست تھا جو جنوبی افریقہ میں رہتا تھا، اور ان دونوں کا تعلق تھائی لینڈ میں رہتے ہوئے بہت بڑھ گیا تھا۔ یہ تعلق امریکی تجارتی ٹاور کی کارروائی کے بعد بھی رہا۔ اس دوست نے امریکی اداروں سے بات کی کہ اس کے پاس

اس زمانے میں خالد شیخ محمد نے بھی قطر چھوڑ دیا کیونکہ خطرہ تھا کہ انہیں بھی تعاون کے نام پر پکڑ لیا جائے گا۔ وہ پاکستان آگئے اور یہاں آکر رمزی یوسف سے ملے اور کارروائی کی پوری تفصیلات حاصل کیں۔ پھر دونوں میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ امریکی مفادات کو ضرب لگانے کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔

اس دفعہ یہ طے کیا گیا کہ امریکی مسافر طیاروں میں بارود نصب کر کے انہیں اڑانا چاہیے۔ اور اس کام کے لیے ان کے نزدیک سب سے آسان جگہیں ایشیا کے سیاحتی ممالک تھے، مثلاً فلپائن یا تھائی لینڈ وغیرہ۔ ان دونوں کے درمیان فلپائن پر اتفاق ہوا تو دونوں پاکستان سے نکل کر مانیلا پہنچ گئے۔ ۱۹۹۴ء میں ان بھائیوں کو وہاں کچھ بارود بھی دستیاب ہو گیا جس سے مائن بن سکے اور انہوں نے تجرباتی طور پر ایک ہوائی جہاز میں لگایا بھی جو ہانگ کانگ جا رہا تھا، مگر تجربہ کامیاب نہ ہو سکا۔ فلپائن میں رہتے ہوئے ان بھائیوں نے اس وقت کے امریکی صدر بل کلنٹن کو مارنے کی بھی پلاننگ کی جو فلپائن کے دورے پر تھا۔ لیکن حکومت کی طرف سے سخت سکیورٹی کے اقدامات کے سبب یہ لوگ وہاں کام جاری نہ رکھ سکے۔

۷ فروری ۱۹۹۵ء کو پاکستانی اداروں نے رمزی یوسف کو پکڑ لیا اور اسے امریکیوں کے حوالے کر دیا۔ اس وقت خالد شیخ محمد پاکستان چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور افغانستان چلے گئے۔ افغانستان میں استاذ سیاف نے انہیں جگہ بھی دی اور ان کی حفاظت کا بھی سامان کیا۔ لیکن خالد شیخ محمد کے منصوبے رکنے والے نہیں تھے، چنانچہ آپ افغانستان سے سوڈان چلے آئے تا کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے ملیں اور ان کے سامنے اپنا نیا منصوبہ پیش کریں۔ وہاں آپ نے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان کے سامنے یہ منصوبہ پیش کیا کہ دس امریکی مسافر بردار جہازوں کو ہائی جیک کیا جائے، اور اپنے مطالبات سامنے رکھے جائیں۔ مطالبات نہ مانے جائیں تو ان جہازوں کو ہوا میں اڑا دیا جائے۔ مطالبات میں سے اہم مطالبہ شیخ عمر عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی تھی۔ تاہم ضروری تھا کہ ان کے منصوبے کو تنظیم کی فکر کے مطابق ڈھالا جائے۔ سوڈان سے خالد شیخ محمد کو یمن کی طرف بھیجا گیا تا کہ وہ وہاں اعلیٰ سطح کے امنیاتی تدابیر کے دورہ سے گزریں، جس میں ان کے ساتھ بھائی ابو ہانی مصری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بھائی شریک تھے۔ وہاں سے وہ دوبارہ افغانستان آگئے اور جہادی کاموں کے سلسلے میں افغانستان و پاکستان میں آتے جاتے رہے۔

۱۹۹۶ء میں جب تنظیم کا مرکزی حصہ دوبارہ افغانستان کی طرف منتقل ہو گیا تو خالد شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیم سے قربت بڑھتی گئی۔ آپ کا تنظیم کے قائدین کے ساتھ قوی تعلق قائم ہو گیا۔ آپ نے تنظیم کے اعلامی کام کو منظم کرنے میں بھی خوب مدد کی جبکہ اس زمانے میں آپ خود اس کا براہ راست حصہ نہ تھے۔ اسی طرح قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ خالد شیخ محمد نے اس زمانے میں اپنے دیرینہ دوست کماندان خطاب رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں بھولا، اور آپ یہاں موجود ان کے نائبین بھائی ضحاک یمنی اور بھائی جنرل قدوری کے ساتھ مدد و تعاون کرتے رہے۔

۱۹۹۸ء میں نیرونی اور دارالسلام میں امریکی سفارتخانوں پر حملے کے بعد خالد شیخ محمد کو اعتماد ہو گیا کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ امریکی مفادات کو ہدف بنانے میں سنجیدہ ہیں، جس سے انہیں پھر سے تحریض ملی کہ وہ اپنے منصوبہ پر شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کریں۔ یوں تنظیم کے ساتھ کئی ملاقاتوں اور بہت سی مجالس کے بعد یہ نئی فکر وجود میں آئی کہ ان جہازوں کو خود ایک اسلحے میں تبدیل کر دیا جائے جن کے ذریعے، اللہ کی توفیق سے، امریکی اہداف پر حملہ کیا جائے۔[۶]

یوں ۱۹۹۹ء کے نصف میں شیخ خالد محمد تنظیم کے مرکزی لوگوں میں شامل ہو چکے تھے۔ اس وقت آپ کو تنظیم کی طرف سے بھائی ابو حسین مصری کی جگہ اعلامی شعبہ کا مسؤول متعین کیا گیا۔ چند ہی مہینوں میں آپ کی مدد سے اعلامی شعبہ فعال ہو گیا۔ آپ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے اعلام سے متعلق سبھی بھائی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ نے اپنے تعلقات سے فائدہ اٹھا کر بہت سا ضرورت کا اعلامی سامان یورپ سے منگوا کر شعبے کو دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ امریکہ میں کارروائی کے لیے منتخب افراد کی نگرانی بھی کر رہے تھے۔ نیز پاکستان میں نئے آنے والے افراد کے لیے ترتیبات کی بھی نگرانی کرتے تھے۔ اسی طرح بعض اوقات اموال کی وصولی کے کام میں بھی مدد کیا کرتے تھے۔ میں تو انہیں ۱۱ ستمبر کے حملوں کی پٹاخی (detonator) کا نام دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس کارروائی کو مکمل کرنے میں سب سے زیادہ اور بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کارروائی کے ہر مرحلے میں آپ ہی کا کردار نمایاں تھا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

معلومات ہیں، لیکن وہ اس شرط پر معلومات دے گا کہ پہلے اسے اس خیانت کا انعام دیا جائے۔ امریکیوں نے پہلے یہ تسلی چاہی کہ واقعی جس فرد کے بارے میں یہ بتاتا ہے، وہی رمزی یوسف ہیں یا نہیں، اس کام کے لیے امریکیوں نے اس شخص کو ایک کتاب دی کہ وہ اس کتاب کو رمزی یوسف تک پہنچائے، اور اس کتاب پر رمزی یوسف کے ہاتھوں کے نشان (fingerprints) جمع کر کے کتاب واپس امریکیوں تک لائے۔ چنانچہ جب کتاب واپس امریکیوں نے حاصل کر لی تو انہوں نے ٹریس کر لیا کہ واقعی یہی فرد رمزی یوسف ہے۔ پھر پاکستانی اداروں کے تعاون سے ۱۹۹۵ء میں رمزی یوسف کو پکڑ لیا گیا اور امریکہ کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ روایت خود خالد شیخ محمد، اللہ تعالیٰ انہیں رہائی دیں، نے بیان کی۔

[۶] میری جس قدر مجالس اس زمانے میں خالد شیخ محمد کے ساتھ ہوئیں تو وہ ہمیشہ یہ دہراتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے نیویارک کے تجارتی مراکز کو زمیں بوس ہوتے دیکھوں۔

دوسری قسط

القاعدہ کیوں؟

لماذا اخترت القاعدة؟

میں القاعدہ میں کیوں شامل ہوا؟

تالیف: شیخ ابو مصعب العولقی شہید | استفادہ و اضافہ: معین الدّین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلاۃ والسلام علیٰ أشرف الأنبیاء.

اللّٰھم وفقني کما تحب وترضی والطف بنا في تیسیر کل عسیر فإن تیسیر کل عسیر علیك یسیر، آمین!

آج دنیا کے حالات میں جو تغیرات آرہے ہیں، خاص کر ان خطوں میں کہ جو دنیا بھر کی جنگوں کا مرکز ہیں، تو یہ حالات راقم السطور کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلۂ تحریر ’القاعدہ کیوں؟‘ کو آگے بڑھائے رکھے۔ اللہ پاک سے خیر کی توفیق اور شر سے نجات کا سوال ہے۔ اللہ پاک اس تحریر کو راقم و قاری کے لیے سببِ خیر بنائے اور مجھے اس کو جاری رکھنے کی توفیق دے، آمین!

دوسری وجہ: انہیں تنہا چھوڑ دینے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ.“ (صحیح مسلم)

”میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق بات پر غالب رہے گی جو انہیں رسوا کرنا چاہے گا (ان کا ساتھ چھوڑ دے گا) وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اور وہ اسی حال پر ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے، ذرا غور کیجیے! یہ فرمانِ رسولؐ کن لوگوں پر صادق آتا ہے؟ کیا یہ حدیث ان پر صادق نہیں آتی کہ جو آج یہود و نصاریٰ اور مرتدین کے طاغوتی حملے کا جاں توڑ مقابلہ کر رہے ہیں، جو ان اہلِ کفر و نفاق سے برأت کا اعلان کرتے ہیں، ان کے خلاف تلوار اٹھائے ہوئے، ان کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور بدلے میں ان کے خلاف جنگ کی جاتی ہے؟

ذرا غور کیجیے! کیا یہ حدیث ان لوگوں پر منطبق نہیں ہوتی کہ جو اللہ کے دین کے دفاع کی خاطر ایک ایسے وقت میں اٹھ کھڑے ہوئے جب مسجدیں گرائی جا رہی تھیں، مصاحفِ قرآنی شہید کیے جا رہے تھے، عزتیں پامال ہو رہی تھیں، دشمنانِ دین و اہلِ رفض مسلمانوں کی عزت و ناموس کو روندر ہے تھے، جب کفر اسلام پر غلبہ پائے ہوئے تھا!

کیا اس حدیث میں بیان کی گئی صفات کے حامل وہ لوگ نہیں کہ جب انہوں نے مسلمان خواتین کی مظلومانہ چیخ و پکار سنی، جن کی عزتیں اہلِ رفض اور صلیب کے پجاریوں نے پامال کی تھیں۔ یہ سب دیکھ اور سن کر انہوں نے قسم کھا کر کہا ”اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے، ہم پلکیں بھی نہ جھپکیں گے، ہماری تلواریں تنی رہیں گی اور نیام میں نہ جائیں گی یہاں تک کہ اے ہماری عفیفہ بہنو! ہم تمہاری عزت کا انتقام نہ لے لیں!“ اب آپ ہی بتائیے کہ کیا یہ قسم کھانے والے مجاہدینِ اولوالعزم نے اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کر دکھایا یا نہیں؟! یہ مجاہد یا تو اپنا عہد نبھا کر اس دنیا سے گزر گئے یا آج بھی ہر عسر و یسر کے ساتھ میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

کیا طائفۂ منصورہ کی صفات ان مجاہدین پر صادق آتی ہیں کہ جنہیں کسی کا ساتھ دینا یا چھوڑ جانا، کسی کی حمایت یا مخالفت کچھ متاثر نہیں کرتی اور وہ اپنے جہاد میں جتے رہتے ہیں؟ یا کیا طائفۂ منصورہ کی صفات ان لوگوں پر صادق آتی ہیں جنہوں نے کبھی افغانستان میں امریکہ کا ساتھ دیا، نان نیٹو اور فرنٹ لائن اتحادی کا تمغہ اپنے سینے پر سجایا، یا جنہوں نے عراق میں جاری جہاد کے ناجائز ہونے کے فتاویٰ دیے، جنہوں نے اہلِ سنت کے مجاہدین کو خوارج کہا، ان کے جہاد کو فتنہ قرار دیتے رہے۔ وہ لوگ جنہوں نے مجاہدین کو تنہا چھوڑ دیا، خود اپنے گھروں میں پیچھے بیٹھ رہے اور دنیا کی آسائشوں میں مگن ہو گئے۔ کیا طائفۂ منصورہ کی صفات ان لوگوں پر صادق آتی ہیں کہ جنہوں نے اپنی تیز زبانوں سے مجاہدین کے دلوں اور کلیجوں پر گہرے گھاؤ لگائے، کسی کہنے والے کی بات مجھے یاد آگئی کہ ان صاحب نے کہا کہ اچھا ہوا کہ طالبان نے لمبے لمبے بال رکھ لیے، فرشتوں کو انہیں جہنم میں گھسیٹنے میں آسانی ہو گی، فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون! ان لوگوں نے مجاہدین کا ساتھ کبھی نہ دیا اور ان کے اقوال بتاتے ہیں کہ شاید انہوں نے ان مجاہدوں کے لیے کبھی دعائے خیر بھی نہ مانگی ہو گی۔ یہ لوگ مجاہدین کی بڑی بڑی خوبیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور ان پر صریح تہمتیں لگانے تک سے گریز نہیں کرتے۔ کیا یہ تہمتیں دھرنے والے اور بہتان لگانے والے لوگ طائفۂ منصورہ میں سے ہیں؟

یہ جاننے کے لیے کہ اولاً مذکور حدیث کس پر زیادہ صادق آتی ہے، اس کو سمجھنے کے لیے کوئی بہت بڑا محقق ہونا ضروری نہیں، عام مشاہدے کی آنکھ سے دیکھیے۔ رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'ان کو تنہا چھوڑنے والا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا'۔ نصرتِ دین سے پیچھے کون ہٹا؟ کس نے جہاد اور غلبۂ اسلام کی راہ کو چھوڑا؟ وہ جو اپنی جانوں اور مالوں سے کفار کے خلاف نبرد آزما ہیں یا وہ جو اپنے گھروں میں بیٹھ گئے؟

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم

جو تنظیمیں اور جماعتیں القاعدہ یا دیگر مجاہدین کو غلط قرار دیتی ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے منہج و طریق پر چلنے والے مجاہدین کہاں ہیں؟ اور سچ یہ ہے کہ وہ اپنی صفوں میں ایسے مجاہدین کی نشاندہی کرنے سے قاصر ہیں جو ان کے منہج پر چلتے ہوں۔ اس منہج کے سالکین کیونکر آج جہاد کا حصہ نہیں ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جہاد ہمیشہ جاری رہے گا۔

یہ سب جان لینے کے بعد آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا وقت آ نہیں گیا کہ آپ مجاہدین کے بارے میں اپنی رائے بدل لیں۔ وہ مجاہدین جو امت کی شان، امت کا مان، امت کا وقار، امت کے محافظ ہیں، وہ لوگ کہ جن کی آنکھیں رباط میں جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں پر پہرہ دیتی ہیں تو ہم اپنے گھروں میں آرام کی نیند سوتے ہیں اور جن کے پہرے کے سبب ہماری نسلوں کا ایمان محفوظ ہے۔ وہ مجاہدینِ اسلام جنہیں اللہ ربّ العزت نے 'ذروۃ سنام الإسلام' اسلام کی چوٹی کے مقام سے نوازا ہے؟

تیسری وجہ: وہ حق کی خاطر قتال کرنے والے ہیں

حضرتِ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ قَاهِرِينَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ."
(صحیح مسلم)

"میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رکھے گی جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اسی حالت میں قیامت واقع ہو جائے گی۔"

اس حدیث میں طائفۂ منصورہ کی ایک واضح صفت بیان کی گئی ہے اور وہ ہے حق کی خاطر قتال کرنا۔ اب اس رُو سے دیکھیے تو ہم القاعدہ کو دنیا کی سب سے زیادہ طاقت ور جہادی جماعتوں میں سے پائیں گے کہ جو حق کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اس قتال علی الحق کی دلیل ان کا افغانستان، پاکستان، کشمیر، ہندوستان، عراق، شام، صومالیہ، مالی، الجزائر اور جزیرۃ العرب خصوصاً یمن میں حملہ ور دشمن اور امریکیوں و اسرائیلوں کے فرنٹ لائن اتحادیوں کے خلاف لڑنا ہے۔ طائفۂ منصورہ کی حق کی خاطر جنگ کرنے کی صفت انتہائی واضح اور ممیز ہے اور اس صفت سے مجاہدین ہی سب سے زیادہ متصف ہیں۔ یہ حدیث ہر گز ان لوگوں پر منطبق نہیں ہوتی جنہوں نے جہاد کو ترک کر دیا اور اس فریضے کو بھلا بیٹھے۔ بلکہ ہائے افسوس کہ کچھ لوگ تو اس فریضے سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں اور عصرِ حاضر میں عملِ جہاد کے غیر مؤثر ہونے کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ حالانکہ اسی اقامتِ جہاد و قتال کے سبب آج امارتِ اسلامیہ افغانستان کی صورت میں ایک حکومتِ شرعی قائم ہوئی ہے، صومالیہ میں مجاہدینِ اسلام کی فتوحات موغادیشو کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہیں، جہاد ہی کی برکت سے ملکِ شام میں ظالم و جابر نصیری نظام کا خاتمہ ہوا ہے اور اہل السنہ سمیت تمام مظلومین کو چین کا سانس میسر آیا ہے۔ جبکہ دیگر مناہج کا فروغ کرنے اور جہاد کو غیر مؤثر قرار دینے والے حضرات کی جہد کا ظاہری نتیجہ جسے وہ اپنے تئیں 'مؤثر' سمجھتے ہیں، کیا نکلا؟ کیا کوئی ایک خطۂ زمین بھی ایسا ہے جہاں ان 'مؤثر' محنتوں کا نتیجہ نفاذِ اسلام یا اقامتِ شریعت یا کم از کم اہلِ کفر و ضلال کے غلبے کے خاتمے کے نتیجے میں ظاہر ہوا ہو؟

یہاں یہ لطیف نکتہ بھی قابلِ بیان ہے کہ بعض اسلامی جماعتیں اور تنظیمیں مذکور روایتِ حدیث کو پھیلانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتیں، للاسف بعض علماء بھی اس روایت سے چشم پوشی کرتے ہیں، ہم نے کئی علماء سے 'لا تزال طائفۃ......' کی روایت سنی ہے، لیکن وہ "یقاتلون" والی روایت ذکر نہیں کرتے، گویا یہ صحیح مسلم میں موجود ہی نہ ہو۔

سنہ ۲۰۱۳ء کی بات ہے کہ میں اپنے مرشد جنابِ اسامہ ابراہیم غوری شہید کو اصرار کر کے لاہور میں جمعے کے دن اس مسجد میں لے گیا جہاں میں اکثر جمعہ پڑھا کرتا تھا۔ وہاں دورانِ خطبہ ہمیں عجیب حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب وہاں موجود محترم خطیب صاحب نے اس آیت کی تلاوت کی 'اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ' کہ بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔ آیت کے اس ٹکڑے کی کچھ تفصیل بیان کرنے کے بعد وہ حضرت بولے کہ 'اس کے بعد اس میں کچھ تفصیل ہے اور اس کے بعد اللہ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی صفت یہ ہے کہ "اَلتَّاۗىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّاۗىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ" یعنی "(جنہوں نے یہ کامیاب سودا کیا ہے وہ کون ہیں؟) توبہ کرنے والے! اللہ کی بندگی کرنے والے! اس کی حمد کرنے والے! روزے رکھنے والے! رکوع میں جھکنے والے! سجدے کرنے والے! نیکی کی تلقین کرنے والے، اور برائی سے روکنے والے، اور اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کی حفاظت کرنے والے"۔' بے شک محترم خطیب صاحب نے جو صفات بیان کیں وہ انتہائی اعلیٰ ہیں اور یہ خطیب صاحب کی نہیں اللہ کی بیان کردہ ہیں بلکہ سورۃ التوبۃ کی آیت

نمبر ایک سو گیارہ ’انّ اللہ اشتریٰ‘ کے بعد اگلی آیت میں یہ صفات بیان کی گئی ہیں لیکن پچھلی آیت یعنی ’انّ اللہ اشتریٰ‘ میں بھی خاص کر ایک صفت بیان ہوئی ہے کہ ’يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ‘ یعنی ’وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں مارتے بھی ہیں، اور مرتے بھی ہیں‘۔ اس آیت میں تو کسی القاعدہ کا نام موجود نہیں ہے کہ ہم سوچیں کہ القاعدہ کا نام لینے سے منسوب کوئی خطرہ ان کی طرف متوجہ ہو جائے گا، بلکہ یہ تو اللہ کا قرآن ہے جو کسی القاعدہ کی نہیں بلکہ عموماً ان اہلِ ایمان کی صفات بیان کر رہا ہے کہ جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کا سودا اللہ سے جنت کے بدلے کر لیا ہے، فیا للاسف، وإلی اللہ المشتکی!

(اصلی تالیف میں) شیخ ابو مصعب العولقی آگے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار شمالی یمن میں ایک مدرسے میں زیرِ تعلیم تھا، تو میرے ایک ساتھی طالبِ علم نے صحیح مسلم کھولی اور مجھے یہ اوپر مذکور روایت دکھا کر پوچھا ’ہمارے علماء اس روایت کو کیوں بیان نہیں کرتے؟‘

میرے عزیز بھائی! یہ ایک ایسا وصف ہے جس پر عمل کا دعویٰ صرف اس کے اہل لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ کی رحمتِ خاصہ ہے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ’یقاتلون‘ کہلوایا جس کی جنگ کے سوا کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ اگر روایت میں ’یجاھدون‘ (وہ جہاد کرتے ہوں گے) آتا تو بعض لوگ اس کی تاویل کرنے کی کوشش کرتے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس روایت میں اس قدر صراحت سے قتال کا ذکر ہے اس کے باوجود بھی کچھ لوگ اس کا کوئی اور مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ إلّا باللہ!

القاعدہ میں موجود ایک مجاہد ساتھی نے مجھے بتایا کہ اس کی بحث کسی اور تنظیم میں موجود کسی شخص سے ہوئی تو اس ساتھی نے کہا ’ہم مجاہدین کا منہج برحق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یقاتلون“، یہ گروہ قتال کرنے والا ہو گا‘ تو وہ شخص کہنے لگا کہ ’یہاں ”یقاتلون“ بمعنیٰ ”یدعون“ بیان ہوا ہے یعنی وہ دعوت دینے والے ہوں گے۔ یہ سن کر القاعدہ سے وابستہ ساتھی بولا اگر تم مجھے لغت میں یقاتلون بمعنیٰ دعوت کہیں دکھا دو تو میں القاعدہ کا منہج ترک کر دوں گا۔ بقولِ اقبالؒ (شرطِ شعر فہمی کے ساتھ کہ اس میں کسی اور پر کچھ طعن مقصود نہیں):

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
ملّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار

شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سر مست، نہ خوابیدہ و بیدار

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے! ذرا دیکھیے یہ کیسے نصوصِ شرعیہ کا معنیٰ و مفہوم توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور اس میں تحریف کرتے ہیں۔ اے میرے بھائی بخوبی جان لو کہ یہی حق کا راستہ ہے، اس کی سختی تمہیں اس سے ہٹنے پر مجبور نہ کر دے کہ قتال فی سبیل اللہ طائفہ منصورہ کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اللهم اجعلنا هادين مهتدين، غير ضالّين ولا مضلّين، سلماً لأوليائك، وحرباً على الأعدائك، نحبك من أحبك، ونعادي بعداوتك من خالفك. اللهم هذا الدعاء ومنك الإجابة، اللهم هذا الجهد وعليك التكلان، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، آمين!

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

بقیہ: عافیہ صدیقی: بیٹی فروشوں اور صلیبی درندوں کی داستان

امت کی اس بیٹی کی غم واندوہ سے لبریز یہ کہانی اتنی طویل ہے کہ اس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہ ایک حافظۂ قرآن، نیورو سائنسز میں پی ایچ ڈی، امت کا درد رکھنے والی، ایک ماں اور ایک بیٹی کی کہانی ہے۔ امتِ مسلمہ کے لیے ایک لٹمس ٹیسٹ ہے۔

فوزیہ صدیقی عافیہ کا دیکھا ہوا ایک خواب بتاتی ہیں جو عافیہ نے اپنی والدہ کو فون پر بتایا تھا:

> ”نبی پاک میرے خواب میں آئے۔ میں نے سوال کیا کہ آقا میں کب تک یہاں رہوں گی؟ میرا یہ امتحان کب ختم ہو گا؟ پھر میں رونے لگ گئی تو آپ ﷺ مسکرا دیے اور کہنے لگے ارے بیٹی! یہ تمہارا امتحان تھوڑی ہے۔ تو میں ایک دم حیران ہو گئی کہ یہ میرا امتحان نہیں ہے تو میں کیوں قید میں ہوں؟ یہ میرے ساتھ اتنا ظلم کر رہے ہیں کہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ آبدیدہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ میں نے پھر رونا شروع کر دیا اور پچھتائی کہ میں نے ایسا سوال کیوں کیا کہ آپ ﷺ کو رنجیدہ کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے آہستہ سے فرمایا کہ یہ میری امت کا امتحان ہے۔“

بے شک اللہ کے دربار میں تو عافیہ صدیقی کا مقدمہ حاضر ہے اور ہر اس شخص کا نام درج ہے جس نے اس پر ذرہ برابر بھی ظلم کیا یا ظالم کا ساتھ دیا اور ان تمام منافق حکمرانوں کا بھی جنہوں نے طاقت و استطاعت ہونے کے باوجود اپنی بہن کو کفار کے چنگل سے آزاد نہ کرایا، عوام الناس کا بھی جن پر اپنی بہن کو چھڑانے کے لیے جہاد فرضِ عین ہے۔ اگر قیامت کے دن عافیہ نے رب کے حضور ہم سے اس بابت پوچھ لیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

اکیسویں صدی میں

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

(سورۃ العصر کی روشنی میں)

حضرت الامیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ

قیادت آزمائش کی بھٹی میں

باطل تحریکات کی طرح اہلِ حق کی تحریک میں ایسا نہیں ہوتا کہ قربانیوں کے لیے صرف کارکنوں کو آگے کیا جاتا رہے، اور قائدین اور ان کی اولاد دنیا کی لذتوں اور آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ یہاں تک کہ یہ قیادت اور ان کی اولاد اسی گندگی میں ڈوب کر خود اسی ظالم اشرافیہ کا حصہ بن جائے، جس کے خلاف اس نے انقلاب کا نعرہ لگایا تھا۔

بلکہ اہلِ حق کی قیادت کارکنوں سے پہلے آزمائش کی بھٹی میں جھونکی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو پہلے آزمائشوں سے گذارا، بعد میں ان کے متبعین کی باری آئی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کیسی کیسی آزمائشوں سے گذارا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی آزمائش سے گذارا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو، آپ کے خاندان کو اور آپ کے داماد و نواسوں کو اس مرحلے سے گذرنا پڑا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا، اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ کون تھے، ان کا کردار کیا تھا؟ اسلام کی آبیاری اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فداکاری و جانثاری میں ان کا کیا مقام تھا؟

تمام عالمِ عرب اس عظیم شخصیت، ان کی اہلیت، ان کی قربانی اور ان کی قیادت کے حق کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

اسی طرح خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کون تھے، اسلام اور اہلِ اسلام کو ان سے کیا فائدہ پہنچا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح وقت گذارا؟ عرب کے صحراء و پہاڑ اس مردِ درویش کو اچھی طرح جانتے تھے۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دین کے لیے قربانیوں سے اپنے پرائے سب اچھی طرح واقف تھے۔

اور یہی سنت اللہ تعالیٰ نے اہلِ حق کے ساتھ آج تک جاری رکھی ہے۔ عالمی کفری نظام کے مقابل کھڑی ہونے والی جہادی قیادت نے سب سے پہلے اپنی قربانی پیش کی۔ اپنے گھر بار، اپنے وطن، اپنے مال و دولت اور اپنے عیش و آرام کو اس امت کے مستقبل پر قربان کیا، اسی راستے میں اپنی اولاد کو آنکھوں دیکھی موت کے راستے پر ڈالا اور امت پر قربان کر دیا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے قربانی کی ایک ایسی تاریخ رقم کی جس پر اسلامی بیداری کی تحریکات بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں۔ علمائے حق سینہ تان کر لادین طبقے کے سامنے اس ہستی کو اپنے سر تاج کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ امیر المؤمنین، اللہ اس مردِ مجاہد کو امت کی جانب سے بہترین بدلہ دے، اپنی، اپنے خاندان کی قربانی، اپنی ریاست اور اقتدار کی قربانی، اسی طرح آپ کے رفقائے جہاد نے خود اپنی اور اپنی اولاد، اپنی قوم و قبیلے کی قربانی پیش کی۔ مجددِ جہاد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اپنی جان و مال اور گھر بار کی قربانی پیش کی، اپنے بچوں کو اس راستے پر ذبح کرایا، ان کی صاحبزادیاں بیوگی کی زندگی سے دوچار ہوئیں۔ اسی طرح شیخ ایمن الظواہری خود اپنی جوانی سے قید و بند کی صعوبتوں، ہجرت و دربدری، جنگ کی مشکلات سے گذرتے رہے۔ آپ کی شریکِ حیات اللہ کے راستے میں اس طرح شہید کر دی گئی کہ قبر پر مٹی ڈالنا بھی نصیب نہیں ہو سکا، ان کے ساتھ آپ کا بیٹا اسلام و امت کے نام پر قربان ہو گیا، اس کے بعد بیٹیاں، نواسے اور نواسیاں سالہا سال تک اسیری کی اذیت سے گذرے کہ ایک مدت تک آسمان دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا، پھر دو بیٹیوں کے سہاگ اس راستے میں قربان ہو گئے۔

ہجرتیں، فرقتیں، دربدریاں، جیلیں اور شہادتیں، الحمد للہ یہ اعزاز امارتِ اسلامی افغانستان اور عالمی جہادی تحریک کی قیادت کو حاصل ہے کہ اس نے اس دینِ مبین کے لیے، اس امت کی عظمت و رفعت کے لیے، اپنا سب کچھ قربان کیا ہے، اور ابھی تک کر رہی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اہلِ حق کی قیادت مصنوعی تحریکات، دجالی میڈیا کی چکا چوند اور باپ دادوں کی وراثت کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ یہ دیوانے جنگوں کی گھن گرج میں پروان چڑھتے ہیں، ہجرتیں انہیں اس دنیا کی حقارت سکھاتی ہیں، آئے روز کی شہادتیں انہیں اس فانی جسم کی حقیقت سمجھاتی ہیں، اسیری انہیں زندگی جینے کا قرینہ سکھاتی ہے، ڈرون کے میزائل ان کے حوصلوں کو مہمیز لگاتے ہیں، ہر وقت موت کا سایہ ان کی خواہشات کے لیے صیقل کا کام کرتا ہے، جو انہیں ان کا حال قربان کرنے پر ابھارتا ہے تاکہ یہ اپنا مستقبل (آخرت) سنوار سکیں۔

جمہوریت پسندوں کی طرح اہلِ حق کی قیادت کوئی عہدہ و منصب نہیں ہوتا، بلکہ یہ کانٹوں کی سیج ہوتی ہے جس پر لیٹ کر بھی انسان آرام سے نہیں رہ سکتا، یہ غم کا ایسا بوجھ ہوتا ہے جسے اگر پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو شدتِ کرب سے وہ بھی کالے ہو جائیں، یہ لیڈری کے نام پر اپنے

بنگلے نہیں بناتے بلکہ اپنے گھر بار کو کھنڈرات بنوا کر امت کے دین، اس کے عقیدہ و ایمان اور ان کے گھروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ کے نظام سے محروم اس بنجر و اجاڑ زمین کو یہ اپنے گرم لہو سے سیر اب کر رہے ہیں تاکہ اس پر شریعت نافذ کر کے اسے تعمیر کے قابل بنایا جاسکے۔ اس کی تعمیر میں ان کی آہیں اور سسکیاں شامل ہیں، اس کی تزئین و آرائش ان کے ارمانوں کو جلا کر اور ان کی خواہشات کا خون کر کے کی جا رہی ہے۔

حق و باطل کے اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ دورِ جدید میں باطل کے ہاں قیادت تیار کرنے کا انداز مصنوعی اور دھوکہ و فریب پر مبنی ہے۔ باطل قوتیں کام کے اعتبار سے کردار تلاش کرتی ہیں، اور پھر کسی بھی کٹھ پتلی کو قائد بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیتی ہیں۔ آسمان و زمین پیدا کرنے والا رب گواہ ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ (درحقیقت عیسائی دنیا کی بربادی اولیٰ) سے لے کر اب تک، خصوصاً خلافتِ عثمانیہ ٹوٹنے کے بعد سے اس دجل کے ذریعہ دنیا کے سامنے ایسے کردار قائد بنا کر پیش کیے گئے جو اعلیٰ درجے کے نااہل اور نکمے تھے، لیکن یہ ذرائع ابلاغ کا دجل اور دورِ جدید کے تاریخ سازوں کی عیاری ہے کہ انھوں نے طوائفوں، بھانڈوں، میراثیوں اور بدفعلیوں میں مبتلا کرداروں کو بھی اس جاہلی معاشرے کا ہیرو بنا کر پیش کر دیا۔ انتہا یہ ہے کہ اگر سینٹ ویلنٹائن جیسے بدکردار و بدفعل لوگ بھی قائد، اسوہ اور ابطال بنا کر پیش کیے جاسکتے ہیں تو بہر حال ایرے غیرے تو اس سے زیادہ ہی مستحق ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت تو نام ہی اس پتلی تماشے کا ہے جہاں ملک کی مقتدر قوتیں (فوج وخفیہ ایجنسیاں) ان جمہوری جمہوروں کو قائد بنا کر پیش کرتی ہیں اور ایک کے بعد ایک کو استعمال کر کے لات مارتی رہتی ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ منصوبے کہاں بنتے ہیں، ریاست کو چلانے کی منصوبہ بندی کہاں کی جاتی ہے، مالیاتی منصوبہ بندی، داخلی و خارجی امور کہاں طے پاتے ہیں۔

اس دور کا المیہ اور دجل ہے کہ اس کی تاریخ شیاطین مرتب کر رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ، عالمی خبر رساں ایجنسیاں اس تاریخ سازی کے بنیادی ذرائع ہیں۔ اس لیے جسے چاہیں قائد بنا دیں اور جسے چاہیں دہشت گرد ثابت کر دیں، جسے چاہیں رہبر ور ہنما بنا ڈالیں، جسے چاہیں رہزن۔ یہ سب اس دجالی دور کا کمال ہے۔ بس دیکھتے جائیے اور اپنے رب کی حقانیت کا مشاہدہ کیجیے کہ وہ کس طرح لوگوں پر باطل راستوں کو واضح کر رہا ہے کہ ان سے دین کی سربلندی تو دور سوائے پگڑیاں اچھلوانے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

بہر حال حق و باطل کی قیادت کے مابین اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ دنیا و آخرت کا، ایثار و ہوس پرستی کا، اندھیروں اور اجالوں کا، علم اور جہالت کا۔

چنانچہ وہ تحریک جو دینِ مبین کی دعوت لے کر اٹھتی ہے، اسے اس کے شارع کے بتائے طریقے کے مطابق لے کر چلتی ہے، اسی راستے کو اختیار کرتی ہے جسے اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا، وہ اس منصب کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک امانت سمجھتی ہے، اس کے ذریعہ وہ آخرت کی کامیابی اور جنت کے درجات کی طالب ہوتی ہے۔ لہٰذا اس راستے میں ہر قربانی کو وہ اپنے رب کی رضا اور آخرت میں بلندیٔ درجات کا سبب جانتی ہے۔

تواصوا بالحق کے راستے میں آنے والی مشکلات کے باوجود، وہی نعرہ، وہی عزم، وہی لڑائی جس پر تحریک و جماعت کی اٹھان رکھی گئی تھی اور پھر اسی منہج و فکر پر تواصوا بالصبر کی گونجیں، کہیں مقتل سے تو کہیں زندانوں سے، کہیں خفیہ عقوبت خانوں سے تو کہیں تختہ دار پر چڑھ کر، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا، نہ راستہ بدلا، نہ راہی بدلے، نہ قافلہ چھوٹا، نہ قافلے سے راستہ چھوٹا۔ یہ مرحلہ اسلامی تحریکات کی زندگی میں زندگی و موت اور کامیاب و ناکامی کا مرحلہ ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر قیادت اپنی کاز و مشن پر اپنی جانیں قربان کر جاتی ہے تو یہ ان کی فتح ہوا کرتی ہے اور باطل نظام کے منہ پر شکست کی ایسی کالک ہوتی ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔

یہ امتحان و ابتلاء تو سنتِ الٰہی ہے، ورنہ اللہ چاہے تو یوں ہی کفر کو ختم کر دے۔ سورۂ محمد میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ…﴾

[محمد: ۴]

”تمہیں تو یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (تمہیں یہ حکم اس لیے دیا ہے) تاکہ تمہارا ایک دوسرے کے ذریعے امتحان لے۔“

یہ امتحان کیا ہے؟

اہلِ ایمان کا یہ امتحان ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کلمہ کی حقانیت پر کسے کتنا یقین ہے اور کون اس کلمہ کی خاطر اپنی جان و مال قربان کر سکتا ہے؟

اس کلمہ کی حقانیت اور اس کے بدلے ملنے والے انعام کا جسے ایسا یقین ہے جیسا کہ اہلِ دنیا آنکھوں دیکھی دنیا پر یقین رکھتے ہیں، تو وہ اس کلمہ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے میں ذرا تردد نہیں کرتے۔ یہ کلمہ کس کے دل میں کتنا گھر کر گیا ہے اس کا اندازہ اس کے دنیا و آخرت پر یقین کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ جو یومِ آخرت پر ایسا یقین رکھتا ہو جیسے ابھی پلک جھپکتے ہی وہ اپنے اللہ کے سامنے جا کھڑا ہونے والا ہے، اس کا مطلب ہے کہ کلمہ توحید اس کے دل میں ایسا پیوست ہو چکا ہے کہ اس کے غیر اس دل سے نکل چکے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یومِ آخرت کے مقابلے آنکھوں دیکھی دنیا کو ترجیح دیتا ہے، اس کی فانی زندگی اور اس کے مال و متاع کو ترجیح دیتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے دل میں توحید کتنی ہے اور غیروں کی شرکت کس قدر بیٹھی ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی ایک آیت میں ہے یہ سارا مضمون سمجھا دیا کہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے کوئی مشکل نہ رہے۔ فرمایا:

﴿لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة: ۴۴]

”جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اپنے مال و جان سے جہاد نہ کرنے کے لیے تم سے اجازت نہیں مانگتے، اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے۔“

یعنی جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ جہاد سے بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے۔ بلکہ وہ تو اللہ سے ملاقات اور آخرت کے دن اس کلمہ پر قربان ہونے کے بدلے ملنے والے انعام کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔

یہ اجازت مانگنا تو ان کی عادت ہے جن کے دل میں یہ کلمہ بیٹھا ہی نہیں ہے اور وہ آخرت کے مقابلے اس دنیا کو ہی اصل سمجھتے ہیں اور اس دنیا پر ان کا یقین آخرت سے زیادہ ہے۔ کلمہ تو بس یوں ہی پڑھ لیا ہے کہ چند رسومات ادا کر لیں اور مسلمانوں کی فہرست میں نام شامل ہو جائے۔

امام المفسرین امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں کتنی سخت بات کرتے ہیں:

وهذا إعلامٌ من الله نبيَّه صلى الله عليه وسلم سِيمَاء المنافقين: أن من علاماتهم التي يُعرفون بها تخلُّفهم عن الجهاد في سبيل الله، باستئذانهم رسول الله صلى الله عليه وسلم في تركهم الخروجَ معه إذا استنفروا بالمعاذير الكاذبة۔

”یہ اللہ کی جانب سے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی علامات کی اطلاع دینا ہے۔ ان کی علامات میں سے، جن سے انہیں پہچانا جاسکتا ہے... ایک علامت ان کا جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے رہنا ہے، جھوٹے عذر پیش کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کی اجازت طلب کرنے کے ذریعہ سے۔“

﴿إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ﴾ [التوبة: ۴۵]

”تم سے اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، اور وہ اپنے شک کی وجہ سے ڈانواں ڈول ہیں۔“

ظاہر ہے جب دل میں ہی شک و نفاق پیدا ہو گیا اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اس کے بارے میں ہی شک و شبہ میں پڑ گئے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت خسارے سے بچا سکتی ہے یا وہ شریعت جس کو عالمی سود خوروں نے عالمی نظام کے طور پر اقوامِ متحدہ کے ذریعہ مسلط کرایا ہے۔

سو جن کے کلمہ پڑھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ اپنے ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے میں جھوٹے ہیں تو ان کا صرف زبان سے کلمہ پڑھنا انہیں کتنا خسارے سے بچا سکتا ہے، یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

اپنے دین و ایمان کو مغلوب دیکھ کر باطل نظام کے خلاف قتال نہ کرنا، کفر کی غلامی میں جی کر جانیں بچائے پھرنا، کس قوم کی لغت میں ’فتح‘ کہلاتا ہے؟ اپنے گھر بار بچانے کے لیے مسلمانوں کے گھر بار کو جلتا اجڑتا، کھنڈرات بنتا دیکھ کر خاموش تماشائی بنے رہنا کہاں کی شرافت ہے؟ جب ایک طرف حزب الرحمٰن اور دوسری جانب حزب الشیطان آمنے سامنے ہوں، دونوں اپنے اپنے عقیدے و نظریے کے لیے اپنا سب کچھ جھونک دینے پر تیار ہوں، الذین آمنوا، اپنے اسلام کے لیے، جبکہ والذین کفروا، کفری نظام کے لیے جنگ کر رہے ہوں، اس جنگ میں خود کو حق کی صفوں سے الگ کر کے یہ سمجھ لینا کہ ہم تو غیر جانبدار ہیں! سوال یہ ہے کہ آپ کس سے غیر جانبدار ہو گئے؟ اس اسلام سے جس کے لیے مر مٹنا آپ پر فرض کیا گیا تھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے قرآن سے، جس کے لیے اپنا گھر بار، مال و دولت و آل اولاد سب کچھ قربان کر دینے کا حکم کیا گیا تھا۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسلام سے صرف اس لیے غیر جانبدار ہو گئے کہ کفری نظام کی محافظ قوتیں کہیں آپ سے ناراض نہ ہو جائیں۔

اللہ کے مکمل دین کی دعوت خواہ ساری دنیا ناراض ہو جائے، علماء کی ذمہ داری ہے۔ اس دور میں داعیانِ دین اور خصوصاً اسلامی تحریکات کو یاد رکھنا چاہیے کہ [إن الإنسان لفي خسر] کا نعرہ لگانے کے بعد، اس سورت کے دوسرے حصے [وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر] کو مضبوطی سے پکڑنا ہوگا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلامی تحریکات کے کمزور مؤقف، کھوکھلے نعروں یا کمزور کردار کی وجہ سے لوگ اسلامی بیداری کے بارے میں ہی فتنے کا شکار ہو جائیں۔

جب ایک بار زبان سے [ربنا اللہ] کا اعلان کر دیا تو پھر لازم ہے کہ اسی پر ثابت قدمی دکھائی جائے، اسی پر جینا ہو اور اسی پر موت آئے، غیر اللہ کے ہر نظام سے اعلانِ بغاوت اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے نظام کا نفاذ، اس کے لیے عداوتیں، دشمنیاں، کال کوٹھریاں، پھانسی کے پھندے اور دربدریاں، یہ خسارہ نہیں کامیابی ہی کامیابی ہے۔ کیونکہ یہ سب اللہ کی رضا کے لیے، اس کے دین کی سربلندی کے لیے ہے۔

سو داعیانِ دین اور اللہ کی زمین پر اللہ کے کلمے کی بلندی کے لیے اٹھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ سورت کی آخری آیت کو اپنا لائحہ و منہج بنائے رکھیں تاکہ قافلہ کامیابی کے راستے پر چلتا رہے۔

نیز امتِ مسلمہ کے سنجیدہ طبقے کو یہ بات اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ اپنی دعوت اور اپنے منہج و نظریات کو غالب کرنے کے لیے طاقتور قوتوں کے سامنے اعلانِ بغاوت کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کی مکمل دعوت، خواہ کافروں کو جتنی بھی بری لگی، ہر حال میں دی جاتی رہی ہے۔ خواہ اس کے لیے اپنی جان، اپنا گھر بار اور اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ پوری کی پوری جماعتیں اسی دعوت و منہج پر شہید کر دی گئیں۔

مردانِ حر کی تاریخ میں اسے شکست نہیں کہتے کہ پوری کی پوری جماعت میدانِ کارزار میں شہید کر دی جائے، یا مقتدر طبقے کی کال کوٹھریوں سے ان کے جنازے نکلیں، یہ تو ان کے منہج و نظریات کی فتح ہوا کرتی ہے۔ شکست تو یہ ہے کہ جماعت کی قیادت اپنی جانیں بچانے کے لیے اپنے کارکنوں کی قربانیوں سے سودے بازی کر کے اپنے منہج و نظریات سے پیچھے ہٹ جائے، وہ دنیا کی چند دن کی زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لیے آخرت کی دائمی، ابدی اور لافانی زندگی سے غافل ہو جائے۔ انقلابات کی تاریخ میں یہ بدترین شکست ہوتی ہے کہ قیادت اپنے بنیادی نظریات سے منحرف ہو جائے، ڈر کر، تھک کر، سست ہو کر یا جیسے بھی، قافلہ حق کا اپنے نعرے اور نظریے پر مرمٹنا ایسی فتح ہوتی ہے جس سے تاریخ کا چہرہ ہمیشہ روشن رہا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے دیوانوں کی تعریف بیان کی ہے جو راہِ حق میں مصائب و مشکلات اور مادی نقصانات اٹھانے کے بعد بھی اسی راستے پر چلتے رہتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۱۴۶]

”اور کتنے سارے پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! نتیجتاً انہیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انھوں نے ہمت ہاری، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے اپنے آپ کو جھکایا، اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ حجاز و بصرہ کی قرأت میں ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ﴾ میں جو ﴿قٰتَلَ﴾ ہے، اسے ﴿قُتِلَ﴾ پڑھا گیا ہے، کہ کتنے ہی نبی ایسے تھے جن کے ساتھ علماء و فقہاء شہید کر دیے گئے لیکن ان کے بعد والے نہ قتال کرنے میں سست پڑے، نہ کمزوری دکھائی۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

ماہِ شعبان میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- شعبان ۲ھ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مسلمانوں پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔
- شعبان ۳ھ میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن بن علیؓ کی پیدائش ہوئی۔
- ۵ شعبان ۴ھ کو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین بن علیؓ کی پیدائش ہوئی۔
- شعبان ۵ یا ۶ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مشرکین کو شکست ہوئی۔
- شعبان ۹۴ھ میں امام اللیث بن سعد الفقہی المصری کی پیدائش ہوئی۔

برے کام کا انجام برا ہے......

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

سوا سال سے غزہ میں امریکہ اور اسرائیل کی مشترکہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مظاہر تاریخ عالم میں ثبت ہو چکے۔ اس سے سنبھلے نہ تھے کہ شام کے ۱۳ ہولناک سالوں میں اپنے ہی عوام پر بمباریوں، ممنوعہ خوفناک کیمیائی حملوں کی ہزار داستان مع شواہد کے دنیا کے سامنے آگئی۔ یہ حقیقت بھی خود مستند ترین مغربی میڈیا نے کھول دی کہ اس میں امریکہ، ایران، لبنان، روس، فرانس کی پشت پناہی و مدد شامل رہی۔ اسرائیل کے لیے تمام مغربی ممالک کا اسلحہ، ڈالر اور امریکی ویٹو حاضر تھا، اور شام میں روس کا ویٹو۔ انتہا پسندانہ جنگ جس میں مسلمان سے جینے کا حق چھین لینا ہی گلوبل انصاف ہے۔ سو آج انتہا پسندی، دہشت گردی کی انتہائی متنازعہ اصطلاحیں سفاک لطیفے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ اللہ کی مکافاتِ عمل کی لاٹھی کیلی فورنیا پر جہنم زار بنانے کو برس رہی ہے۔ یہ اصطلاحیں سیاہ دھوئیں کے بادلوں، سرخ غضب ناک شعلوں اور ہیبت ناک آگ بھرے طوفانوں میں جل کر راکھ ہو گئیں۔ طوفانی ہوائیں بگولے 'Tornado' کہلاتی ہیں۔ کیلی فورنیا میں یہ صدی کے شدید ترین فائر نیڈو 'Firenado' آگ بھرے بگولے بن گئے۔ (۱۶۰ کلو میٹر فی گھنٹہ)۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۝ (سورۃ مریم: ۶۴)

"اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔"

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۝ (سورۃ البروج: ۱۲)

"بے شک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔"

انسانیت سوز تاریخی واقعات ہی پر اللہ کا اظہارِ غضب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ۝ (سورۃ البروج: ۱۰)

"جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم و ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے، یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے۔"

ٹیکساس جو کیلی فورنیا سے ۲۵ گھنٹے دور ہے۔ وہاں ایک پاور سب سٹیشن (فورٹ ورتھ) میں یکایک دھماکے کے بعد انتہائی خوفناک آگ بھڑک اٹھی۔ گاڑھا سیاہ دھواں، بہت پھیلی ہوئی شدید ترین آگ۔

ابھی تو ٹرمپ نے اقتدار میں آنے کے خمار میں حماس کو دھمکی دی کہ میرے حلف اٹھانے تک یرغمال اسرائیلی نہ چھوڑے تو مشرقِ وسطیٰ میں پوری جہنم بھڑک اٹھے گی، اسے بار بار دہرایا۔ پانامہ کینال پر قبضے کا نعرہ لگایا، جس پر پاناما والے بھڑک اٹھے، ہرگز نہیں! پھر ٹرمپ نے ڈنمارک سے گرین لینڈ دبوچ لینے کا ارادہ ظاہر کیا، وہ دونوں ناراض ہوگئے۔ کینیڈا کو اپنا ۵۱واں صوبہ بنانے کی خواہش کر دی، ٹروڈو نے ترخ کر ناراضی ظاہر کی۔ مشرقِ وسطیٰ پر جہنم بھڑکانے کے ارادے پر تو اللہ نے از خود نوٹس لے کر بات بخوبی سمجھا دی۔ کیلی فورنیا میں ۱۲ ہزار بلڈنگیں آگ نگل گئی (اعداد و شمار مسلسل بڑھتے جا رہے ہیں)۔ گھر، رہائشی بلڈنگیں، شاپنگ مالز، ہوٹل، میکڈونلڈ، عبادت گاہیں سب کچھ بلا تفریق (عین غزہ کی طرح) جل گیا۔ ایک تیز ترین آگ ہالی ووڈ کی پہاڑیوں پر چڑھ دوڑی۔ وہاں ایک دن پہلے پروگرام میں خدا کا انکار کرتے قہقہے لگا رہے تھے۔ سیاحتی مقامات گھیرے میں آگئے۔ گنجان آباد سٹوڈیو سٹی جل اٹھی۔ تین لاکھ ۸۰ ہزار آبادی کو انخلا کا حکم ہوا۔ غزہ میں اسرائیل دوڑیں لگواتا تھا، چھوٹی سی غزہ پٹی میں مقید آبادی کو بار بار، اب شمال چھوڑ دو، اب جنوب سے نکل جاؤ۔

کہتے ہیں یہ ہالی وڈ کی خوفناک فلم جیسے مناظر ہیں۔ ایک جیتی جاگتی فلم غزہ میں چلی تھی۔ فرق حکم دینے والے کا ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ۝ (سورۃ یس: ۲۸،۲۹)

"اس کے بعد اس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا۔ ہمیں لشکر بھیجنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ بس ایک دھماکا ہوا اور یکایک وہ سب بجھ کر رہ گئے۔"

اللہ اسباب سے بے نیاز ہے۔ ٹینک؟ بحری بیڑے اسلحے سے لدے؟ بمبار جہاز؟ کچھ بھی تو نہیں! ہوا اور چند چنگاریاں! اللھم اجرنا من النار اللہ آگ سے بچائے، دنیا و آخرت میں۔ (آمین)

مہنگی ترین جنگیں لڑنے کے بعد یہ مہنگی ترین قدرتی آفت ہے۔ ارب ہا ڈالر کا نقصان۔ تباہی، تعمیرِ نو، صحت، سیاحت، انشورنس کی صنعت۔ بائیڈن دورے پر آیا تو کہا: 'لگتا ہے کہ یہاں ہدفی 'ٹارگٹڈ بمباری' ہوئی ہے۔ (بیچ میں سلامت گھر بھی موجود ہیں) پولیس چیف نے کہا: 'لگتا ہے جیسے ایٹم بم پھٹا ہو'۔ مناظر نہایت ہیبت انگیز ہیں۔ فائر نیڈو: پہاڑوں سے ایک لمبی اوپر کو جاتی تھرکتی سفید، پیلی، نارنجی لکیر، رنگوں کے گرد سیاہی اور لالی پھیلی ہوئی۔ غضبناکی عیاں۔ چنگھ

آوازیں۔ ٹرمپ کی دھمکی 'جہنم بھڑکا دوں گا؟' انسان اگر خدانخواستہ ایسے ہی کفریہ تکبر اور خدائی لہجے میں پھنکارتا دنیا سے رخصت ہو جائے تو آگے موت پر فوراً ہی دوسری دنیا میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ ملک الموت کو سامنے پاکر گرفتاری دینی پڑتی ہے۔ قرآن منظر کشی کرتا ہے!

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (سورۃ النحل:۲۸)

”وہ (کافر) جن کی روح فرشتے قبض کرتے ہیں اس حالت میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے تو وہ فوراً ہتھیار ڈال دیتے ہیں، ہم تو کوئی برائی نہیں کر رہے تھے......“

اب تو خود امریکی اقرار کر رہے ہیں۔ مثلاً معروف گائیکہ ٹیلر سوِفٹ کہتی ہے:

”(تقریباً) ڈیڑھ سال سے غزہ ہم نے میزائیلوں سے جلایا جو امریکی ٹیکسوں کے ذریعے ہوا۔ صرف ۲ دن میں (God) اللہ کی سزا ایسی برسی امریکہ پر۔ غزہ کے رہائشیوں کو ہم نے بے پناہ دکھوں، اذیتوں سے دوچار کیا۔ یہ اللہ کی پکڑ اور غضب ہے غزہ سے بڑے علاقے پر۔“

اب وہی جیمز ووڈز اپنا گھر نذر آتش ہونے پر CNN کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے جو کہتا تھا: 'کوئی Ceasefire (آگ بجھ جانا!) نہیں، کوئی معافی نہیں!' آگ بھڑک رہی پورا گھر چاٹ جانے تک! نو سیز فائر۔ (بالآخر غزہ میں آج سیز فائر متوقع ہے!) آگ میں بائیڈن، ٹرمپ، نیتن یاہو جیسی دیوانگی ہے۔ یہ طوفانی ہوا اور آگ نہیں، بے گناہ مظلوم غزہ کی عورتوں بچوں کی آہوں اور کراہوں کے بگولے اور شعلے ہیں۔ قنوت نازلہ اور دعائیں ہیں۔ فلسطینی ۸ ایک سالہ بچہ اللہ کے آگے روتا فریاد کرتا وڈیو کلپ میں محفوظ ہے۔ اللہ ہمیں ان کا سیاہ، تاریک دن دکھا۔ سو وہ بچہ دیکھ لے گاڑھے سیاہ دھوئیں سے روسیاہ سپر پاور! ایک رئیس امریکی کا افغان گارڈ بلال تخی کہتا ہے (اپنے مالک کا جلا ہوا ٹوٹا پھوٹا گھر دیکھ کر) کہ 'یہ منظر تو میرے جنگ زدہ ملک افغانستان کا ہے۔' ایک منظر عراق کا بھی ہے جہاں امریکی فوجی قہقہے لگاتا ہرے بھرے درختوں پر پائپ سے آتش گیر مادے کی آگ برسا کر انھیں بھسم کر رہا ہے۔ اب امریکی جنگلوں کے ساتھ امیر ترین آبادی بھسم ہے۔ فاعتبروا، مقامِ عبرت ہے!

پاکستان میں دو روزہ بین الاقوامی کانفرنس، 'مسلم معاشروں میں لڑکی کی تعلیم' ہوئی۔ اگرچہ پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم سے بڑھ کر معیاری تعلیم سے محرومی، نصاب اور تربیت کے مسائل گھمبیر ہیں۔ تعلیمی بجٹ حکومتی ترجیحات میں شامل نہیں۔ ملالہ کی تقریر کی شہ سرخیاں لگیں تو حیران کن تھا کہ ساری تقریر اوّل تا آخر افغانستان کی 'مظلوم' لڑکی پر مرکوز تھی گویا ملالہ افغانستان کی نمائندہ تھی؟ اس کی آمد کا مقصد افغان حکومت پر لفظی گولہ باری کرنا تھا؟ تعلیم سے محرومی سے بڑھ کر اس وقت مسلم دنیا کا سلگتا ہوا مسئلہ مسلمان لڑکی کے جینے کا حق ہے۔ غزہ میں سکول تو درکنار گھر، کتابیں، تعلیمی ادارے، طالبات، مائیں، اساتذہ سب مار دیے، جلا دیئے ڈھا دیئے۔ نوحہ گری ہوتی تو اس پر ہوتی۔ طالبان جینے کا حق تو دیتے ہیں! یہ پوری کانفرنس غزہ میں نوجوان نسل کی زندگی اور تعلیم، خوراک، آزادی اور صحت پر ہوتی تو قرینِ انصاف تھا۔

خود یورپ کا حال شرمناک ہے جہاں انگلینڈ کے حوالے سے BBC رپورٹ کے مطابق طالبات کی بڑی تعداد اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لیے جسم فروشی پر مجبور ہے۔ بعض طلباء و طالبات جوا کھیلنے، طبی تجربات کے لیے خود کو پیش کرتے ہیں مجبوراً، ٹیوشن فیس آکسفورڈ جیسے اداروں میں ادا کرنے کے لیے۔ یہ سب ملالہ کی طرح مفت تعلیم کی لگژری کے حامل نہیں ہیں۔ پھر وہ جو 'ان پڑھ' ماؤں کی گود سے پل کر امریکی یورپی تعلیم سے بہرہ مند قوتوں کو شکست دینے پر قادر ہوئے؟ ہم اس مخمصے سے جتنا دور رہیں اتنا بہتر۔ اپنی خیر منائیں اور مخلوط تعلیم کے ہولناک اثرات سے بچیوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کانفرنس کریں سر جوڑیں، خودکشی، جنسی جرائم کی بنا پر، گینگ ریپ نوعیت کی روز افزوں بلائیں۔

یورپ تو اس امر کا بھی مجرم ہے کہ اتنا انتہاپسند اور تنگ نظر کہ لڑکی سر ڈھانپ لے یا منہ ڈھانپ لے تو سکول کالج سے خارج۔ یا پھر بچوں تک کے نصابوں میں بجر مردار کی سڑاند LGBTQ کے تذکرے لازم۔ پناہ بخدا! مسئلہ تربیت اور اخلاقی اقدار کا زیادہ بڑا ہے۔ پھپھوندی لگی ایسی تعلیم سے کیا حاصل!

سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے!

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

غیبت کرنے والے سے ناراض نہ ہوں!

”غیبت درحقیقت اپنے ہی ہاتھ سے اپنے اعمالِ صالحہ دوسرے کو دینا ہے۔ پس سمجھدار آدمی کبھی اس کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اور اگر کسی نے تمہاری غیبت کی، تو تم خوش ہو کہ اس نے اپنے نیک اعمال تمہیں بخش دیے، اور تمہارے گناہ اپنے سر ڈال لیے۔ پس اس کا برا ماننے کی کیا ضرورت؟“

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(بحوالہ: ملفوظاتِ حکیم الامت)

اہلِ غزہ کی کامیابی پر مبارکباد کا پیغام

جماعت قاعدۃ الجہاد – قیادتِ عامہ

الحمد لله مُعِزِّ المؤمنين، ومُذِلِّ الكافرين، وناصرِ عبادِهِ المجاهدين، الذي صدقَ وعدَهُ، ونصر عبدَه، وأعزَّ جندَه، وهزمَ ا أ لأحزابَ وحدَه،

اس رب کا شکر ہے جو مؤمنوں کو عزت دینے والا اور کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے۔ جو اپنے مجاہد بندوں کا حامی و ناصر ہے۔ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ جس نے اپنے (نیک) بندے کی مدد کی، اپنے سپاہیوں کو عزت بخشی اور اکیلے ہی (دشمن کے) لشکروں کو شکست دی۔

أما بعد…

طوفان الاقصیٰ کے مبارک معرکے کی عظیم فتوحات پر ہم اپنے پیارے اہلِ غزہ اور وہاں کے معزز مجاہدین کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ یقیناً ہم، اسی ذات جل شانہ کی بڑائی اور حمد و ثنا بیان کرتے ہیں جو ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔ وہی ہے کہ جس کی طرف ہر خیر لوٹتی ہے۔ اسی نے فلسطین میں اہلِ رباط کے دلوں کو تھامے رکھا۔ اور پھر انہیں اس نصرِ مبین سے نوازا، بعد اس کے کہ شدت و مصائب کی مہیب راتوں نے ان کو چاروں جانب سے گھیرا ہوا تھا۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں، اور انہیں ہلا ڈالا گیا، یہاں تک کہ وہ بول اٹھے کہ:

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

”اللہ کی مدد کب آئے گی؟ یاد رکھو! اللہ کی مدد نزدیک ہے۔“

اے ہماری محبوب امتِ مسلمہ! قرآن حکیم کے معیارات کے مطابق، اللہ کی نصرت اور فوز و فلاح کی انواع میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو کفر کی سرکش موجوں کے سامنے صبر و استقامت اور ثابت قدمی کی توفیق دے دے۔ قرآنی آیات سے جو فتح و نصرت کا سبق نکلتا ہے، آج اس کا مشاہدہ اللہ کی مسجدوں سے معمور، اس کے ذکر سے پرنور اور قرآن کی تلاوتوں سے معطر غزہ میں بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ وہی اللہ ہے کہ جس نے یہودی غاصبوں کے منصوبوں اور ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ نہ تو یہ اپنے کسی بنیادی مقصد کو تکمیل تک پہنچا سکے اور نہ ہی یہ اپنے قبضے کو برقرار رکھ سکے۔ غزہ کے فرزندانِ توحید کے ہاتھوں سے اسلحہ چھیننے کے ان کے بلند و بانگ دعوے آج حسرتوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ مجاہدین کا مکمل صفایا کرنے کے ان کے خواب چکنا چور ہو گئے۔ غزہ کے اہم اسٹریٹیجک مقامات پر ان کے قبضے کے سب منصوبے برباد ہو چکے۔ ہمارے مسلمان بہن بھائیوں کو قید و بند میں رکھنے میں بھی وہ نامراد ہوئے۔ برابری کی سطح پر رہتے ہوئے مجاہدین نے اگر ان یہودیوں کا کوئی قیدی رہا کیا تو محض اسی کو یہ رہا کروا پائے وگرنہ اپنے قید ساتھیوں کو رہا کرنے کے ہدف میں بھی یہ ناکام ہی رہے۔

غزہ کے غیور باسیوں کو غزہ سے جلاوطن کرنے کی کوشش میں بھی انہیں کوئی کامیابی نہیں ملی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

”اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابل تعریف ہے۔“

ان سب سے بڑھ کر یہ مجاہدین کی شرائط ماننے پر مجبور ہو گئے حالانکہ مجاہدین نے اس سے قبل ان یہودیوں کا خوب قتل اور ان کی لاشوں کے انبار لگائے تھے۔ اور جہاں تک بات ہے غزہ کے غیرت مند مسلمانوں کے جانی، مالی اور املاک کے نقصانات کی تو اللہ سبحان وتعالیٰ کا تو ہر مجاہد سے وعدہ، "احدیٰ الحسنیین" (دو کامیابیوں میں سے ایک، فتح یا شہادت) کا ہے، تو اس میزان میں بھی یہ واقعات ایک عظیم فتح کا پیش خیمہ ہیں۔ پس اللہ سے دعا ہے کہ ان کے شہداء کو قبول فرمائے، ان کے زخمیوں اور مریضوں کو شفائے کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے اور ان کے مفلس، ناداروں اور ضعیفوں کے دامن کو اپنی رحمتِ خاص سے بھر دے۔ آمین۔

صبر و استقامت کی ردا اوڑھے اللہ کی جانب سے ہمارے ان بھائیوں کے لیے جو عظیم کامیابی آئی ہے، اور جہاد و رباط اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے جو ان کو عزت و افتخار حاصل ہوا، اس پر ہم اپنے ان بہادر بھائیوں کو مبارک باد دینا چاہتے ہیں۔ ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اور ہم آپ کی تائید کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو اپنی معیت و نصرت، اور مدد سے نوازے۔ آپ کو ہر ایسے کام کی توفیق دے جو اللہ کو پسند ہو اور جس سے وہ راضی ہو۔ آپ کو دین قائم کرنے والا اور شریعت مطہرہ کی نصرت کرنے والا بنا دے۔

ہم تمام اہل اسلام کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ غزہ کے مسلمان بھائیوں اور ان کے اسلامی قضیہ کی خاطر ان کے ساتھ کھڑے ہوں۔ یہ ایسا قضیہ ہے جو آسمان سے برستے قطروں سے زیادہ پاکیزہ و مطہر ہے۔ آج ہم سب پر نہایت شدت سے یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اللہ کے حضور غزہ و فلسطین کے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑے رکھنے پر سچی توبہ کریں۔ ہم پر فرض ہے کہ اپنے اموال، اسلحے اور ہر وہ چیز جو ہمارے بس میں ہو، اس سے ان کی مدد کریں، خاص کر دعا سے۔ ان کے فضائل و محاسن لوگوں میں نشر کریں۔ ان کے جہاد کے تذکرے عام کریں۔ اور لوگوں کو بتائیں کہ ان ابطال کا پوری امت کے نوجوانوں پر کیا حق بنتا ہے۔ اسی طرح پوری

امت پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ رابطے کی کوشش میں رہے تاکہ امت کی تمام رفاہی اور عسکری امداد صحیح جگہ پر پہنچ سکے۔ اس طرح طوفان کی آئندہ آنے والی موجوں میں سرزمین اسریٰ ومعراج کی آزادی کے معرکوں میں ہم اپنا کردار بھی ادا کرسکیں گے۔ اسی ذریعے سے باذن اللہ مسجد اقصیٰ الشریف آزاد ہو گی۔ پورا خطۂ فلسطین اس شکست خوردہ صلیبی صہیونی اتحاد سے آزاد ہو گا۔ اسی طرح پوری دنیا کے اہلِ اسلام کو جان لینا چاہیے کہ معرکۂ طوفان الاقصیٰ اور اس سے برآمد ہونے والے نتائج ابھی تک ختم نہیں ہوئے اور نہ ہی دنیا کے ہر نئے رونما ہونے والے واقعے سے اس کے آثار مٹے ہیں۔ ابھی تو ہم نے اس مبارک کتاب کی پہلی دو سطریں بھی مکمل نہیں کیں۔ آئندہ رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں اللہ سبحان وتعالیٰ ہمیں پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

”اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔“

پس ہمیں چاہیے کہ اس مقدس سفر کو بیت المقدس تک جاری رکھیں۔ اور یقیناً اہلِ اسلام وہ دن ضرور دیکھیں گے جب وہ یہود اور ان کے حلیفوں سے خوب اپنا بدلہ چکائیں گے۔ جس دن ہر شجر و حجر یہودیوں کے خون کا پیاسا ہو گا۔ اس دن ہر درخت اور پتھر اہلِ اسلام کا مددگار، معاون اور حلیف بن کر بلند آواز سے کہے گا:

«يا عبد الله هذا يهودي ورائي فاقتله»

”اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی (چھپا) ہے اسے قتل کر دو۔“

پس آج ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی جنگی تیاری اور اعداد میں لگا رہے تاکہ وہ اس دن کو دیکھ پائے۔ بے شک یہ جہاد ہے، یا تو ہم فتح یاب ہوں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ والحمد للہ رب العالمین

قیادتِ عامہ

تنظیم قاعدۃ الجہاد

رجب ۱۴۴۶ھ، جنوری ۲۰۲۵ء

☆☆☆☆☆

فلسطین کے چھن جانے کے ذمہ دار اور اس کا سب سے بڑا سبب ہم خود ہیں۔ کیونکہ ہم نے ان لوگوں کے خلاف زبان بند رکھی جنھوں نے کہا کہ جہاد تو صرف فلسطین میں اور یہودیوں کے خلاف ہی فرض ہے۔ پھر اس کا نتیجہ کیا نکلا......؟ یہود اور اس کے حلیف فلسطین سے باہر امان پا گئے اور وہ بے خوف ہو گئے۔ اس سے اسرائیل کو مزید سہارا ملا۔ پھر یہ ہوا کہ وہ فلسطینی اور غیر فلسطینی مجاہدوں کا فلسطین کے باہر پیچھا کرنے لگے۔ پھر تو گویا قیامت ہی آ گئی......جب بعض نے شیطان کے دھوکے کے سبب یہ قبول کر لیا کہ جہاد تو صرف فلسطین میں ہے اور یہود اور اس کے شرکاء فلسطین سے باہر ہیں لہٰذا ان سے لڑائی فرض ہی نہیں۔ امریکیوں اور یہودیوں نے ایسے ہی گمراہ کن خیالات کے ذریعے مسلمانوں کو شکار کیا اور عوام پر ایسی خائن حکومتیں مسلط کیں جو اسرائیل کے خلاف لڑنے والے ہر مجاہد سے ہتھیار ڈلوانا چاہتی ہیں۔ اور غزہ...... اس کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اور اس پر خوراک اور ادویات کی پابندی لگا دی حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ اس پر ہوا کی بھی پابندی لگا دیتے۔ یہودی پوری دنیا سے فلسطین میں اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے جمع ہو رہے ہیں اور ہم؟ ہم نے یہودیوں کے خلاف لڑنے میں اپنے بھائیوں کی مدد سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں۔ یہودی اور ان کے حواری پوری دنیا میں مجاہدین کا پیچھا کر رہے ہیں اور جب کبھی ان پر حاوی ہو جاتے ہیں ان کو قتل کرتے ہیں، اور ہم ان کی غیر موجودگی میں یہ باتیں بناتے ہیں کہ جہاد تو صرف فلسطین کے اندر یہودیوں کے خلاف فرض ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برِّ صغير

بیان: AQS_11_001

تاریخ: ۱۸ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۲۰۲۵ء

اہلِ غزہ کامیاب رہے اور معرکہ جاری ہے!

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

پندرہ ماہ کی جان توڑ، قربانیوں سے لبریز اور ایمان و شجاعت کی اعلیٰ ترین مثال جنگ کے بعد ارضِ فلسطین میں فتح و نصرت کا ہلال طلوع ہوا ہے۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے بندوں کو ایک زبردست فتح و ظفر سے نوازا ہے اور تمام تعریفیں اسی ربّ العالمین کے لیے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْئَ بَعْدَهُ

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے جس نے اپنے لشکر کو غلبہ عطا فرمایا

اور اپنے بندے کی مدد کی اور جماعتِ کفار کو مغلوب کیا اس کی ذات بے مثل ہے باقی ہر چیز کو فنا ہے۔“

گزشتہ پندرہ ماہ میں صہیونی (خصوصاً نیتن یاہو، بائیڈن ثم ٹرمپ) یہ دعویٰ و وعدہ کرتے رہے کہ وہ مجاہدینِ غزہ کو نیست و نابود کر دیں گے، بالکل اسی طرح جیسے آج سے ڈھائی دہائی قبل بش نے دعویٰ و وعدہ کیا تھا کہ وہ افغانستان میں موجود مجاہدین کو نیست و نابود کر دے گا۔ غزہ تا کابل، اہلِ صلیب و صہیون کی شکست کی ایک سی کہانی ہے اور اہلِ ایمان کی فتح و ظفر کی داستان بھی وہی ہے۔ غزہ میں جنگ بندی کا معاہدہ اہلِ اسلام و اہلِ جہاد کی واضح فتح اور اہلِ صہیون کی واضح ناکامی ہے۔ ایک طرف نانِ خشک کے چند ٹکڑے (اور وہ بھی دشمن کے اسیروں کو کھلانا ترجیح رہا) اور نہایت قلیل اسلحہ تھا، لیکن ایمان، اللہ کے وعدوں پر یقین، جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کی فراوانی تھی۔ دوسری طرف دنیا کی بہترین افواج، سٹیٹ آف دی آرٹ اسلحہ، گولہ بارود، میدانِ جنگ میں اعلیٰ ترین طعام و قیام تھا، لیکن اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے کفر کی خصلتِ دیرینہ، انبیاء اور وارثینِ انبیاءؑ اللہ کو شہید کرنے کا خسیس چلن، موت سے نفرت اور دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پانے کی تمنا، اللہ کے بجائے بائیڈن اور ٹرمپ بلکہ دجّالِ اکبر کے وعدوں پر یقین۔ اللہ اکبر وللہ الحمد! وہی ذاتِ حکیم و لطیف تمام تعریفوں کی لائق ہے جس نے ان حالات میں اپنے بندوں کو ثابت قدم رکھا اور پھر انہیں فتح و ظفر سے نوازا! ہم اس موقع پر پوری امتِ مسلمہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، خصوصاً ایمان و یقین کے پیکر اور عزم و ثبات کی مجسم تصویر غزہ کے اہالیانِ اسلام کو، مجاہدینِ کتائب القسام اور مجاہدینِ سرایا القدس کو!

اسی موقع پر ایک نہایت اہم پیغام کو دہرانا بھی لازمی ہے کہ، بے شک اہلِ غزہ کامیاب رہے لیکن معرکہ ابھی جاری ہے۔ فلسطین ہی کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے مجددِ جہاد شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس شہرۂ آفاق فتوے پر عمل کا حکم، اب بھی ویسا ہی ہے جیسا اس فتوے کے جاری کرتے ہوئے تھا۔ ’ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین‘ اہلِ اسلام کی سرزمینوں کو بازیاب کروانا ہے۔ ہر وہ چپۂ زمین جہاں ایک دن کے لیے بھی اہلِ اسلام کی حکومت قائم رہی، خصوصاً ہمارے مقدسات جن میں سرِ فہرست ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اسراء و معراج اور مقدس ترین مقامات میں سے ایک مسجدِ اقصیٰ شامل ہے، کو آزاد کروانا فرضِ عین ہے۔ معرکۂ طوفان الاقصیٰ جس کا آغاز سات اکتوبر ۲۰۲۳ء کی بابرکت صبح سے ہوا تھا اس دم تک جاری رہے گا جب تک کہ ہم اہلِ ایمان مسجدِ اقصیٰ میں فاتح بن کر داخل نہ ہو جائیں اور صہیون کے بیٹے اور بیٹیاں زمین میں ذلیل نہ کر دیے جائیں۔

پس امت کے علماء و طلباء، ڈاکٹروں اور انجنیئروں، ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں، اہلِ اقتصاد و تجارت، غرض ہر مرد و زن پر جہاد فرضِ عین ہے۔ امتِ مسلمہ نے جس بیداری و ایمانی جذبے کے ساتھ صہیونی مصنوعات کے بائیکاٹ کی تاریخی کامیاب مہم شروع کی اس کو جاری رکھا جانا چاہیے، بلکہ ان صہیونی مصنوعات میں سرِ فہرست اس نظام کا بائیکاٹ لازمی ہے جو امت سمیت پوری انسانیت کو صلیبی

صہیونی نیو ورلڈ آرڈر کا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اہلِ صلیب وصہیون نے جنگ کو چہار دانگ عالم میں پھیلایا ہے پس اہلِ اسلام وجہاد بھی اس جنگ کو ہر عسکری، سیاسی، اقتصادی اور فکری محاذ پر لڑنے کے مکلف ہیں۔ ابھی اس فرضِ عین جہاد، معرکۂ طوفان الاقصیٰ کا ایک مرحلہ طے ہوا ہے اور منزل تک سفر ابھی باقی ہے! اللہ پاک کا فرمان ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ(سورۃ الانفال:۳۹)

"اور (مسلمانو) ان کافروں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین پورے کا پورا اللہ کا ہو جائے۔"

کفر کا فتنہ ابھی باقی ہے، بلکہ دنیا بھر میں غالب ہے اور اسی کا نظام دنیا میں حاکم ہے۔ اسرائیل کا غرور ابھی ٹوٹا نہیں ہے اور وہ اب بھی جنگ دوبارہ شروع کرنے کی بڑھکیں مار رہا ہے۔ اسرائیل کا سب سے بڑا پشت پناہ امریکہ آج بھی اسرائیل کے ساتھ ماضی کی طرح، بلکہ ماضی سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ عسکری، سیاسی، اقتصادی اور سفارتی طور پر کھڑا ہے اور پچھلے پندرہ ماہ کی جنگ نے اس امر کو مزید واضح کر دیا ہے کہ اسرائیل کی قوت کو تب تک نہیں توڑا جا سکتا، یہاں تک کہ دنیا بھر میں امریکی اہداف کو نشانہ بنا کر امریکہ کو کمزور نہ کر دیا جائے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو فتح یاب فرمائے، اس امت کے شہداء کی شہادتیں قبول فرمائے، زخمیوں کو شفایاب فرمائے، بے گھروں کو سائبان دے، بھوکوں پیاسوں کو کھلائے پلائے اور جذبۂ جہاد واستشہاد کی بادِ بہاری پوری امت میں چلائے اور مہکائے۔ بے شک اللہ کے اس کلام میں ہمارے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کی بشارت ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ○ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ○ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ○ (سورۃ آلِ عمران:۱۳۹-۱۴۲)

"(مسلمانو) تم نہ تو کمزور پڑو، اور نہ غم گین رہو، اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہو گے۔ اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے، اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور مقصد یہ (بھی) تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیامیٹ کر ڈالے۔ بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یونہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں، اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔"

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ

تنظيم قاعدة الجهاد في جزيرة العرب

الحمد لله ولي المؤمنين، من وعد عباده بالنصر المبين، وتوعد أعداءه بالعذاب المهين، والصلاة والسلام على إمام الموحدين، وقائد الغر الميامين، وعلى آله وصحبه، ومن استن بسنته، واقتفى أثره إلى يوم الدين،

أما بعد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُونَ۝﴾ (سورۃ الصافات: ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳)

’’اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہم یہ طے کر چکے ہیں، کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی۔ اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہو گا۔‘‘

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ ﴿فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾ (رواه البخاري)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر صبح سویرے منہ اندھیرے پڑھی پھر سوار ہوئے، اس کے بعد فرمایا: ’’اللہ اکبر، خیبر ویران ہو گیا، یقیناً جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو تنبیہ کردہ لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔‘‘

اللہ اکبر، اللہ کا شکر ہے، اور صبح و شام اسی کی پاکی بیان کی جاتی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کو مدد دی، اپنے لشکر کو فتح عطا فرمائی، اور بہت سے لشکروں کے لیے اکیلا ہی کافی ہوا۔

ہم اس بات پر خوش ہیں جیسے تمام عالم اسلام کے مسلمان اپنے فلسطینی بھائیوں اور اہلِ غزہ کے مظلوموں کے خلاف جاری ظالمانہ جنگ کے رک جانے پر خوش ہیں، اور اسی طرح ہم غاصب یہودی دشمنوں کو پہنچنے والے ہمہ جہت انسانی، نفسیاتی، عسکری، سیکیورٹی اور مالیاتی نقصانات پر خوش ہیں۔

اور یہ اللہ کی جانب سے اپنے ایمان والے بندوں کے لیے عزت و کرامت کا مقام ہے، اور اس کے دشمن کافروں کے لیے عذاب ہے، پس جب کہ یہودیوں کا ناکام اور مفسد رہنما ماضی قریب میں ہی دھمکیاں دے رہا تھا کہ وہ غزہ پر قبضہ کرے گا، وہاں اپنی بستیوں کی آبادکاری کرے گا، مسلمانوں کو وہاں سے نکالے گا، اپنے قیدیوں کو طاقت کے ذریعے بازیاب کرائے گا، مزاحمت کو ختم کر ڈالے گا، اور اہلِ غزہ کا محاصرہ جاری رکھے گا اور انہیں بھوکا رکھے گا۔ تو آج اللہ کے فضل سے وہ اپنی ناک زمین پر رگڑتے ہوئے روتا اور پچھتاتا ہوا مجاہدینِ اسلام کے مؤقف کو ماننے پر مجبور ہوا گیا۔ وہ اور اس کے تمام وزراء اس حالت سے دوچار ہیں، کیونکہ وہ اپنے قیدیوں کو رہا کروانے کے لیے مجبور ہو چکا ہے، اس کے سپاہیوں نے میدان جنگ میں سچے مجاہدین کے ہاتھوں شدید شکست کا سامنا کیا، اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کو ہماری اور پوری امت مسلمہ کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

یقیناً ہماری مسلمان، پاک دامن اور معصوم مسلمان خواتین کو صہیونیوں کی جیلوں سے آزادی پر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، یہ جیلیں بے شمار ان مسلمان خواتین سے بھری ہوئی تھیں جو اللہ کے دشمنوں کے قبضے میں قید تھیں۔ ہمیں، تمام مجاہدین اور پوری امت مسلمہ کو یہ فتح مبین مبارک ہو، اور ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ ہمارے باقی تمام قیدیوں کی رہائی کے بھی اسباب پیدا فرمائے، آمین۔

في غزة نبت الشموخ وأثمرا
وتجاوزت أغصانه هام الذرى
وزها الإباءُ وراح ينشد لحنه
فشدت به شفة المدائن والقرى
الصامدون، الصابرون، جبينهم
أبد لغير الله لن يتعفرا
أرذال أهل الأرض قد جمعوا لهم
جوع وتشريد وموت أحمرا
لكنهم نحو السما رؤوسهم
والله ينصر من به استنصرا

غزہ میں شان و عظمت کا درخت بویا گیا
اور اس درخت کی شاخیں آسمان کو چھونے لگیں
غزہ کی عزت و وقار بڑھتا گیا
اور اس کی آواز ہر شہر اور گاؤں میں گونجنے لگی
وہ ثابت قدم اور صابر ہیں اور ان کی پیشانیاں
اللہ کے سوا کبھی کسی کے آگے نہیں جھکیں گی
زمین کے ذلیل ترین لوگ ان کے خلاف جمع ہوئے
بھوک، بے گھری اور خونریز موت کی دھمکیاں دی گئیں
لیکن ان کا سر ہمیشہ آسمان کی طرف اٹھا رہا
اور اللہ ان کی مدد کرتا ہے جو اس سے مدد طلب کرتے ہیں

یہ غیر متوازن جنگ، جو ۱۵ ماہ تک جاری رہی، ایک تاریخی جنگ ہے جس میں غزہ کے مسلمان عوام نے ہر سطح پر قربانی، فداکاری، ثابت قدمی اور صبر کی بلند ترین مثالیں پیش کیں۔ جنہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں اور کافروں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یقیناً یہ جنگ ہماری مسلم اُمت کی تاریخ میں اللہ کے دشمن یہودیوں کے خلاف ہونے والی عظیم ترین اسلامی جنگوں میں سے ایک شمار کی جائے گی۔

اور یہ واقعہ اس پیغام کی حقانیت و حقیقت کی طرف واضح اشارہ اور کامل دلیل ہے جس کی طرف امام شہید اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے تمام عالم اسلام کو دعوت دی تھی کہ اپنی تمام تر کوششیں صلیبی امریکہ کے خلاف یکجا کر دی جائیں، کیونکہ امریکہ ہی فلسطین میں یہودی قبضے کی سب سے بڑی حامی طاقت ہے، اور یہ کہ اسرائیلی ریاست کا فیصلہ امریکہ کے ہاتھ میں ہے، نہ کہ اسرائیل کے ہاتھ میں، ہم نے اور پوری دنیا نے اس جنگ میں دیکھا کہ امریکی حکومت نے اس صہیونی ناجائز ریاست کو ہر طرح کی امداد فراہم کی اور آج بھی کھلے بندوں اس کی حمایت جاری رکھے ہوئے ہے۔

القاعدہ نے ماضی میں جس مؤقف کی دعوت دی، آج بھی اسی مؤقف پر قائم ہے اور تمام مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی ہر طرح کی کوششوں کو یکجا کر کے سانپ کے سر، شر و فساد کے منبع اور جڑ کو ضرب لگائی جائے، جو کہ امریکہ اور اس کے ونی سیاست دانوں کی صورت میں موجود ہے۔ آج اہل غزہ کی فتح اور یہودیوں کی ذلت آمیز شکست ہمیں افغانستان میں امریکی شکست کی یاد دلاتی ہے کہ اسی طرح کی صورتحال کا امریکہ کو بھی سامنا کرنا پڑا تھا، جب ۲۰ سال تک جاری رہنے والی ظالمانہ جنگ کے بعد امریکی قابضین آخرکار ذلت کے ساتھ افغانستان سے منہ کے بل واپس پلٹے، اور ہمارا یقین ہے کہ اب اس صہیونی و صلیبی دشمن کو مسلسل شکستوں کا سامنا کرنا پڑے گا، یہاں تک کہ مسجدِ اقصیٰ کو آزاد کرا لیا جائے گا اور فلسطین کی تمام زمین کو ان کی آلودگی سے پاک کر لیا جائے گا۔

موجودہ دور میں یہودیوں کی شکست، اور مجاہدین کی شرائط کو تسلیم کرنا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کی عسکری قوت، جو جدید ترین فوجی ٹیکنالوجی سے لیس ہے، حقیقت میں بے حد کمزور ہے اور تمام تر ٹیکنالوجی نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا۔ یہودی اب اپنی شکست کو چھپانے کی بے سود کوششیں کر رہے ہیں۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ۴۷۱ دنوں تک جاری رہنے والی اس جنگ میں فلسطینی مجاہدین کو ایک بھی دستی بم یا ایک بھی گولی باہر سے نہیں پہنچی، بلکہ دشمن نے تو ان کے گھریلو ایندھن، خوراک اور پانی تک روکنے کی کوشش کی، اور اگر وہ ہوا روکنے کی سکت رکھتے تو اسے بھی روک لیتے!

ان مجاہدین کے مقابلے میں دشمن کو امریکی اور صلیبی ممالک سے بھرپور امداد مل رہی تھی، جنہوں نے ٹنوں کے حساب سے دھماکہ خیز مواد، بم اور ٹینک بھیجے۔ اس سب کے باوجود ان کا انجام یہ ہوا کہ وہ ذلت کے ساتھ شکست کھا کر واپس گئے، اور اللہ کے فضل سے وہ اپنی مزعومہ کامیابی حاصل نہ کر سکے، وللہ الحمد۔

ہاں! اتنا ضرور ہوا کہ انہوں نے معصوم اور نہتے شہریوں پر بے انتہا مظالم ڈھائے، اور بے پناہ تباہی مچائی۔ ہم اللہ کی جانب سے انتقام کے منتظر ہیں، جو اپنے عذاب کا کوڑا ان پر ضرور برسائے گا۔ یقیناً اللہ رب العزت ان کی تاک میں ہے۔

وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ○(سورۃ الانعام: ۱۴۷)

”اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔“

اگر دشمن نے ہمارے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا ہے تو مجاہدین نے بھی اللہ کے فضل سے ان کے ہزارہا جنگجوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اور وہ برابر نہیں، کیونکہ قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار. (ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم کا ایندھن بنیں گے۔)

اے ہماری پیاری امت!

یقیناً امریکہ کے روپ میں صلیبی و صہیونی دشمن، آج عسکری میدان میں اپنے اہداف کے حصول میں شکست کے بعد مکر و فریب سے کام لے رہا ہے، جیسا کہ منحوس ٹرمپ نے صراحت سے کہا ہے۔ یاد رکھیں! فلسطین پر قبضے کے منصوبے اب یہ خود نہیں بلکہ امت مسلمہ پر مسلط خائن حکمرانوں کے ذریعے پہلے سے زیادہ منظم انداز میں آگے لے کر جائیں گے، اور یہ سب کچھ خائن حکمرانوں کی طرف سے قابض صہیونی ریاست کو تسلیم کرنے کی صورت میں ہو گا۔ لیکن یہ سب کچھ 'ایں خیال است و محال است و جنوں' ہی ثابت ہو گا، کیونکہ طوفان الاقصیٰ کے بعد اب امت بحیثیت امت جاگ چکی ہے، اور طاقت و غرور کا صنم ابراہیم کے کمزور و ناتواں بیٹوں کے ہاتھوں پاش پاش ہو چکا ہے۔ انہیں یقین ہو چکا ہے اب وہ عالمی تکبر و گھمنڈ کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں۔ ان کا ایمان و یقین اس بات پر پختہ ہو چکا ہے کہ جہادِ فی سبیل اللہ ہی اپنی عظمتِ رفتہ کے دوبارہ حصول کا واحد راستہ ہے، اور ہمیں پیغمبر برحق ﷺ یہ بتا گئے ہیں کہ دشمن کا تسلط جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے ہی ختم کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمْ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ

”جب تم عینہ کی بیع کرنے لگو گے، بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی ہی پر مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جو کسی طرح زائل نہ ہو گی حتیٰ کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔“

ہم اس موقع پر اپنے فلسطینی بھائیوں سے کہنا چاہتے ہیں: اللہ کی طرف سے جو انعام آپ پر ہوا ہے، اس کا شکر ادا کرنے کا حق یہ ہے کہ لوگ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزاریں، اور اللہ ہی کی حاکمیت کو ہی تمام امورِ زندگی میں عمل میں لائیں۔ غزہ کے لوگوں کا اور ہر مسلمان مرد و عورت کا حق ہے کہ انہیں صرف اللہ کی شریعت کے مطابق حکمرانی ملے، اور کبھی بھی انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو اللہ کی شریعت کے ساتھ برابر نہیں سمجھنا چاہیے۔ خصوصاً جب ان میں سے کچھ یا اکثر قوانین ایسے کافروں کے بنائے ہوئے ہوں جو ہمارے دینِ اسلام کے دشمن ہیں۔ اس عظیم قربانی اور سختیوں کے بعد، اور اس تباہ کن جنگ کے دوران جس میں غزہ کے لوگ، مرد، عورتیں اور بچے ثابت قدم رہے، ان کا یہ حق اور فرض ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کو پوری طرح سے بجالائیں، جیسا کہ حکام پر فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس کو نافذ کریں۔ انسانوں کی دلوں کو اللہ کے ساتھ جوڑنا اور شریعت کی حاکمیت کو مقدم رکھنا، وطن کی ترقی، عمارتوں کی تعمیر، سڑکوں کی مرمت اور دیگر تمام چیزوں سے یقینی طور پر کہیں زیادہ اہم ہے۔

اور ہم سب کو جان لینا چاہیے کہ اللہ کی شریعت میں کوئی مشکل یا سختی نہیں ہے، بلکہ یہ آسانی ہے، اور یہ برکت، سکون، امن اور تحفظ کی ضامن ہے۔ اس کے ذریعے سکون ملتا ہے اور حالات سنور جاتے ہیں، اس کی خوشبو اور اثرات دلوں کو چھوتے ہیں اور ہمیشہ خوشی، سکون اور روح کی راحت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے لیے فطری محبت کو بیدار کرتی ہے۔ شریعت کبھی بھی بوجھ یا تکلیف نہیں رہی، جیسے کہ کافر اور سیکولر خیالات رکھنے والے لوگ یا باطل پرست ایسا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم نے لوگوں کو شریعت کے نفاذ کو پسند کرتے، اس کی سمجھ حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے بے تاب پایا ہے، کیونکہ اللہ نے ہمیں اور انہیں اس کے سایہ میں زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے۔

اے اللہ! اہلِ غزہ و فلسطین کو پاکیزہ اور وسیع رزق عطا فرما، اور ان کو بہترین بدلہ دے، اور ان کے لیے جنت میں ایسے گھر بنا، جو ان کے دنیا میں تباہ شدہ گھروں سے بہتر ہوں، ان کے شہداء کو اپنی جنت کا مہمان بنا، ان کے زخمیوں کو شفا دے، اور ان کے دلوں کو مضبوط کر، اور ان پر سکینت نازل فرما۔

اے اللہ! اپنے فضل سے فلسطین کے اہلِ ایمان اور مسجد اقصیٰ کو دشمنوں کے مکر سے بچا، ان کی مدد کر، انہیں اپنی طاقت و نصرت سے تقویت دے، اور ان کے لیے مددگار اور معاون بن جا، بے شک تو ہی بہترین مددگار اور معاون ہے۔

وأخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

تنظيم قاعدة الجهاد في جزيرة العرب

۲۲ رجب ۱۴۴۶ھ الموافق ۲۲ جنوری ۲۰۲۵ء

☆☆☆☆☆

بقیہ: کانٹے اور پھول

وہاں پہلے ہی سے مزاحمت کے مرد حضرات اپنی جگہوں پر تیار بیٹھے تھے، اور کسی کونے یا دیوار کے پیچھے سے دشمن کی تاک میں تھے۔ میں نے بہت سے مزاحمت کرنے والے مردوں کو دیکھا، لیکن کسی کو پہچان نہیں سکا کیونکہ وہ سب فلسطینی رومال باندھے ہوئے، اپنے ہتھیار اٹھائے اپنی جگہوں پر موجود تھے۔

میں نے محلے کے کئی پڑوسیوں کو ایک کونے میں بیٹھے چائے پیتے، سگریٹ بنا کر پیتے اور اپنے جذبات اور خوف و ہراس پر بات کرتے دیکھا۔ وہ قابض فوج کی طرف سے ذلت و رسوائی کا شکار ہونے کے باوجود عزت اور وقار محسوس کر رہے تھے لیکن انجان مستقبل کے خوف میں بھی مبتلا تھے۔ کیا حالات ایسے ہی رہیں گے؟ کیا وہ بڑی فوج کے ساتھ کیمپ پر حملہ نہیں کریں گے؟ کیا وہ کیمپ کو توپوں سے گولہ باری کر کے یا اسے جلا کر اس کے باشندوں کے سروں پر تباہی نہیں لائیں گے؟ آراء مختلف تھیں، لیکن صبر و استقامت کی ضرورت پر مبنی رائے غالب تھی اور بار بار دہرائی جانے والی بات یہی تھی کہ ”ہمارے پاس کھونے کے لیے کیا ہے؟ ہمارے پاس صرف زنجیر اور ایجنسی (اقوام متحدہ) کا گھر ہی تو ہے، تو پھر خوف کس بات کا؟“ اس طرح ہر گفتگو ختم ہوتی تھی۔ ہاں بھائی، بالکل صحیح، ایک منٹ کی عزت اور وقار کی زندگی ہزار سال کی ذلت بھری زندگی سے بہتر ہے۔ یہ صرف ہمارے کیمپ میں نہیں تھا بلکہ پورے غزہ کے کیمپوں میں، اور بہت سے شہروں اور دیہاتوں کی سڑکوں پر بھی یہی حالت تھی۔ مغربی کنارے اور غزہ میں مزاحمت بڑھ رہی تھی، کچھ منظم اور بہت سے انفرادی اور مقامی آزاد منش لوگوں کی طرف سے اقدامات کیے جا رہے تھے۔ ہم نے خاص طور پر ہمارے قریب جبالیہ کیمپ میں مزاحمت کے کارناموں کے بارے میں سننا شروع کیا۔ وہاں ابو حاتم مزاحمت کی قیادت کر رہے تھے، اور کیمپ کے نوجوانوں اور مردوں سمیت قریبی علاقوں کے درجنوں افراد اس میں شامل ہو چکے تھے، سب ہی اسے ”مخيم الثورة“ کہنے لگے تھے۔

خبریں کیمپ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہی تھیں، لوگوں کی خوشی بڑھا رہی تھیں اور حوصلے بلند کر رہی تھیں۔ ہم بچوں پر بھی اس کا اثر تھا، یہاں تک کہ ہمارے کھیل ”عرب اور یہودی“ میں بھی، ہم اسے روزانہ کھیلنے لگے اور یہ عام قاعدہ بن گیا کہ عرب غالب آئیں گے اور اپنے دشمنوں کو مار ڈالیں گے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

عزت و افتخار کے حامل اہلِ غزہ کو مبارکباد

حرکت الشباب المجاهدین

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب العزت اپنی کتابِ عظیم میں فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝٦٠ (سورۃ الحج: ٦٠)

”یہ ان کا انجام ہے اور جس نے اسی قدر بدلہ لیا جس قدر اسے تکلیف دی گئی پھر اس پر ظلم ہوا تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بیشک اللہ معافی دینے والا ہے، بخشنے والا ہے۔“

درود و سلام ہو ہمارے امین اور جہادی پیغمبر ﷺ پر، جنہوں نے فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ (جامع ترمذی)

”جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔“

أما بعد!

سلام ہو غزہ کے اہلِ ایمان پر، جو خیموں میں، ملبے تلے، محاصرے میں اور مایوسیوں کے سمندر میں صبر و استقامت کی مثال بنے ہوئے ہیں۔ سلام ہو آپ پر، آپ کی قربانیوں، آپ کے صبر پر اور آپ کی استقامت پر، جس نے دشمن کے ظلم و ستم کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ سلام ہو آپ کی بہادری پر جس نے یہودیوں اور صلیبیوں کو عبرتناک شکست دی اور ان کے تکبر کو خاک میں ملا دیا۔

اور سلام ہو ہر اس مجاہد پر جو اب بھی اپنے ہاتھ میں ہتھیار تھامے ہوئے ہے، جسے دشمن کی بمباریاں اور مظالم نہ ڈرا سکے اور نہ ہی ظالموں کا ظلم اسے ہتھیار رکھ دینے پر مجبور کر سکا، جو صہیونیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خندقوں، گلیوں اور سرنگوں میں مصروفِ عمل ہے۔

ہم اہلِ غزہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ کی یہ جنگ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔ آپ نے اپنے خون، جان اور مال کی قربانی دے کر اس مبارک و مقدس زمین کو دشمن کے قبضے سے بچایا، غزہ کی عظمت نے یہودیوں اور صلیبیوں کے حامیوں کے غرور کو پاش پاش کر دیا۔

اس موقع پر جہاں ہم نے جنگی اصولوں کے تحت صہیونیوں کی ایک شرمناک شکست دیکھی، وہیں ہمیں دشمن کے غرور کو توڑنے کا مزید ایک اہم موقع (اپنے قیدیوں کو آزاد کروانے کا) دیکھنے کو ملا۔ ہم شہداء کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرتے ہیں اور انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں، اور دعا گو ہیں کہ اللہ پسماندگان کے دلوں کو صبر و سکون عطا فرمائے، انہیں بہترین اجر سے نوازے اور شہدائے کرام کو آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ہم تمام مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اہلِ غزہ کی قربانیوں کو یاد رکھیں اور اس عظیم تجربے سے سبق سیکھیں۔ ہمیں اپنے جہاد، جدوجہد اور دشمن سے مقابلے کے لیے تیاری کی اہمیت کو سمجھنا ہوگا اور اپنی آزادی، خود مختاری، عزت کے لیے ثابت قدم رہنا ہوگا۔ دنیاوی راحتیں اور عیش و عشرت عارضی ہیں، لیکن دین اور عزت وہ چیزیں ہیں جو کبھی نہ ختم ہوں گی، یہ نہ تو خریدی جاسکتی ہیں اور نہ ہی بیچی جاسکتی ہیں۔

وللحرّيّة الحمراء باب　　اور آزادی کا سرخ دروازہ
بكلّ يد مضرّجة يُدقُّ　　خون آلود ہاتھوں سے کھٹکھٹایا جاتا ہے

اور ہم یہاں، دو ہجرتوں کی سرزمین سے، اپنے اہلِ غزہ بھائیوں کے لیے دعاؤں اور نوافل کے ذریعے اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ انہیں ایسی سخت جان چٹان بنا دے جس کے سامنے صہیونی صلیبی منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔

ہم اپنے بھائیوں کو یہ بھی یقین دہانی کراتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ ہی کے نقش قدم پر رواں ہیں، اس راہ میں ہم تھکاوٹ، سستی، کمزوری اور بے ہمتی کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہ دیں گے۔

ہم نے موت پر بیعت کی ہے اور اس عہد پر قائم ہیں، جو ہمارے مجاہد امام، شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

”ہم اپنے فلسطینی بھائیوں سے کہتے ہیں: تمہارے بیٹوں کا خون ہمارے بیٹوں کا خون ہے، تمہارا خون ہمارا خون ہے، خون کا بدلہ خون ہے، اور بربادی کا بدلہ بربادی ہے، ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں کبھی مایوس نہیں کریں گے، یہاں تک کہ یا تو فتح نصیب ہو یا پھر ہم وہ (شہادت) پا لیں جو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی تھی۔“

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۲۱ پر)

بیان: AQS_11_002

تاریخ: یکم شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۲۰۲۵ء

مجاہد قائد 'محمد الضیف' رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

شہادتیں راہِ جہاد کا خاصہ اور کاروانِ جہاد کا ایندھن ہیں۔ معرکۂ بدر سے آج تک، ہر شہادت نے دعوتِ اسلام اور کاروانِ جہاد کو ترقی بخشی ہے۔ اگر سات آسمانوں کے اوپر سے اتارا گیا دین شخصیات کے آنے جانے سے وابستہ ہوتا تو یہ دین ایک بار نہیں، پچھلی پندرہ صدیوں میں ہزاروں بار مٹ چکا ہوتا۔ یہ اللہ کا دین ہے، وہ دین جو محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت جیسے عظیم ترین سانحے سے بھی نہیں مٹا، تو امت کے باقی صدیقین، شہداء اور صالحین کے آنے جانے سے کیسے اس کی برحق دعوت مٹانا تو دور کی بات، روکی بھی جا سکتی ہے؟

تاریخِ حق و باطل اس امر پر گواہ ہے کہ پرچمِ اسلام کبھی سرنگوں نہیں ہوتا، اس کے غلبے کا وعدہ تو اللہ جل جلالہ نے اپنے کلامِ پاک میں فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ (سورۃ الفتح: ۲۸)

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے۔ اور (اس کی) گواہی دینے کے لیے اللہ کافی ہے۔"

تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس امت کو سلف جیسے خلف بخشے، جنہوں نے دعوتِ اسلام اور کاروانِ جہاد کو اپنے خون سے سینچا۔ ان مجاہد ابطال میں چند ایسے ہیں جنہیں امت جانتی ہے اور اکثریت ایسوں کی ہے جنہیں ہم نہیں جانتے، لیکن ان کا اللہ ان کو جانتا ہے، وہ بڑا قدر دان اور بہترین اجر دینے والا ہے۔ حق و باطل کی ازلی جنگ آج بھی غزہ تا وزیرستان جاری ہے اور خونِ شہیداں ہی اس کی آبیاری کر رہا ہے۔ جنگ میں کبھی ہار ہوتی ہے تو کبھی جیت، کبھی ہمارے ساتھی شہید ہوتے ہیں تو کبھی دشمن کے لوگ مارے جاتے ہیں، اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ○ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (سورۃ آلِ عمران: ۱۴۲-۱۳۹)

"(مسلمانو) تم نہ تو کمزور پڑو، اور نہ غمگین رہو، اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہو گے۔ اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے، اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور مقصد یہ (بھی) تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیامیٹ کر ڈالے۔ بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یونہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں، اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔"

انہی حالاتِ جنگ میں ہمیں امیر کتائب القسام، عظیم مجاہد قائد، بطلِ اسلام، ابو خالد محمد الضیف کی ان کے ساتھیوں مروان عیسیٰ، رافع سلامۃ، غازی ابو طماعۃ، احمد الغندور، رائد ثابت، ایمن نوفل وغیر ہم رحمۃ اللہ علیہم کی شہادت کی اطلاع ملی ہے، فإنا لله وإنّا إليه راجعون!

ان حضرات، خصوصاً محمد الضیف رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح ایمانی شجاعت اور اسلامی غیرت کے ساتھ فلسطینی مجاہدین کی قیادت کی اور تاریخِ اسلام کے اعلیٰ ترین معرکوں میں سے ایک 'طوفان الاقصیٰ' کو برپا کیا، تو انہی نامور و دیگر گمنام مجاہدوں کے بارے میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ (سورۃ الاحزاب: ۲۳)

”انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر کو پورا کر چکے، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔“

ہم مجاہد قائد محمد الضیف کی شہادت پر پوری امتِ مسلمہ، مسلمانانِ فلسطین، پوری دنیا میں موجود مجاہدینِ اسلام اور مجاہدینِ قسام اور محمد الضیف و دیگر شہداء کے اہلِ خانہ سے تعزیت کرتے ہیں، اللهم أجرنا في مصيبتنا واخلف لنا خيرا منها!

اسرائیل اور اس کے سب سے بڑے پشت پناہ امریکہ کو خبر ہو کہ معرکۂ طوفان الاقصیٰ جاری ہے اور یہ تب تک نہیں تھمے گا، یہاں تک کہ ہم اہلِ ایمان مسجدِ اقصیٰ میں فاتح بن کر داخل نہ ہو جائیں! پس ہم اہلِ ایمان پر جہاد فرضِ عین ہے، اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی صلاحیتیں، اپنی فکر اور اپنی دعائیں اس جاری معرکے میں کھپانا ہم پر لازم ہے!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

قدس کی آزادی کا راستہ

استاد اسامہ محمود

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم، امام المرسلین و قائد المجاہدین، امابعد

غزہ کی جنگ ہر اُس فرد کے لیے انتہائی اہم معانی پیش کرتی ہے جس کو تھوڑا بھی شعور ہو کہ امت مسلمہ کی جو آج ناگفتہ بہ حالت بنی ہوئی ہے اس سے اس کو نکالنے کی جدوجہد اس پر فرض ہے، اس تحریر کا مقصد انہی اہم پیغامات پر روشنی ڈالنا ہے۔ اس میں پہلے بعض اُن حقائق پر بات ہو گی جو اس جنگ نے دکھائے ہیں اور پھر اس سوال کا جواب دیا جائے گا کہ یہ امور ہم سے بطورِ فرد اور گروہ کیا تقاضا کرتے ہیں، وہ کیا شعور و آگہی ہے کہ جس کو عام کرنا آج ضروری ہے اور وہ کیا راستہ ہے کہ جس کو اپنائے بغیر نہ ہم مسجد اقصیٰ آزاد کرا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے ممالک میں غلبۂ دین کے ہدف تک پہنچ سکتے ہیں۔

اہل غزہ کا درس

مگر آگے بڑھنے سے پہلے یہ ذکر ضروری ہے کہ اہل غزہ نے ان پندرہ مہینوں میں صبر و ثبات کا پیکر بن کر جس ایمان و یقین اور اللہ پر توکل کا ثبوت دیا، اس نے مادیت کے اس دور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان کی ایک عظیم مثال قائم کی ہے، اللہ پر یہ ایمان و توکل اور پھر اس رب کریم کی طرف سے مدد و نصرت اگر شامل حال نہ ہو تو گوشت پوست کا انسان کب ایسی آزمائشوں کو جھیل سکتا ہے اور کیسے ان میں کامیاب ہو سکتا ہے؟ قیدیوں کو چھڑانے کے لیے جو شرائط انہوں نے رکھی تھیں، ان میں سے کسی ایک سے بھی الحمد للہ وہ پیچھے نہیں ہٹے، جبکہ خدائی کا دعویٰ کرنے والے شیاطین اپنی کوئی ایک بات بھی ان سے منوا نہیں سکے۔ اس جنگ نے امت مسلمہ کو ایمان، جہاد کی فرضیت، فکرِ آخرت اور حبِ شہادت کے بہت ہی انمول دروس دیے، اس نے شیاطینِ مغرب کے انتہائی غلیظ چہرے سے ان کے جھوٹ کے نقاب نوچ بھی ڈالے اور انہیں یہ پیغام بھی دیا کہ محمد عربی ﷺ کی امت دنیا کے پیچھے چلنے کے لیے نہیں، بلکہ دنیا کو اپنے پیچھے چلانے کے لیے بھیجی گئی ہے اور ان کے سامنے اہم ترین چیز، ان کا دین، مقدسات اور رب کریم کی رضا ہے۔

راستہ جواب واضح ہوا!

اس جنگ کا بہت اہم پہلو یہ ہے کہ اس نے فکر و عمل کی صحیح سمت اب بالکل واضح کر دی ہے، اگر آنکھیں کھلی اور دل صاف ہوں تو آزادیٔ امت کی راہ سمجھنے میں اب کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے۔ راستے کے آسان یا مشکل ہونے کا سوال وہی لوگ کریں گے جنہیں امت مسلمہ کی موجودہ حالت زار کا شعور یا احساس نہ ہو اور جو اس حقیقت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہوں کہ آج جہادِ فی سبیل اللہ نماز روزے کی طرح فرض، بلکہ ان سے بھی شاید زیادہ ہی اہم ہے اور وہ جہاد ہی اب ایمان و اعمال کی حفاظت کا ذریعہ بنے گا جس میں بیعت موت پر کی جاتی ہے، جہاں فتح و نصرت کی خواہش سے زیادہ رب کی رضا کی امید پر زندگی کا سودا کیا جاتا ہے اور بدلے میں فقط جنتوں کی بشارت ہی دیکھی جاتی ہے[1]۔ یہ سودا کل بھی امت کی کامیابی کا ضامن تھا اور یہ آج بھی ہے۔ کل بھی بطورِ فرد اس کا امتحان تھا اور آج بھی ہے اور کل بھی اللہ رب العزت ایسے اہل ایمان کی نصرت پر قادر تھا اور آج بھی ہے۔

لہٰذا جب تک ہم آسانی طلب کرنے کی جگہ، 'اللہ کو مجھ سے کیا مطلوب ہے' کی تلاش شروع نہ کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ حقائق و حالات کس راستے کے رُخ بہ منزل ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہم اُس صحرائے تیہ میں ہی سرگرداں رہیں گے جس سے نکلنے کی شرط اللہ رب العزت نے قربانی کے لیے تیار ہونا رکھا ہے۔ بنی اسرائیل کی صحرائے تیہ میں اسارت، کسی مادی حصار، جیل یا قید کی وجہ سے نہیں تھی، وہ خود اپنی نیت و عمل میں کھوٹے تھے اور یہی ان کے بھٹک جانے کی اصل وجہ تھی۔ پس اگر ہم بھی فکر و عمل اور راستے و سفر میں غلطی پر مُصر رہیں تو ہمارا انجام بھی صحرائے تیہ ہی ہو گا، منہج کی اس گمراہی میں حرکت و محنت کے باوجود بھی ہم جانب منزل سفر نہیں کر پائیں گے۔

---

[1] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾

اہلِ غزہ تنہا ہی کیوں رہے؟

کیا وجہ ہے کہ اس سارے عرصہ میں ہم اہلِ غزہ کے اصحابِ اخدود بننے کا بس تماشہ ہی دیکھتے رہے، جبکہ ان کی مدد ہم سے کچھ نہ ہو سکی؟ ہم میں اہلِ دل و دین کم نہیں ہیں، دینی تحریکات بھی بہت ہیں مگر اس سب کے باوجود وہ اول سے آخر تک تنہا کیوں رہے؟ وہ کھڑے تھے کہ امت بھی ان کے پیچھے کھڑی ہو مگر کسی نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا۔ فاصلے یا سرحدات اگر رکاوٹیں تھیں تو یہ کب اور کیوں رکاوٹیں بنیں؟ وہ کیا گرفت اور کس قسم کا تسلط تھا کہ جس نے ہمیں قدم قدم پر مجبور کیے رکھا؟ پھر وہ کونسی طاقت ہے کہ جس نے اسرائیل کو کھوکھلا ہونے کے باوجود کھڑا رکھا؟ اسرائیل کا بے جڑ اور بے بنیاد ہونا اس جنگ میں مزید واضح نظر آیا مگر اس کے باوجود وہ اب بھی کیوں تن کر کھڑا پوری امت کو دھمکیاں دے رہا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ اگر ان کے ساتھ جنگِ غزہ کا ہم جائزہ لیں تو واضح ہو جائے گا کہ کون ہم پر مسلط ہے؟ اس طاقت کی قوت، تسلط اور وجود کی وسعت کیا ہے؟ اس کا مقابلہ کیوں ضروری ہے اور یہ مقابلہ کیسے ہو پائے گا؟ یہ وہ نکات ہیں کہ جو واضح ہوں گے تو پھر یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ مسجدِ اقصیٰ کو آزاد کرانے کا راستہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کن راہوں سے گزرتا ہے۔

غزہ کی جنگ میں امریکی کردار

اس جنگ نے دکھا دیا کہ اسرائیل کی بقا، ہمارے مقدسات پر اس کا قبضہ اور اہلِ اسلام پر اس کے وحشیانہ مظالم امریکہ کی طرف سے اس کی مدد و دفاع کے مرہونِ منت ہیں۔ امریکہ نے اسرائیل کی کیسے اور کتنی مدد کی؟ یہاں ہم اختصار کے ساتھ اس کی چند جھلکیاں رکھ دیتے ہیں۔ سات اکتوبر کو اسرائیل پر حملہ ہوا، مگر ماتم امریکہ میں مچ گیا، رات کو وائٹ ہاؤس میں اسرائیلی جھنڈے والی روشنیاں جلا کر دکھایا گیا کہ امریکہ اسرائیل سے دور نہیں۔ پھر امریکی صدر، اس کے وزرائے خارجہ و دفاع اور فوجی قیادت بھی اسرائیل پہنچ گئی۔ امریکہ عسکری، سیاسی، سفارتی اور میڈیا سمیت ہر ہر محاذ پر اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہو گیا، اور ایسا یک جان دو قالب کا مظاہرہ کیا کہ جیسے اسرائیل ایک علیحدہ ریاست نہیں، بلکہ امریکہ ہی کا حصہ ہو۔

صدرِ امریکہ نے اعلان کیا:

> ”اس میں کوئی ابہام نہیں کہ ہم اسرائیل کے ساتھ ہیں، ہم اسرائیل کے ساتھ ہیں، ہم اسرائیل کے ساتھ ہیں۔“

اور کہا:

> ”ہم اسرائیل کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑیں گے، جب تک امریکہ ہے، اور امریکہ ہمیشہ رہے گا، وہ اسرائیل کے ساتھ کھڑا رہے گا۔“

صدر بائیڈن نے تکرار کے ساتھ جھوٹ پر جھوٹ بول کر اسرائیلی مظالم کا کچھ ایسا دفاع کیا کہ جیسے وہ امریکی صدر نہیں، بلکہ اسرائیل کا ترجمان ہو۔

وزیر خارجہ بلنکن بھی غم زدہ چہرے کے ساتھ جب تل ابیب گیا تو بہت کچھ کہنے کے ساتھ یہ بھی کہا:

> ”اسرائیل یہ جنگ اکیلے لڑ سکتا ہے مگر جب تک امریکہ ہے، اسرائیل کو جنگ اکیلے نہیں لڑنی پڑے گی۔“

اس نے اسرائیل کو یہ ’خوش خبری‘ سنائی کہ اس کو اسلحے کی سپلائی شروع ہو گئی ہے اور یہ کبھی نہیں رکے گی۔ اور عملاً بھی یہی ہوا، پندرہ مہینوں میں ایک دن بھی یہ سپلائی منقطع نہیں ہوئی۔[۸]

امریکہ نے اپنے دو طیارہ بردار بحری بیڑے (بحری فورسز کے دو گروپ) مشرقِ وسطیٰ میں لا کھڑے کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے بیس ہزار سپاہی بھی اسرائیل کے اندر تعینات کیے جنہوں نے اسرائیلی فوج کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنا تھی۔[۹]

واشنگٹن پوسٹ نے اوائل جنگ میں لکھا کہ جنگ کے ابتدائی ۵۴ دن اسرائیل نے غزہ پر جو ۲۲ ہزار بم گرائے، یہ سب امریکی تھے۔ اسرائیلی ٹی وی، چینل 12 کے مطابق امریکی امداد میں بڑے بم اور دو ہزار پاؤنڈ وزن کے بنکر بسٹر گولوں کے علاوہ درجنوں ایف ۳۵ جہاز اور اپاچی ہیلی کاپٹر بھی شامل ہیں۔[۱۰]

ایک امریکی ادارے کے مطابق غزہ کی جنگ میں ایک سال کے دوران امریکہ نے اسرائیل کو کم از کم 22.76 ارب ڈالر تک کی امداد دی ہے، یہ اسرائیل کے کل مصارف کا 70 فیصد بنتی ہے،[۱۱] جبکہ 4.86 ارب ڈالر اس نے خود ان دنوں اسرائیل کے دفاع میں اپنی کارروائیوں میں صرف کیے ہیں۔[۱۲]

ایک مغربی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق اس جنگ میں اسرائیل نے جتنے ہتھیار استعمال کیے، اس میں ۶۹ فیصد امریکی، ۳۰ فیصد جرمن اور اپنا صرف ایک فی صد صرف کیا ہے۔ یاد رہے کہ جرمنی کی طرف سے ہتھیار کی یہ فراہمی بھی امریکہ کے جرمنی پر اثر و رسوخ کی وجہ سے ہے۔

---

[۸] الجزیرة

[۹] ایضًا

[۱۰] ایضًا

[۱۱] Watson Institute for International & Public Affairs (Brown University)

COST OF WAR

[۱۲] Associated Press

امریکہ نے یہ اعلان بھی کیا کہ اسرائیل کے اسلحے کے ذخائر میں جو کمی بھی آرہی ہے وہ امریکہ ساتھ ساتھ پورا کرتا رہے گا۔[13]

اس پر بھی بس نہیں، بلکہ امریکہ نے اسرائیل میں اسّی کی دہائی کے دوران اسلحے کے بہت بڑے ڈپو بنائے اور مستقل انہیں بھرتا بھی رہا۔ یہ ڈپو WRSA (War Reserve Stock Allies-Israel) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد مشرق وسطی میں بوقت ضرورت سہولت کے ساتھ یہاں سے ہتھیاروں کی فراہمی ہے۔ بش سینئر کے دور میں امریکہ نے اسرائیل کو بھی ان سے ہتھیار نکالنے کی اجازت دے دی، اس لیے اب اس جنگ میں اسرائیل نے اس اسلحے سے بھی استفادہ حاصل کیا۔[14]

اس قدر بے تحاشہ اور نہ رکنے والی امداد کی یہ تاریخ نئی نہیں، پروفیسر تھامس اسٹوفر (Thomas Stauffer) ایک امریکی ماہر معاشیات ہے، اس نے مشرق وسطیٰ میں امریکی پالیسیوں اور ان کے معاشی اثرات پر تحقیق کی ہے۔ اس نے اپنی رپورٹ "The Costs to the U.S. of the Israeli-Palestinian Conflict" میں لکھا ہے کہ ۱۹۴۸ء سے ۲۰۰۶ء تک، امریکہ نے اسرائیل کو مجموعی طور پر ۳۰ کھرب ڈالر (۳ ٹریلین ڈالر) کی امداد فراہم کی ہے۔

امریکہ ہر کچھ عرصہ بعد کسی نہ کسی معاہدے یا مد کے تحت اسرائیل کی عسکری امداد کرتا رہا ہے، ۲۰۱۶ء میں دونوں کے بیچ ایک دس سالہ معاہدہ ہوا جس کے تحت امریکہ نے اسرائیل کو سالانہ تین ارب اسّی کروڑ (3.8 بلین) ڈالر کی فوجی امداد دینا طے پایا اور اس کا آغاز ۲۰۱۹ء سے ہو چکا ہے۔

اسرائیل و امریکہ تعلق کی حقیقت

کسی نے کہا ہے اور سچ کہا ہے کہ امریکہ سے باہر، امریکہ کی ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی ہے، جس کا نام اسرائیل ہے، یہی پچھلے پندرہ مہینوں کی اس جنگ نے بھی واضح کیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ امریکہ کی نظر میں اسرائیل کی اس حد تک زیادہ اہمیت کیوں ہے؟ وہ اسرائیل کی خاطر اتنا کچھ کیوں لُٹا رہا ہے؟ اسرائیل کے لیے خطرے کو خود اپنے لیے خطرے کے برابر کیوں سمجھتا ہے؟

سابق امریکی صدر جمی کارٹر اپنے ایک انٹرویو میں کہتا ہے کہ امریکی عیسائی ہونے کی وجہ سے یہود کی مدد اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں، اس لیے اسرائیل کی مدد کے متعلق امریکہ میں بڑی یکسوئی ہے۔ نیز امریکہ میں اسرائیلی لابی اے پیک (AIPAC) کا قوی اثر و رسوخ بھی اس کا ایک بڑا سبب ہے، اس لابی کا مقصد امن قطعاً نہیں ہے، بلکہ اس کے مد نظر اسرائیل کے لیے وائٹ ہاؤس، کانگریس اور میڈیا سے زیادہ سے زیادہ امداد کا حصول ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے، مگر امریکہ اسرائیل تعلق کی گرہ کو دکتور عبدالوہاب میسری نے اچھی طرح کھولا ہے۔ ڈاکٹر میسری صہیونیت کے متخصص اور اس موضوع پر اتھارٹی سمجھے جانے والے پروفیسر و مصنف ہیں، دکتور اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

> ”اسرائیل کے لیے امریکی امداد کو اقتصادی زاویے سے مت دیکھیں، یہ اصل میں امریکہ کے اسٹریٹیجک مصارف ہیں، کیوں کہ سچ یہ ہے کہ امریکہ کو خود اسرائیل کی ضرورت ہے۔ آپ اسرائیل کو امریکہ کا ایک جنگی بیڑا ہی سمجھیں۔ (نہ کہ ایک علیحدہ ملک!) دیکھیں! صہیونی کہتے ہیں کہ اسرائیل امریکی سلامتی کا ایک اہم ستون ہے، اگر اسرائیل نہ ہوتا تو امریکہ کو عرب دنیا کو قابو کرنے کے لیے بحیرۂ عرب میں پانچ بڑے جنگی بیڑوں کو ضرورت پڑتی، جبکہ ایک جنگی بیڑے پر دس ملین ڈالر سالانہ خرچہ آتا ہے۔ گویا بالفرض اگر اسرائیل نہ ہوتا تو امریکہ کو خطہ قابو میں رکھنے کے لیے سالانہ پچاس ملین ڈالر خرچ کرنے پڑتے جبکہ اب وہ اسرائیل کو سالانہ صرف دس ملین ڈالر دیتا ہے۔ اس لیے میں اس حقیقت کو بار بار دہراتا رہا ہوں کہ صہیونی ایجنڈے کی کامیابی کا سبب اس کا امریکہ کے اوپر تسلط نہیں، بلکہ اس کا سبب خود امریکہ کی اپنی استعماری ضرورت ہے۔ ہرزل (بانی صہیونی تحریک) نے دیکھ لیا تھا کہ مغرب و امریکہ کا جو استعماری ایجنڈا ہے، اس میں ہمارا صہیونی منصوبہ اچھی طرح فٹ بیٹھتا ہے، اس نے ان کی یہ چاہت دیکھ کر اپنی ضرورت ان کے سامنے رکھ دی اور یوں ہی وہ کامیاب ہو گیا“۔[15,16]

دکتور میسری سے الجزیرہ کے نمائندے نے جب پوچھا کہ ”کیا امریکی امداد کٹ جانے سے اسرائیل ختم ہو جائے گا؟“ تو دکتور میسری نے جواب میں کہا:

> ”یقینی طور پر اسرائیل ختم ہو جائے گا اور اس کا احساس خود صہیونیوں کو بھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر کبھی ہمارے اخراجات زیادہ ہوئے اور ہماری حفاظت امریکہ کے لیے مشکل ہو گئی تو اسرائیل ختم ہو جائے گا۔“

دکتور میسری نے یہ بھی کہا کہ ”اسرائیل کی زندگی کے مکونات (اساسی اجزاء) اس کے داخل میں نہیں، بلکہ خارج یعنی امریکہ میں ہیں“، نیز ”میں کہتا ہوں کہ اسرائیل داخل سے تباہ نہیں

---

[13] الجزیرۃ

[14] حوالہ: برطانوی اخبار گارڈین: الاربعاء، ۲۷ دسمبر ۲۰۲۳

[15] احمد منصور کے ساتھ انٹرویو، الجزیرۃ

[16] امریکہ کے لیے اسرائیل کی اہمیت بائیڈن کے ایک پرانے بیان سے بھی واضح ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ اسرائیل اگر نہ ہوتا تو ہم اسے خود ایجاد کر دیتے۔

ہو گا، بلکہ باہر جو اس کو کھڑا کرنے اور زندہ رکھنے والے ملکونات ہیں، وہ تباہ ہوں گے تو اسرائیل تباہ ہو گا!‘‘[۱۷]

استعماری دور ختم نہیں ہوا

گویا فلسطین پر اسرائیل کا ہی صرف قبضہ نہیں، بلکہ امریکی قبضہ بھی ہے، اور امریکہ نہ ہو تو اسرائیل کا وجود ممکن نہیں۔ پھر امریکہ کے فلسطین پر اسرائیلی قبضے کا ایک بڑا مقصد دنیا پر اپنا نظام قائم رکھنا بھی ہے۔ وہ نظام جو امریکہ کے عسکری، معاشی اور سیاسی غلبے سے عبارت ہے اور جو عالم اسلام پر بہت منظم انداز میں اپنے سیاسی فیصلے نافذ کرتا ہے۔ گویا سچ یہ ہے کہ عالم اسلام اٹھارویں صدی عیسوی میں برصغیر تا افریقہ جس استعمار کے تحت چلا گیا تھا اور جس سے بالآخر خلافت عثمانیہ بھی ختم ہوئی، وہ استعمار آج بھی موجود ہے۔ برطانیہ، اٹلی اور فرانس کے استعمار کا دور تو ختم ہوا، مگر دوسرا دورِ استعمار جاری ہے۔ پہلے اگر سات سمندر پار سے انگریز آکر ہم پر حکمرانی کرتا تھا، جبکہ ہمارے عوام کو احساس تھا کہ وہ مغلوب اور محکوم ہیں، تو آج عین وہی استعمار امریکہ کی صورت میں ہم پر مسلط ہے، مگر بتایا یہ جارہا ہے کہ ہم آزاد اور خود مختار ہیں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی ایک بھی ایسی زمین نہیں جو امریکی تسلط کے تحت نہ ہو۔ افغانستان اس میں استثناء ہے کہ جہاں بیس سال کے جہاد کی برکت سے ہی امریکہ اپنا بوریا بستر گول کرنے پر مجبور ہوا۔

عالمی نظام اور امریکی اثر ورسوخ

امریکہ کی دنیا بھر کے سمندروں پر صحیح معنوں میں بادشاہی ہے۔ اس میدان میں چین و روس بھی اپنی جگہ قوی ہیں، مگر امریکہ کی نسبت ان کا اثر ورسوخ بہت کم ہے۔ عالمی طور ۷۰ فی صد سمندر پر امریکہ ہی کی حکمرانی ہے اور تمام تر اہم گزر گاہوں پر امریکہ کا قبضہ ہے۔ جبکہ یہ اصول ہے کہ جس کے قبضہ میں سمندر ہو، اس کے لیے فضا اور زمین پر پھر تسلط جمانا کوئی مشکل نہیں۔[۱۸]

ہنری کسنجر نے سمندری طاقت کے بل بوتے پر دنیا پر اپنی دھاک بٹھانے کی اس حکمت عملی کو ’’Diplomacy of a Hundred Thousand tons لاکھوں ٹن وزنی سفارت کاری‘‘ کا نام دیا تھا کیونکہ بحری طاقت کے ذریعے آپ دنیا سے اپنی بات منوا سکتے ہیں۔[۱۹]

امریکہ دنیا کی واحد ایسی طاقت ہے کہ جس کے، اپنی زمین سے باہر، اس قدر بڑی تعداد میں فوجی اڈے اور افواج موجود ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ اس کے کانگرس اراکین تک کو بھی علم نہیں ہوتا کہ ان کے فوجی کہاں کہاں تعینات ہیں۔ اندازہ کریں کہ دنیا کے 80 ممالک میں اس کے 800 سے زیادہ فوجی اڈے ہیں، جبکہ اس کے مقابل روس و چین وغیرہ کا اپنے ملک سے باہر فوجی وجود بہت ہی محدود، نہ ہونے کے برابر ہے۔[۲۰] اس طرح امریکہ کے دنیا کے 159 ممالک میں کم از کم ایک لاکھ 83 ہزار فوجی تعینات ہیں[۲۱]، جبکہ سی آئی اے اور دیگر استخباراتی اداروں کے خفیہ افراد، نیز پرائیویٹ فورسز اس تعداد کے علاوہ ہیں جو دنیا میں امریکی مفادات کی خفیہ جنگ لڑتے ہیں۔

امریکہ نے اپنی بیرونی فوجی طاقت کو عالمی طور پر گیارہ کمانڈز میں تقسیم کیا ہے، ان میں سے پانچ کمانڈز جغرافیائی لحاظ سے ہیں جبکہ پانچ عملیات کی نوعیت کے مطابق۔ ہر ہر خطے کے لیے علیحدہ فورس، الگ ہیڈ کوارٹر اور جدا آپریشنل بیس ہوتی ہے، اس طرح ہر فورس کی اپنی فوج، اپنے بحری اور فضائی جہاز اور اپنی استخبارات، یوں یہ پورے کے پورے گلوب کو کنٹرول کرتا ہے۔ مثلاً CENTCOM مشرق وسطیٰ، وسطی ایشیا، افغانستان اور پاکستان کو کور کرتا ہے، اس کا مرکزی دفتر فلوریڈا میں ہے جبکہ اس کی آپریشنل بیس قطر میں ہے۔ قطر میں Al Udeid Air Base کے نام سے اس کا بہت بڑا فوجی اڈہ ہے، یہ مشرق وسطیٰ میں اس کا سب سے بڑا فوجی مرکز ہے جو عالمی طور پر اس کا پانچواں بڑا اڈہ ہے، اس اہمیت کی بیس کسی بھی اور ملک کے پاس نہ اپنی زمین پر ہے اور نہ باہر۔ اسی طرح سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، عمان، اردن، عراق، بحرین، ترکی اور شام میں بھی اس کے فوجی اڈے ہیں، جبکہ پاکستان و مصر وغیرہ کے فوجی اڈوں کو بھی امریکہ استعمال کرتا رہا ہے، کیونکہ ان ممالک کے ساتھ اس کا انٹیلی جنس شیئرنگ، لاجسٹک سپورٹ اور دیگر باہمی تعاون کا تعلق ہے۔

سیاسی اثر ورسوخ کا جہاں تک سوال ہے تو یہ بات مشہور ہے کہ پاکستان اور مصر جیسے ممالک میں شاید ہی کوئی آرمی چیف امریکہ کی رضامندی کے بغیر بن سکتا ہو۔ سیاسی دھاک بٹھانے کے لیے یہ معیشت و اقتصاد کو بھی بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ اس تسلط کا ایک اہم ذریعہ ڈالر ہے اور باوجود یہ کہ بعض ممالک نے اس کے اثر سے نکلنے کی کوشش کی مگر چونکہ تاحال دنیا میں 60٪ زر مبادلہ کے ذخائر ڈالر میں ہیں، اس لیے تجارت بھی زیادہ تر ڈالر میں ہوتی ہے۔ اسی طرح قرضہ دینے والے عالمی ادارے، جیسے World Bank اور IMF امریکی زیر اثر ہیں اور یہ ادارے صرف ان ممالک کو قرضہ دیتے ہیں جو ان کی شرائط پوری کرتے ہوں، جبکہ یہ شرائط زیادہ تر امریکی مفاد دیکھ کر بنائی جاتی ہیں۔ امریکہ قرضوں کے ذریعے ممالک کے داخلی امور میں بھی مداخلت کرتا ہے اور اپنی مرضی مسلط کرتا ہے۔ یہ مداخلت حکومتی و انتظامی امور

---

[۱۷] احمد منصور کا ڈاکٹر عبدالوہاب مسیری سے انٹرویو، الجزیرۃ

[۱۸] ’’جس کے پاس بحری قوت ہو، وہ عالمی تجارت، جنگ اور سیاست پر کنٹرول رکھتا ہے۔‘‘ معروف امریکی اسٹریٹیجسٹ الفریڈ ماہان نے یہ نظریہ ۱۸۹۰ء میں پیش کیا۔

[19] Kissinger: A Biography

[۲۰] روس کے اپنے ملک سے باہر صرف ۹ جبکہ چین کا ایک فوجی اڈہ ہے، باقی فرانس کے ۱۵ و برطانیہ کے ۱۲ ہیں مگر وہ بالاصل امریکی اتحادی ہیں۔

[۲۱] الجزیرۃ

سے لے کر تعلیم، قانون اور سیکورٹی تک کے امور میں ہوتی ہے۔ سزا دینے کے لیے یہ تجارتی و مالیاتی پابندیاں بھی لگاتا ہے۔ اس طرح حکومتوں کو تبدیل کرنے اور ممالک میں انقلابات لانے کے معاملے میں امریکی کردار اتنا مشہور ہے کہ اس متعلق ایک امریکی رکن کانگرس کا لطیفہ بھی مشہور ہے کہ جب اس سے پوچھا گیا کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں سیاسی یا فوجی انقلابات آتے رہے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ امریکہ میں کوئی انقلاب ابھی تک نہیں آیا، تو اس کا جواب تھا کہ اس لیے کہ امریکہ میں امریکی سفارت خانہ موجود نہیں ہے۔

عالمی سیاست کو کنٹرول کرنے کے لیے اس کے پاس ایک اہم ذریعہ اقوام متحدہ بھی ہے۔ اقوام متحدہ میں فیصلوں کے لحاظ سے کلیدی اور اساسی ادارہ سیکورٹی کونسل ہے، اس کے پانچ مستقل اراکین ہیں جن کے پاس ویٹو کی صلاحیت ہے۔ یعنی اگر پوری دنیا ایک بات چاہتی ہو مگر ان پانچ میں سے کسی ایک نے بھی اس کے خلاف رائے دی تو پھر دنیا بھر کی بات ردی کی ٹوکری میں جائے گی۔ (یہ جمہوریت ہے!) امریکہ چونکہ اقتصادی، عسکری اور سفارتی لحاظ سے زیادہ طاقت ور ہے اس لیے امریکہ کا اثر دیگر چار اراکین کی نسبت عالمی فیصلوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ غزہ جنگ کے دوران جنگ بندی کے لیے اقوام متحدہ میں جتنی دفعہ بھی قرار دادیں پیش ہوئیں، امریکہ نے انہیں ویٹو کر دیا۔ مزید یہ کہ اقوام متحدہ دنیا بھر میں تعلیم و آگاہی، ثقافتی فروغ، مہاجرین کی امداد، صحت اور غربت کے خاتمہ جیسے کئی اہم اور عالمی طور پر مؤثر منصوبے بھی چلاتا ہے۔ ان اداروں کو بھی یہ اپنے خاص ایجنڈا کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس کی تازہ مثال ’اونروا‘ (UNRWA) کا ادارہ ہے کہ جو ۱۹۴۹ء میں فلسطینی مہاجرین کی امداد کے لیے بنایا گیا تھا۔ پہلے بائیڈن نے اسرائیل کی خواہش پر اس کا فنڈ کم کر دیا، جس سے یہ کمزور ہو گیا جبکہ صدر ٹرمپ نے آتے ہی اس کا فنڈ مکمل طور پر روک دیا۔ اقوام متحدہ کے ان اداروں کے علاوہ امریکہ نے اپنے بین الاقوامی امدادی ادارے USAID کے تحت براہ راست غیر سرکاری تنظیموں NGOs کا جال بھی اکثر ممالک میں بچھایا ہوا ہے، اس سے پاکستان جیسے ممالک میں گاؤں تک کی سطح کے عام فرد سے لے کر ملک کے اہم میڈیا پرسنز اور پارلیمنٹ اراکین تک پر وہ اثر ڈالتا ہے اور انہیں ملک میں اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتا ہے۔

امریکہ کا دنیا پر کتنا اثر ہے، اس کا اندازہ غزہ کی اس جنگ سے اس لحاظ سے بھی واضح ہوا کہ غزہ میں بدترین اور انتہائی انسانیت سوز قسم کے روح کو لرزا دینے والے جرائم کیمروں کے سامنے جاری رہے، مگر اس کے باوجود اقوام متحدہ کی طرف سے کوئی ایک ایسا اقدام نظر نہیں آیا کہ جس سے اہل غزہ کو کوئی فائدہ ملا ہو۔ کتنی دفعہ اقوام متحدہ کو امریکہ نے فیصلہ کرنے سے روکا اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ اقوام متحدہ کو تو اس نے فیصلہ کرنے دیا مگر عملاً اس فیصلے پر عمل نہیں کرنے دیا۔ اسی طرح اس جنگ نے یہ بھی دکھا دیا کہ انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق جیسے خوش نما نعرے جو اقوام متحدہ اور امریکی مدد سے چلنے والی این جی اوز کے ذریعے لگوائے جاتے ہیں، ان کی حقیقت امریکہ و مغرب کے لیے ہتھیار سے زیادہ نہیں ہے۔

یہ ہے امریکہ کا عالمی نظام جو اسلام اور عالم اسلام کے حق میں باقاعدہ جنگ لڑ رہا ہے، اور اس جنگ کے سبب امت کی جو آج حالتِ زار ہے، اس میں امت کے حکمرانوں اور افواج کا بھی کوئی کم اہم کردار نہیں، یہ کردار کیا ہے؟ اس کے لیے یہاں اسرائیل کے ساتھ روز اول سے ان ممالک کا تعامل دیکھنا مفید ہو گا، نیز یہ دیکھنا بھی اہم ہے کہ یہ ممالک خود کس طرح وجود میں آئے، انہوں نے مسجدِ اقصیٰ پر اس یہودی قبضے میں کیا کردار ادا کیا ہے اور اس کے بعد امریکی استعمار کے دفاع و تقویت میں ان کا اب کیا رول ہے؟

امت کی افواج و حکام کا کردار

اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں کہ استعمار کی شکل تبدیل ہوئی ہے، استعمار ختم نہیں ہوا ہے۔ برطانیہ وغیرہ کے لیے بین الاقوامی حالات کے باعث عالم اسلام پر براہ راست قبضہ برقرار رکھنا جب مشکل ہوا تو ہمارے یہ ’آزاد‘ ممالک معرض وجود میں لائے گئے۔ ان ممالک نے یہ آزادیاں چھینی نہیں، بلکہ یہ انہیں مشروط طور پر، اطاعت و پاسداری کی شرط پر عطا کی گئی ہیں۔ اس پر بعض مغربی مصنفین نے لکھا بھی ہے۔ مثلاً امریکہ کے معروف مصنف David Fromkin نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ”پہلی جنگ عظیم کے بعد جو عرب حکومتیں قائم کی گئیں، انہیں علم تھا کہ ان کے قیام کی شرط فلسطین کو یہود کے حوالے کرنے میں ان کی سہولت کاری ہے“۔[۲۲] ان مملکتوں کے بننے کے تھوڑے ہی عرصہ، یعنی ۱۳ سے ۲۶ سال بعد، برطانیہ نے فلسطین پر یہودیوں کو اپنا جانشین بنایا اور اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا۔ فلسطین پر یہ یہودی قبضہ عالم اسلام کے لیے چونکہ بہت ہی نازک واقعہ تھا، اس کے ساتھ مسلمانوں کا بہت کچھ وابستہ تھا، جس کو یہ حکام و افواج بھی جانتے تھے، اس لیے انہوں نے بھی اس پر برہمی کا اظہار کیا اور ان کی متحدہ فوج فلسطین کے اندر ۱۹۴۸ء شریک جنگ بھی ہوئی، مگر اس جنگ میں انہوں نے اصلاً کیا کردار ادا کیا؟ یہ جاننے کے لیے شیخ مصطفی سباعی کی ایک کتاب سے یہاں چند اہم واقعات اور یادداشتیں نقل کرتے ہیں۔

دکتور مصطفی سباعی (۱۹۱۵ء۔۱۹۶۴ء) شام کے اخوان المسلمین کے امیر تھے۔ آپ نے ۱۹۴۸ء کی جنگ میں بطورِ قائد و مجاہد حصہ لیا اور جنگ کے خاتمے پر اپنی یادداشت ”جهادُنا في فلسطين“ مرتب کی۔ اس میں آپ نے بتایا کہ ہم بطورِ امت کیسے بدترین دشمن اور غلیظ ترین غداروں کے دو پاٹوں کے بیچ پس رہے ہیں۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی مفید ہے کہ ہمیں برصغیر میں بھی بعینہٖ اسی قسم کے کرداروں کا سامنا رہا ہے اور یہ پڑھ کر ہمیں اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی

---

[22] Creating the Middle East, 1914-1922

وقت نہیں ہوگی کہ فلسطین پر قبضے کی یہ جنگ پورے عالم اسلام میں جاری ہے اور ہر جگہ ایک ہی قسم کے کرداروں کو مغرب نے ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔

۱۹۴۸ء کی جنگ

قیامِ اسرائیل (۱۹۴۸ء) کے ساتھ ہی اخوان المسلمین نے جہاد کی صدا بلند کی۔ جواب میں عرب دنیا سے رضاکاروں نے اخوان کا رُخ کیا۔ یہ دیکھ کر عرب ممالک کی تنظیم عرب لیگ (الجماعۃ الدول العربیہ، جو ۱۹۴۵ء میں قائم ہوئی تھی) بھی میدان میں آگئی۔ اس نے اعلان کیا کہ فلسطین کی آزادی کے لیے وہ ’جیش الانقاذ‘ کے نام سے اپنی فوج قدس بھیجے گی۔ ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ جس نے جہاد کرنا ہے وہ غیر سرکاری لوگوں کے ساتھ نہ جائے بلکہ ’جیش الانقاذ‘ ہی میں رضاکار کے طور پر بھرتی ہو۔ اخوان نے اس اعلان کو شک کی نگاہ سے دیکھا مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے نظم سے بھرتی کے بجائے، فوج کے نظام میں اپنے ساتھی جمع کرنا شروع کیے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد فوج کی تربیت و نظریات اور اخلاق و عادات دیکھ کر انہیں شدید پریشانی ہوئی۔ ایک دفعہ ’جیش الانقاذ‘ کے مرکزی افسر نے ڈاکٹر سباعی کو بلا کر کہا:

> ”تم لوگ تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد کو ساتھ شامل نہ کرو، پھولوں جیسی ایسی جوانیوں کو ہم اُدھر مرنے نہیں بھیجیں گے۔ ان کے برعکس جرائم پیشہ اور سزا یافتہ افراد کو بھرتی کیا کرو، وہ جنگ کے لیے موزوں ہوتے ہیں۔“

یہ سن کر شیخ سباعی کو جواب دینا پڑا کہ یہ معرکہ جسموں اور پٹھوں کی مضبوطی سے زیادہ شعور، قربانی اور ایمان کی مضبوطی کا ہے اور یہود نے اس لحاظ سے اپنے بہترین لوگوں کو جنگ میں بھیجا ہے۔

اخوانی قیادت نے بالآخر حکومتی نظام سے علیحدہ نظم چلانے کی اجازت مانگی، اجازت تو دے دی گئی مگر ساتھ ہی یہ مژدہ بھی سنایا گیا کہ اپنے ہتھیار کا تم نے اب خود بندوبست کرنا ہے! دکتور سباعی کے مطابق عرب لیگ نے اس کام کے لیے خطیر فنڈ مقرر کیا تھا۔ ہمیں ہتھیار فراہم کرنا ان کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، مگر مقصود چونکہ ہمارا راستہ روکنا تھا، سو ہمیں ہتھیاروں سے لے کر طعام و پوشاک تک سب ضروریات کا انتظام خود ہی کرنا پڑا اور ایسا کرنا ناممکن حد تک مشکل تھا۔ دوسری طرف جو رضاکار فوج کے پاس گئے انہیں ہر ہر چیز انتہائی اعلیٰ قسم کی دی جانے لگی۔

فلسطین میں مجاہدین جنگوں پر جنگیں لڑنے لگے جبکہ عرب لیگ کی جیش الانقاذ اور ان کے تحت رضاکاروں کو شاذ ہی کوئی کارروائی ملتی۔ انہیں ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے باہر کی قیادت سے اجازت لینی ہوتی تھی۔ دوسری طرف مجاہدین کی کارروائیوں کے دوران جہاں بھی کہیں یہودیوں کو سرنڈر ہونا پڑتا تو وہ مجاہدین کی بجائے جیش الانقاذ کے ہاتھ گرفتاری کی شرط رکھتے تھے اور یہ اس لیے کہ اس میں انہیں فائدہ نظر آتا تھا۔

ایک دفعہ شہر قدس میں ایمونیشن کی بہت زیادہ کمی پیدا ہوئی۔ دکتور مصطفیٰ کو گولیاں لینے کے لیے دمشق جانا پڑا، وہاں متعلقہ فوجی جرنیل کے سامنے بیت المقدس کی نازک صورت حال بتا دی اور آنے والے خطرے سے انہیں آگاہ کیا۔ جرنیل نے یہ کہہ کر گولیاں دینے سے انکار کر دیا کہ آپ لوگوں کے ہتھیار جرمنی کے بنے ہوئے ہیں جبکہ ہماری گولیاں برطانوی مارکہ ہیں۔ شیخ مصطفیٰ شام کے صدر صاحب کے پاس گئے، صدرِ جمہوریہ صاحب نے متعلقہ افسر کو گولیاں دینے کا حکم بھیجا۔ افسر نے محض پانچ ہزار گولیاں شیخ کے ہاتھ میں یہ کہہ کر رکھ دیں کہ ہمارے پاس گولیاں کم ہیں مگر چونکہ صدرِ جمہوریہ کی سفارش ہے، اس لیے مجبوراً دے رہا ہوں! شیخ مصطفیٰ نے افسر کو جواباً کہا کہ یہ گولیاں اگر میں مجاہدین میں تقسیم کروں تو فی مجاہد فقط دس گولیاں ہی آئیں گی۔ اس سخت جنگ میں ایک مجاہد ان دس گولیوں کا کیا کرے گا؟

شہر قدس کے سقوط کا خطرہ ایک دفعہ زیادہ ہوا اور نظر آیا کہ ایسا اگر ہوا تو عوام کا بڑا قتل عام ہو گا، سو شیخ مصطفیٰ نے جیش الانقاذ کے وہاں کے ذمہ دار کے ذریعے ایک عرب دارالحکومت فون کرایا، ان کے سامنے صورت حال کی سنگینی رکھ دی، فوری طور پر فوجی مدد بھیجنے کا مطالبہ کیا اور بتایا کہ اگر مدد نہیں آئی تو خواتین و بچوں کا بدترین قتل عام نظر آ رہا ہے۔ قیادت کو غلط فہمی ہوئی اور وہ سمجھے کہ قدس میں لڑنے والے اس کے اپنے فوجی ہیں، اس نے اس افسر کو فوراً حکم دیا، ”أنا آمرك بالإنسحاب وأنتم عندنا أغلى!“ ”میں تم لوگوں کو فوراً نکل آنے کا حکم دیتا ہوں، ہمارے نزدیک تم قیمتی ہو (فلسطینی مسلمان نہیں)!“ یعنی فلسطینی مسلمانوں کو چھوڑو، قتل ہونے دو، بس تم بچ کر آجاؤ!

مجاہدین کم وسائل و تعداد کے باوجود ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ عرب لیگ نے معاہدہ ۱۹۴۹ء کر لیا، جس کے تحت قدس کو جیش الانقاذ کے حوالے کرنے اور مجاہدین کو واپس دمشق کی طرف نکلنے کا حکم دیا گیا۔

دکتور مصطفیٰ سباعی نے کتاب کے آخر میں درج ذیل نکات لکھ کر عرب افواج کے کردار کا خلاصہ لکھ دیا ہے:

اولاً: عرب لیگ کا فلسطین میں فوج بھیجنے کا مقصد فقط اپنی غضب ناک عوام کو ٹھنڈا کرنا تھا۔ ان کا مقصد لڑنا یا فلسطینی عوام و زمین کا دفاع قطعاً نہیں تھا۔

ثانیاً: جیش الِانقاذ کی جس عسکری قیادت نے جنگ میں فوج کی سرپرستی کی، وہ فلسطین کے اندر نہ صرف یہ کہ کسی ایک معرکے میں شریک نہیں ہوئی، بلکہ وہ فلسطین میں سرے سے داخل ہی

نہیں ہوئی، انہیں فلسطینی علاقوں کا علم تک نہیں تھا، وہ اس سارے عرصہ میں اصلاً فلسطین سے باہر عرب زمین پر خیمہ زن رہی اور دمشق اور قاہرہ کے چکر لگاتی رہی۔

ثالثاً: جیش الانقاذ کا بنیادی کام مجاہدین کو ناکام کرنا تھا۔ فلسطینی مجاہدین کے امیر شہید عبد القادر حسینی ؒ نے جیش الانقاذ سے انتہائی سخت وقت میں جا کر ہتھیار مانگے مگر فوج نے انہیں انکار کر دیا۔ شہید عبد القادر ؒ نے اس پر ہمیں مخاطب کر کے کہا تھا: ”میں نے ان سے فقط ایک عدد توپ مانگی، انہوں نے انکار کیا اور ایسی بے کار بندوقیں میرے حوالے کر دیں جنہیں بس جلایا ہی جا سکتا ہے۔“ دکتور مصطفی کے مطابق یہ بندوقیں پہلی جنگ عظیم میں استعمال ہوئی تھیں جو مکمل طور پر خراب تھیں۔ بندوقیں دکھانے کے بعد عبد القادر ؒ نے کہا کہ ”میں اپنی موت تک فلسطین میں لڑوں گا اور دشمن کے لیے اسے تر نوالہ کبھی نہیں بننے دوں گا۔“

عبد القادر نے قاہرہ عرب لیگ کی مرکزی قیادت کے نام پھر خط لکھا۔ آپ ؒ نے اس میں لکھا: ”تم لوگوں نے بیچ جنگ میں میرے مجاہدین کو بغیر مدد اور ہتھیار کے چھوڑا، میں اس کی تمام تر مسؤولیت تمہارے اوپر ڈالتا ہوں۔“ اس خط کے دو دن بعد آپ ؒ شہید ہو گئے جبکہ اس کے بعد دیر یاسین کا سقوط ہوا اور اسرائیل نے وہاں انتہائی بڑا قتل عام کیا۔

’تمہاری افواج‘ ہی تمہاری قاتل ہیں!

شہید سید قطب ؒ نے ۱۹۵۲ء میں بیت المقدس میں منعقد القدس کانفرنس میں شرکت کی تھی، اس میں ان افواج کے متعلق آپ نے فرمایا تھا:

> ”تمہارا خیال ہے کہ یہ عرب افواج اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے لڑیں گی؟ ایسا قطعاً نہیں ہے، یہ تمہارے ہی قتل کے لیے تشکیل دی گئی ہیں، یاد رکھو! یہ یہود پر ایک گولی بھی نہیں چلائیں گی۔“[23]

سید قطب ؒ کی یہ بات حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ ان کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے اور ابھی غزہ کی جنگ نے ایک دفعہ پھر اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ یہ اسرائیل کے خلاف زبانی جمع خرچ، کانفرنسز اور قراردادوں وغیرہ کے ڈرامے تو اچھے کر لیتی ہیں مگر عملاً یہ اسرائیل و مغرب ہی کے مفادات کے تحفظ کا کام کرتی ہیں، ان کی ذمہ داری اپنے عوام کو دبانا اور ریاست اسرائیل کو ان کے ردِّ عمل سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس جنگ میں متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور اردن کی طرف سے دوران جنگ اسرائیل کو سامان اور تیل کی ترسیل جاری رہی۔ اسرائیلی میڈیا[24] خبریں دیتا رہا کہ عرب حکومتیں حماس کو ختم کرنے کی مکمل تائید کرتی ہیں۔[25] جنگ کے سارے عرصے میں مصری فوج نے غزہ کا محاصرہ رکھا۔ مصری وزیر دفاع کو یہ کہتے ہوئے کوئی شرم نہیں آئی کہ سرحد کھولنے، بند کرنے اور اس سے کسی کے آنے جانے کا فیصلہ ہم نہیں، اسرائیلی کرتے ہیں اور وہ ہمیں پھر اطلاع دیتے ہیں۔ یہ دل خراش منظر بھی کیمروں نے محفوظ کیا کہ غزہ سے ایک نوجوان جب مصر کی طرف دیوار پھلانگتا ہے تا کہ بھوک و بمباری سے بچ جائے، تو مصری فوجی اُس پر گالیوں کے ساتھ برستے ہیں اور اسے مار مار کر بے حال کر دیتے ہیں۔[26]

اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے اپنی ڈائری (نشر شدہ کتاب[27]) میں لکھا ہے کہ ۱۹۹۶ء میں اس نے اردن کے شاہ حسین کے ساتھ ملاقات کی، اس میں اس نے اُس سے کہا کہ تمہاری حکومت کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے، اگر تمہیں کسی داخلی یا خارجی خطرے کا سامنا ہوا تو اسرائیلی فوج اردن میں داخل ہو کر تمہاری حکومت بچائے گی۔

اسرائیل کے سامنے ان حکومتوں کے جھکنے کا راز کیا ہے؟ اس کا جواب قطر کے سابق وزیر اعظم حمد بن جاسم نے ۲۰۱۷ء میں اپنے ایک انٹرویو میں بڑا اچھا دیا ہے، اس نے کہا:

> ”ذرا کھل کے بات کروں؟ امریکہ کے ساتھ تعلق رکھنا سب کی خواہش ہے، ہر ایک اس کی کوشش کرتا ہے اور امریکہ نے وائٹ ہاؤس کا دروازہ اسرائیل میں رکھا ہے۔“[28]

یعنی امریکہ تب ہی کسی کو منہ لگاتا ہے اور اس کے لیے اپنا دروازہ کھولتا ہے جب وہ اسرائیل کے آگے جھک جائے۔

یاد رہے کہ امریکہ نے اسرائیل کے قیام سے پہلے بھی عرب دنیا میں باقاعدہ عسکری طور پر قدم رکھنے کی جگہ بنالی تھی۔ ۱۹۴۵ء میں اس نے سعودی عرب کے اندر ذہران کے علاقے میں Dhahan Air Base کے نام سے اپنا فوجی اڈہ قائم کیا تھا۔[29] گویا اسرائیل کے قیام سے پہلے سے امریکہ یہاں عملاً موجود رہا اور پھر یہ اس کی ’محنت‘ کا نتیجہ ہے کہ تمام تر عرب ممالک

---

[23] مجلہ انصار النبی ﷺ مقالہ للاستاذ ابراہیم غوشہ رحمہ اللہ

[24] مثلاً اسرائیلی اخبار Globes اور euro news۔

[25] صدر ٹرمپ کے پچھلے دور سے اب تک سعودیہ کے وزرائے خارجہ نے کئی دفعہ مجاہدین غزہ کو دہشت گرد کہا، ۲۰۱۸ء میں سعودی وزیر خارجہ نے بروسلز میں یورپی یونین کی کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی، نیز ابھی حال ہی میں سعودی شہزادہ ولید بن طلال نے صحافی Tucker Carlson کے ساتھ انٹرویو میں اہم امریکی اقدامات، جو اس نے اٹھائے اور مزید جن کے اٹھانے کا ارادہ ہے کا ذکر کیا، اس کے تحت اس نے کہا کہ امید ہے امریکہ حماس کو مکمل طور پر ختم کر دے گا۔

[26] ۲۰۱۵ میں ہونے والے اس واقعے کی بھی ویڈیو موجود ہے جب ایک ذہنی طور پر معذور نوجوان غزہ کے ساحل پر نہاتے ہوئے مصری سمندری حدود میں داخل ہو جاتا ہے تو مصری فوج گولیوں سے بھون کر اسے شہید کر دیتی ہے۔

[27] A Place Under the Sun: A Memoir

[28] ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۷ء کو الجزیرہ ٹی وی چینل

[29] کتاب Desert Kingdom از Toby Craig Jones

آج اسرائیل کو خطے کا تھانیدار تسلیم کر رہے ہیں اور باہر تو باہر اپنے اپنے ممالک میں بھی اسرائیل کے تجویز کردہ منصوبوں پر عمل کر رہے ہیں۔

گویا ان حکمرانوں کو اسرائیل کے آگے امریکہ نے جھکایا، مگر کس چیز نے انہیں خود امریکہ کا غلام بنایا؟ ان کی اپنی خود غرضی و عیاشی نے انہیں امریکہ کا غلام بنایا۔ اس کی خاطر انہوں نے مقدسات کا سودا کیا اور اسی کے سبب یہ امت کے وسائل لوٹنے میں ان ڈاکوؤں اور چوروں کے سہولت کار بن گئے۔ ٹرمپ آج علی الاعلان کہتا ہے کہ میں نے سعودی بادشاہ سے کہا: شاہ! تمہارے پاس کھربوں ڈالر ہیں، مگر ہم نہ ہوں تو یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ ہماری حفاظت کے بغیر تمہاری حکومت دو ہفتے بھی نہیں چل سکتی۔..... تمہیں ہمارا حصہ دینا ہو گا۔[30]

فلسطین سے باہر فلسطین کی جنگ

ایسے میں یہ سوال کہ اہل غزہ کی نصرت کیوں نہیں ہو سکی، کیوں نہیں ہو رہی، اور آگے بھی اس نصرت کے راستے کیوں مسدود ہیں؟ اس کا جواب اس کے علاوہ کیا ہے کہ اس کا باعث ہمارے ان ممالک / نظاموں کی وہ عشروں پر محیط جنگ ہے جو یہ امریکی سرپرستی میں اسلام و اہل اسلام کے خلاف اپنے ہاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پیمانہ بڑا سادہ اور آسان ہے، جو فوج و نظام اپنی تاریخ میں جتنا امریکہ کا اتحادی رہا، امریکی مفادات کا اس نے اپنے ہاں جتنا دفاع کیا، اس کو راضی رکھنے کے لیے اہل اسلام کے خلاف جتنا لڑے، اُتنا ہی اہل غزہ کو محصور کرنے اور انہیں آج یہودی درندوں کے آگے باندھ کر ڈالنے میں اس کا کردار ہے۔ جنگِ غزہ سات اکتوبر کو شروع ہوئی، جبکہ یہ افواج اپنی زمینوں پر فلسطین کے خلاف اپنی جنگ کئی عشروں سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی بے شرم ہیں وہ لوگ جو ایک طرف 'دہشت گردی' کے خلاف جنگ کے نام پر، اہل اسلام کے خلاف امریکہ کے دل و جان سے اتحادی ہوں، اپنی زمین امریکیوں کے فوجی اڈوں کے لیے پیش کرتے ہوں، اجرتی قاتل بن کر اس سے اربوں ڈالر بٹورتے ہوں،[31] اپنے عقوبت خانوں کو دفاع امت کی خاطر لڑنے والے مجاہدین سے بھرتے ہوں اور اپنے ہر داخلی و خارجی معاملے میں امریکہ کی غلامی کرتے ہوں اور اس کے بعد پھر جب اہل غزہ کا قتل عام ہو تو مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہیں، کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں اور غزہ کے حق میں تقریریں کر کے داد وصول کرتے ہیں۔

ترکی و پاکستان ہو یا عرب کے یہ خلیجی ممالک، ہر جگہ یہی ایک قسم کی دورنگی و چالاکی ہے۔ کیا پاکستانی فوج کی طرف سے امریکہ کی خدمات کوئی ڈھکی چھپی ہیں؟ بہت ہی افسوس کی بات ہو گی کہ ہمارے بعض دینی سیاسی قائدین غزہ کی تباہی پر غم زدہ اور غضبناک ہوں، مگر ساتھ ہی امریکیوں کا دفاع کرنے والی اس فوج کو اپنی فوج بھی کہتے ہوں، امریکہ کو امت کا دشمن بھی قرار دیتے ہوں، اسے برا بھلا کہتے ہوں اور دوسری طرف پھر جو مجاہدین امریکہ کے خلاف لڑنے نکلے تھے، ان کے خلاف پاکستانی فوج کی امریکی جنگ کو جہاد کا نام بھی دیتے ہوں۔

کیا غزہ کی مدد اس طرح ہو پائے گی؟ کیا امریکہ کی غلام امت مسلمہ کی غدار فوج کو اس طرح عذر دے کر ہم اسرائیل کو کبھی کمزور کر لیں گے؟ اہل غزہ کی قربانیوں و صبر و ثابت اور بعد ان کی فتح پر شادیانے بجانا اور ان کی تعریفوں کے پل باندھنا جبکہ اپنے ہاں اہل غزہ کے خلاف جرائم کی مرتکب مجرم فوج کو عزت و تحفظ دینا اور ان کی امریکی سرپرستی میں لڑی جانے والی جنگ کو دین و ملت کے مفاد میں ثابت کرنا، یہ 'کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا' والا رویہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ضروری ہے کہ ان تضادات سے اب ہم باہر نکل آئیں، اپنی تائید و حمایت اور براءت و عداوت کی بنیادیں اب ہم وطنیت اور قومیت کے سیکولر اصولوں کی جگہ اسلامیت کے اصولوں پر استوار کریں اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق انہیں ڈھالیں۔

یہ سوچنا کہ غزہ کی جنگ اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کا معرکہ بس فلسطین میں ہی لڑا جا سکتا ہے جبکہ دور بیٹھ کر یہ ہمارے بس میں نہیں، ایسا سوچنا سادگی نہیں بلکہ امت کے حق میں جرم ہو گا، اس لیے کہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ فلسطین میں یہ اہل غزہ کا معرکہ تب ہی کامیاب ہو گا، جب اس سے باہر ہم اپنی اپنی زمینوں پر، جہاں ہم واقعی کچھ کر سکتے ہیں، اس کو اپنا سمجھیں اور اُن قوتوں کو کمزور کرنے کے لیے متحد ہو جائیں جو اسرائیل کی جان و روح بنی ہوئی ہیں۔ ضروری ہے کہ انگریز کی تشکیل کردہ صہیونی غلام فوج کو اپنا کہنے کی بجائے خود اپنے اسلامی لشکر ہم تشکیل دیں، مساجد و مدارس اور منبر و محراب کو اپنی تحریک کے محور بنائیں اور اپنی زمین پر حزب اللہ بن کر حزب الشیطان، اس صہیونی اتحاد کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔

پس وقت آگیا ہے کہ:

سامنے کھڑے کوہ ہمالیہ جتنے اونچے اور واضح حقائق کو ہم کھلی آنکھوں سے دیکھیں اور ان کی موجودگی کا اعتراف کریں۔ غزہ کی تباہی اور مقدسات پر تسلط کا ذمہ دار صرف اسرائیل نہ تھا اور نہ ہے، اس میں بنیادی و مرکزی کردار جب امریکی اتحاد کا ہے تو ضروری ہے کہ اب ہم چار و ناچار اس حقیقت کو تسلیم کر لیں، اور پھر اس نکتہ پر امت کو متحد و متفق کر لیں کہ امریکہ امت پر مسلط وہ عالمی استعمار ہے کہ جس کو نظر انداز کرنا، خود فریبی ہے، اہل غزہ کے ساتھ زیادتی ہے، ان مظلومین کو اس صہیونی طاقت کے سامنے اکیلے چھوڑنا اور امت مسلمہ کے مصائب اور اس کی غلامی کی رات کو طول دینا ہے۔

یہ حقیقت بھی قبول کرنی چاہیے کہ یہ افواج صہیونی استعمار کے جنود ہیں اور انہیں اپنا سمجھ کر ہم نہ اسرائیل و امریکہ کے قبضے سے امت و اس کے مقدسات چھڑا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے ہاں نفاذِ

---

[30] ویڈیو کلپ جس میں ٹرمپ ایک جلسے سے تقریر کر رہا ہے۔

[31] ۲۰۰۲ سے ۲۰۱۸ تک امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کے زمرے میں ۳۳ ارب ڈالر پاکستان کو عطا کیے، یہ اعلانیہ مد دہے جبکہ غیر اعلانیہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شریعت کی طرف کوئی قدم بڑھا سکتے ہیں۔ جب یہی سچ ہے تو پھر ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا ہماری ایسی کوئی جدوجہد جس میں اُلٹا انہی افواج کو اپنا سمجھا جاتا ہو، انہیں ہٹانے اور ان کی جگہ خوف خدا رکھنے والی مجاہد قوت لانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ ہو، بلکہ جس جدوجہد میں الٹا استعمار کے کھینچے گئے دائروں میں گھومتے رہنے تک ہی ہم محدود ہو جاتے ہوں، کیا ایسی کوشش امت مظلومہ کی کوئی دوا بن سکتی ہے؟ کیا دنیا میں ایسی پر امن اور جمہوری جدوجہد کو کبھی کامیابی ملی ہے؟ ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ ایسے دائروں کو راستے سمجھ لینا جو امریکی رینڈ کارپوریشن کے تیار کردہ و تائید کردہ ہوں، ان پر چل کر ہم چاہیں یا نہ چاہیں صہیونی استعمار کو ہی فائدہ دیں گے اور یہ بالحقیقت آنکھیں بند کر کے ایسا چلنا ہے جس کا خمیازہ پوری امت بھگت رہی ہے۔

آزادیٔ قدس کا راستہ

امریکہ کے خلاف جہاد کے لیے کھڑا ہونا امت کا انتخاب نہیں، بلکہ اس کی مجبوری ہے۔ باقی یہ سوال کہ یہ جہاد ممکن بھی ہے یا نہیں؟ تو واقعہ یہ ہے کہ یہ جہاد مشکل ضرور ہے مگر ناممکن قطعاً نہیں۔ تیس سال قبل محسن امت، شیخ اسامہ بن لادن نے اپنے گھر بار، وطن، مال و اولاد اور ساتھیوں کی قربانی دے کر امریکہ کے خلاف جہاد کی اہمیت و ضرورت امت پر واضح کر دی۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں بالخصوص شیخ ایمن الظواہری نے دلائل کے ساتھ انتہائی تفصیل میں اس کے خلاف جہاد کی ضرورت اور پھر اس کا طریقہ کھول کر بتا دیا۔ اس سارے عرصہ میں کسی ایک واقعے نے بھی ان کی اس دعوت و پکار کو غلط ثابت نہیں کیا۔ یہاں تک کہ غزہ کی اس جنگ نے سانپ کے سر، اس عالمی ناسور کے خلاف اٹھنے اور امت کو اٹھانے کی ضرورت پر مزید مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور یہ دکھا دیا ہے کہ عقل و دلیل کی بنیاد پر امت مسلمہ کو اس ذلت سے نکالنے کے لیے کوئی بھی سوچے گا تو اس کو اس کے خلاف جہاد کے سوا کوئی راہ نہیں ملے گی۔

ایسے میں اس پکار کو اگر ہم فقط اس وجہ سے نظر انداز کر کے اس کی مخالفت شروع کر دیں کہ یہ مشکل ہے، اس پر عمل کی قیمت بڑی ہے تو کیا اس سے ہم حقیقت کو تبدیل کر لیں گے؟ کیا امت مسلمہ کی مشکل آسان ہو جائے گی؟ یا تلخ نوائی معاف، خدانخواستہ ہماری اور امت کی منزل مختلف ہے؟ پھر اگر مشکل و آسان ہی پیمانہ و کسوٹی بن جائے تو اہل غزہ کی پھر ہم کیوں تعریف کریں؟ انہوں نے کیا مشکل و آسانی دیکھ کر طوفان الاقصیٰ کا راستہ چنا؟ اگر ہم کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا اور وہ اس جنگ کے اندر کودنے میں حق بجانب تھے تو ہمارے پاس کیا آج کوئی ایسا راستہ بچا ہے کہ جس پر چل کر ہم فلسطین کی کوئی مدد کر سکیں؟ کیا امریکہ اور اس کے اتحاد کو چھیڑے بغیر، کوئی فرد یہ ثابت کر سکتا ہے کہ آج نہیں تو کل اسرائیل کا وجود ہم ختم کر لیں گے؟

امریکہ ناقابل تسخیر نہیں!

یہ بھی عرض کریں کہ امریکی غلام افواج و نظاموں کے خلاف جہاد اور بذات خود امریکہ کے خلاف یہ جہاد، ایک دوسرے کی ضد اور مخالف قطعاً نہیں ہیں، یہ دونوں متوازی ہیں، بلکہ ایک دوسرے کو مواقع اور تقویت دینے والے ہیں، لہٰذا جہاں کہیں بھی جہاد کی مصلحت ہو، ان غلام نظاموں کے خلاف جہاد کی آگ بھڑکانا ضروری ہے کہ اس کا نتیجہ ان شاء اللہ عالمی استعمار پر عسکری ضربوں اور اقتصادی نقصان کی صورت میں نکلے گا مگر اس سارے میں امریکہ کی اہمیت اور اس کو نقصان پہنچانے کی ضرورت بہر حال نظروں میں رہنا لازمی ہے، کہ یہ حکام و افواج غلام اور آلہ کار ہیں جبکہ امریکہ اسرائیل سمیت ان تمام کو تحفظ و دفاع فراہم کرنے والا ہے، ان نظاموں میں سے کسی ایک کا سقوط بھی، امریکہ کے اس سے پیچھے ہٹنے پر منحصر ہے جس کی حالیہ واقعات میں مثالیں دنیا نے دیکھ بھی لی ہیں۔

امریکہ کی عسکری طاقت اور اس کی وسعت یقیناً بہت زیادہ ہے مگر یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کے اذن سے یہ ناقابل تسخیر قطعاً نہیں ہے! اس کے سالانہ عسکری اخراجات آٹھ سو ارب ڈالر ہیں، جو دنیا کے کل عسکری مصارف کا ۴۱ فی صد ہے، مگر یہ قوت امریکہ کی کمزوری بھی بن سکتی ہے، بالخصوص اس لحاظ سے کہ اس کی یہ طاقت روایتی جنگ (Conventional Warfare) میں تو کارآمد ہے مگر غیر روایتی جنگ (Unconventional Warfare) میں یہ غیر مؤثر ہے، اور مجاہدین کا میدان یہی غیر روایتی جنگ ہے، اسی سے اللہ نے امریکہ کا کبر توڑا ہے، پس اس جہاد کے ذریعہ جب اس کے سیکورٹی مصارف بڑھائے جائیں گے تو اس کا اقتصاد امت کی بیداری اور اس جہاد کے سبب کمزور ہو جائے گا، اور ایسا ہونا ناممکن قطعاً نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نصرت اور امت مسلمہ کے جہاد و ثبات سے یہی ان شاء اللہ ہونا ہے، تو ایسی صورت میں امریکہ کا یہ عسکری حجم اس پر الٹا بوجھ بن جائے گا، یہی ان شاء اللہ اس کے گرنے کا سبب بنے گا اور یہی وہ وقت ہو گا کہ جب اسلامی لشکروں کو بڑھنے سے پھر دنیا کی کوئی قوت نہیں روک پائے گی۔

پس ضروری ہے کہ:

یہ شعور و آگہی ہم پھیلائیں کہ:

- مسجدِ اقصیٰ کو آزاد اور اپنی زمین پر دین اسلام کو غالب کرنے کی سعی فرض عین ہے اور یہ سعی مطلوب صورت میں تب ہی ہو پائے گی جب ہم جہاد فی سبیل اللہ کو اپنے اوپر فرض سمجھیں اور اس کو اپنی تحریکی جدوجہد میں کلیدی اہمیت و فوقیت دیں۔ اگر تو ہماری جدوجہد میں جہاد بمعنی قتال فی سبیل اللہ نہ ہو، اس میں شرکت اور اس کو قوی کرنے کا مقصد نہ ہو، تو یہ امت کی مشکلات حل کرنے کے بجائے، اس کو بڑھا دینے والی ہو گی اور

اللہ کے ہاں فرض عین جہاد چھوڑنے کی جو جو وعیدیں اللہ کی کتاب میں موجود ہیں، العیاذ باللہ ہم پر صادق آسکتی ہیں۔

- امریکی استعمار، عالمی نظام کا امریکہ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار، اسلام و مسلمانوں کے خلاف اس کا کردار، اسرائیل کے دفاع میں اس کی کلیدی اہمیت اور پھر خود ہمارے ہاں دین اسلام کی حاکمیت میں مشکلات، ان افواج و نظام پر امریکہ کا اثر، یہ سمجھنا اور سمجھانا ضروری ہے تاکہ ہم اپنے دشمن کو سمجھیں اور حق و باطل کی اس جنگ میں فکری و عسکری طور پر رُخ بہ منزل مطلوب مقابلہ کریں۔
- امریکی مفادات کے خلاف جہاد کی اہمیت ہم خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں اور جتنا ہم سے ہوسکے اس جہاد میں اپنا حصہ ڈالیں اور یہ کوشش بھی پھر کریں کہ اس جہاد میں اپنے ساتھ امت کے زیادہ سے زیادہ طبقات کو شریک کرلیں۔ امریکہ اس جنگ کو سکیڑنا اور ختم کرنا چاہتا ہے ہم اس کو اس سے کہیں زیادہ پھیلانے والے بن جائیں۔
- اپنے ممالک میں افواج و حکام، اور نظاموں کے مبنی بر باطل ہونے اور امت کو غلام رکھنے میں اس کے خطرناک کردار کو عام کریں، اس کے خلاف جہاد و قتال کی فرضیت شرعی و واقعاتی دلائل کے ذریعے ثابت کریں۔ پھر اس قتال میں، ضروری ہے کہ ایسی تمام تر ظاہری و باطنی غلطیوں سے بچیں کہ جن کی وجہ سے شیطان اکبر کے مفادات کو کسی قسم کا تحفظ پہنچ رہا ہو، یہ امر نظر میں رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ اس شیطان کو اپنے ممالک سے نکالے اور مایوس کیے بغیر ان نظاموں کا گرنا مشکل ہے۔
- مسجدِ اقصیٰ و اہل غزہ کی مدد و نصرت کی یہ جنگ کیسی ہو؟ اس کا اس لحاظ سے شعور پھیلانا ضروری ہے کہ یہ غزہ و فلسطین میں جتنی لڑی جاتی ہے اس کے برابر یہ فلسطین سے باہر لڑنا بھی ضروری ہے اور فلسطینی مجاہدین تب ہی اس میں فتح یاب ہوسکتے ہیں جب فلسطین سے باہر امت کی طرف سے اُس صہیونی شیطان کے خلاف دنیا بھر میں کامیاب جہاد ہو جو اہل غزہ کے خلاف اسرائیل کو کھڑے رکھے ہوئے ہے۔
- یہ جنگ عسکری میدان میں ضروری ہے اور عسکری جنگ سے ہی معاشی و سیاسی نتائج نکلیں گے، مگر یہ عسکری جنگ تب ہی اچھی ہو پائے گی اور نتائج دے گی جب فکر و دعوت کے میدان میں اسے صحیح طرح لڑا جائے، دشمن کی پہچان اور اس کے مکر و فریب، اس کا عالمی نظام اور اس نظام کی دجالی اصطلاحات، نعروں اور سازشوں کی صحیح پہچان، پھر عالمی نظام اور علاقائی نظام کا آپس میں ربط، اس نظام کے معاشی حربے یہ سب ہم جتنا زیادہ امت کے سامنے واضح کریں اسی قدر عسکری، سیاسی اور ثقافتی میدان میں اس کے خلاف مزاحمت بڑھے گی اور ساتھ ہی ساتھ، اس کے نتیجے میں امت کی اپنی داخلی تعمیر و اصلاح میں پیش رفت ہو گی۔

ذکر کردہ باتوں کے متوازی یا اس سے بھی اہم نکتہ یہ ہے کہ:

۱. ہم قوت و ضعف اور فتح و شکست کے امور میں وہ ایمان و یقین اور توکل و بھروسہ کرنے والے بن جائیں جو اللہ کو ہم سے مطلوب ہے، اور وہ یہ کہ ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ فتح و نصرت من جانب اللہ ہوتی ہے، اور ﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾، پس طاقت و قوت کے دنیاوی پیمانے بالکل ایک طرف رکھیں اور یکسو ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ وہ رب اگر ہماری مدد کرے، تو پھر دنیا کی کوئی قوت ہمیں جھکا نہیں سکے گی، ہم کسی کی طاقت سے مغلوب نہیں ہوں گے، لیکن خدانخواستہ اللہ کو ہم نے ناراض کیا تو پھر چاہے بہت کچھ ہمارے پاس ہو تو بھی ہم ناکامی و نامرادی سے نہیں بچیں گے۔

۲. پس قلب و قالب کے ساتھ خود اللہ کے ساتھ ہم جڑ جائیں اور دوسروں کو جوڑنے والے بن جائیں، اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں، اللہ کی نافرمانی کرنے سے بطورِ فرد بھی ہم اللہ کی رحمت و نصرت سے محروم ہوسکتے ہیں اور اس کا وبال پوری کی پوری اجتماعیت اور امت پر بھی پڑ سکتا ہے، لہٰذا غزہ کی نصرت کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے مطیع اور محبوب بننے کی کوشش کریں، اس کے دین کی نصرت کرنے والے بن جائیں، اس میں اپنی شخصی خواہشات و تمناؤں کو اللہ کے محبوب بنانے سے لے کر محبت و نفرت اور دوستی و دشمنی کے پیمانوں تک، یہ سب وہی رکھیں جو اللہ کو مطلوب ہوں، اسی کے تحت پھر جہاد فی سبیل اللہ آتا ہے اور اسی کے تحت امت مسلمہ کے تمام طبقات، مجاہدین و غیر مجاہدین کے ساتھ تعامل بھی آتا ہے، لہٰذا ان سب میں ہم اللہ کو راضی کرنے والے بن جائیں، یہ کریں گے تو اس سے اللہ کی رضا اور پھر اس کی نصرت نصیب ہو گی اور اسی سے اللہ کے اذن سے مسجد اقصیٰ کی مدد پھر ہم کر سکیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

جہاد میں شرعی اصولوں کی پابندی لازمی ہے!

”جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی سربلندی کا ایک اہم فریضہ ہے، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو اور فساد و بغاوت سے پاک ہو۔“

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

(تصریحاتِ قاسمی)

میرے غازیو! تمہیں سلام

ام المجاہدین

سلام ان ماؤں کو جنہوں نے ایسے بیٹے جنے جو دشمنوں کو کھٹکتے ہیں، سلام ان بہنوں اور بیٹیوں کو جنہوں نے اپنے جگر گوشوں کو پیش کیا، اپنے شوہروں کو آگے کیا اور سلام ان بچوں کو، جن کی تکبیر کی گونج سے وادی بھر گئی اور جن کے پتھروں نے دشمنوں کے ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیے، جو پیچھے نہ ہٹے، ڈٹے رہے، جن بچوں اور خواتین نے پتھر مارنے کی پاداش میں جیلیں کاٹیں، سزائیں جھیلیں، راہ خدا میں تکالیف اور غم جھیلتی رہیں لیکن ثابت قدم رہیں، انکو سلام۔ میرے بہادر بیٹوں کو جوانوں کو اور بوڑھوں کو بلکہ پوری قوم کے ہر ہر فرد کو تمہاری ماں کا سلام، پوری امت کا سلام!

تم سب نے نسل در نسل قربانیاں دیں، رب تعالیٰ انہیں قبول فرمائے، قبر اور حشر کی دہشت اور وحشت سے بچوگے یہ ہمارے محمد ﷺ فرما چکے جس کا مفہوم ہے کہ جنہوں نے دنیا میں تلواروں کی جھنکار دیکھی انکے لیے قبر اور حشر کی دہشت اور وحشت نہیں کیونکہ دو خوف اکھٹے نہیں ہو سکتے۔

تم سب ہماری آہوں اور سسکیوں میں ہو، تمہارے غم اور قربانیاں ہمیں زندگی میں جینا اور مرنا سکھا گئے، تم سب سوتے جاگتے ہمارے ساتھ ہو، بظاہر ہم دور ہیں پر تمہارے ساتھ ہیں، دعاؤں میں وفاؤں میں انشا اللہ۔ ہمارے دل تمہارے ساتھ دھڑکتے ہیں، تمہارے آنسو ہماری آنکھوں میں چمکتے ہیں۔ یہ ظاہری دوریاں بظاہر ہیں حقیقتاً نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے ہیں۔

نصر من اللہ و فتح قریب

اس جماعت کی دانشمندی، حق پرستی، توکل علی اللہ اور اخلاص نے آج تمہیں عزت کا تاج پہنچایا، تم متحد ہو کر سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار بن کر پوری قوم ایک جسم کی مانند بن گئے اور اللہ تعالیٰ اپنے اور تمہارے دشمن کو ذلیل و خوار کر گیا، الحمد اللہ!

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ دین پر قائم اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا وہ اپنی مخالفت کرنے والوں یا بے یار و مدد گار چھوڑ دینے والوں کی پرواہ نہیں کرے گا، الا یہ کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی حال پر ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ وہ لوگ کہاں ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”بیت المقدس میں اور اس کے آس پاس۔“

سبحان اللہ و بحمدہ، سبحان اللہ العظیم

دین اسلام کس قدر کامل ہے، تا قیامت کی ساری معلومات بلکہ بعد از قیامت، جنت دوزخ تک کے سارے احوال بہت کھول کر ہمارے رب جلیل نے ہمیں دے دیے ہیں، الحمد اللہ۔

قرآن و سنت تو وہ روشنی ہے، نور ہے جس پر چل کر زمانے کے سارے احوال اور نشانیاں واضح ہوتی چلی جاتی ہیں۔ آج کل فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوا، وہ تاریخ میں تو ثبت ہو گیا اور وہاں یہ حق و باطل کا معرکہ ۷۵ یا زیادہ سالوں سے جاری ہے، کئی نسلیں پل بڑھ کر اسی معرکوں کا حصہ بنتی چلی گئیں، جنہوں نے آنکھ کھولتے ہی یہی کچھ دیکھا، یہ سب کچھ ان کے خون میں شامل ہے۔

> اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ○
>
> (سورۃ الصف:۴)
>
> ”بیشک اللہ ان لوگوں کو پسند رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی دیوار ہیں۔“

دن رات اللہ والے اس سے فریاد کرتے تھے اور کر رہے ہیں کہ اللہ ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمالے، کونسا وہ عمل ہے جس سے ہم یہ درجہ پا جائیں۔ اسکے جواب میں یہ آیت اتری:

> تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○(سورۃ الصف:۱۱)
>
> ”تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ، جہاد کرو اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

اسی آیت کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا۔

دنیا اور آخرت کی سپر پاور صرف اللہ کریم ہی کی ذات مبارک ہے اور سب کو فنا ہونا ہے سوائے اس کی ذات کے۔ جہالت کی زبان میں آج امریکہ اور اسرائیل سپر پاور کہلاتے ہیں، تو یہ سپر پاور ’امریکہ‘ افغانستان سے ایسا بھاگا کے وہ تو صحیح معنوں میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

اور اب اسرائیل کے ساتھ مل کر فلسطین اور اس کے لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ٹھان بیٹھا، جیلیں تو اسرائیل برسوں سے انکے بچوں، بڑوں اور بوڑھوں سے بھر ہی رہا تھا مگر اس بار تو اس نے انہیں صفحۂ ہستی سے ہی مٹانے کے لیے ان کے گھروں سمیت تمام لوگوں کو شہید

کرنے کا منصوبہ بنا کر پوری بستیوں کو ہی ملیامیٹ کر ڈالا۔ بستی کی بستیاں ملبہ کا منظر پیش کر رہی ہیں۔

کیا بچے، کیا بوڑھے، کیا جوان خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، یا تو شہید ہوئے، معذور ہوئے یا قیدی بنے اور جو بچ گئے وہ ڈٹ گئے۔

یہ ایک فولادی قوم ہے، جسے کوئی توڑ نہیں سکا کیونکہ وہ جان گئے کہ جہاد ہی راہ اصلاح ہے، سب سے بڑی عبادت اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ غزوۂ بدر میں ہی اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کفر سے ممتاز کر دیا اور جہاد ہر مسلمان پر فرض ہو گیا، پھر انہیں یہ خوش خبری دے دی کہ بچ گئے تو غازی ہو اور شہادت ملی تو جنت۔

۵۰ ہزار سے زائد لوگ حالیہ بمباری میں شہید ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی شہادتوں کو قبول فرمائیں اور اعلیٰ درجے عطا فرمائیں۔ آمین۔

سچے مومن ہی تو جہاد کو موجب قربت الٰہیہ مان کر اپنی جان اور املاک کو قربان کرنے پر تیار ہوتے ہیں اور آرزومند بھی رہتے ہیں اور بعد میں بچ جانے پر مذموم بھی ہوتے ہیں، اللہ بھی ایسی متقی جماعتوں اور قوم کو بخوبی جانتا ہے، ایسے ہی لوگوں کو ثابت قدمی اور استقلال نصیب کیا جاتا ہے۔ ان کے صبر و شکر نے رب تعالیٰ کو راضی کیا اور جب اسرائیل سے قیدیوں کا تبادلہ شروع ہوا تو ان سب بچوں، بوڑھوں، خواتین اور تمام شہریوں کے لبوں پر، قیدیوں اور بچے بچے کی زبان پر الحمدللہ، وللہ الحمد، لا الہ الا اللہ کے ترانوں کی گونج سے وادی شاداب ہو گئی، بھر گئی۔

انہیں نہ قید کی صعوبتوں کا غم ہوا، نہ بچھڑنے کی شدت کا ملال نظر آیا، بلکہ رب تعالیٰ کا شکر اور شہداء کے لیے دعائیں اور اپنے جوانوں کے ڈٹے رہنے پر شکر اور سجدہ شکر ہی میں سب نظر آئے۔ قابل تعریف اور قابل تقلید ہو تم۔

ان میں سے کسی نے کہا کہ بچے نہ بچے تو بچے پھر مل جائیں گے، گھر نہ بچا تو گھر بھی بن جائے گا، لیکن تم دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دیتے تو عزت نہ بچتی اور الحمدللہ ابھی ہمارے تمہارے سر اونچے ہیں۔ عزت بچ گئی تو ہمارے سر بلند ہیں۔ تم اسلام کے بیٹے ہو۔

دنیا حیران ہے یہ کیسے لوگ ہیں ملبے اور مٹی پر بیٹھے ہیں، نہ گھر رہا نہ در مگر وہ خوش ہیں بہت خوشی کہ یہ مٹی یہ زمین اور بیت المقدس ہمارا ہے، ہمیں کوئی غم نہیں۔ جو لوگ جگہ چھوڑنے پر مجبور کیے گئے وہ بھی میلوں کا پیدل سفر طے کر کے واپس پہنچے اور پہنچ رہے ہیں جن کی تعداد ۵ لاکھ سے زیادہ ہو چکی۔

سورۂ آل عمران کی آیات یاد آئیں اور دل روشن اور آنکھیں چمک اٹھیں:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ○(سورۃ آل عمران: ۱۹۵)

”چنانچہ ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کی (اور کہا) کہ: میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی، اور انھیں ان کے گھروں سے نکالا گیا، اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں، اور جنہوں نے (دین کی خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے، میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کر دوں گا، اور انھیں ضرور بالضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہوگا، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہترین انعام ہے۔“

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (سورۃ آل عمران: ۲۰۰)

”اے ایمان والو! صبر سے کام لو اور (باطل کے سامنے) ثابت قدم رہو اور جہاد کی تیاری رکھو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔“

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ (سورۃ الصف: ۴)

”اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں قتال کریں۔“

حدیث کا مفہوم ہے کہ روز قیامت میدان حشر میں سب لوگ منتظر ہوں گے کہ جنت کا دروازہ کب کھلے گا، اتنے میں ایک بہت بڑا گروہ پھٹے پرانے جوتے اور کپڑوں میں آئے گا نہ سر میں تیل نہ کنگھی، حال سے بے حال ہوں گے، وہ آئیں گے اور جنت کا دروازہ ان کے لیے کھلے گا اور بلا حساب و کتاب وہ سیدھے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ لوگ حیران ہو کر پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے دنیا میں اس حال میں رکھا مگر انہوں نے شکر ادا کیا اور صبر کیا۔ گویا صابرین اور شاکرین کا حساب کتاب ہی نہیں۔

کہیں وہ تم تو نہیں؟

وَّیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا○ (سورۃ الفتح: ۳)

”اور اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے۔“

اسرائیلی وحشیوں اور درندوں کی قید سے نکل آئے ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو خصوصاً ڈھیروں مبارک ہو اور جو باقی قیدی بچ گئے ہیں اور ابھی ظالموں کی قید میں ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ کروا رہے ہیں۔ بس وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو یاد کر لیں، جو سب ظلم سہتے رہے پر احد، احد کہتے نہ تھکے۔

نبی ﷺ کی سنہری باتیں یاد کرو: "اے آلِ یاسر صبر کرو تمہارے لیے جنت ہے۔"

کتنے قیدی رہا ہو رہے ہیں، رب کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے، لبوں پر الحمد للہ، الحمد للہ کا ورد جاری ہے جبکہ ایک قیدی بھائی کہتے ہیں کہ اسرائیلی ہم قیدیوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں، کھانے کو بہت ہی کم دیتے تھے، مریضوں کو دوا اور علاج کی سہولت برائے نام ہے بلکہ ایک قیدی بھائی نے بتایا کہ اس کا آپریشن کرنا پڑا، اسرائیلیوں نے تو بغیر سن کیے بغیر بیہوشی کی دوائی کے یونہی آپریشن کر دیا۔ کیسے پتھر اور سخت دل ہیں یہ یہودی، انہیں کون سی بد دعاؤں، سب ہی چھوٹی ہیں۔ پر خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ کسی کی سماعت گئی، تو کسی کی بصارت گئی، کسی کی کمر ٹوٹی تو کسی کے ہاتھ پاؤں۔ یاالٰہی ہمارے دل ٹھنڈے کر، انہیں دونوں جہاں میں پکڑ اور اپنے عذاب الیم کا مزہ چکھا۔

ایک اور قیدی بھائی رہائی کے بعد بتا رہے تھے کہ میری شادی کو دو ماہ ہوئے تھے ان کے پاس شادی کی انگوٹھی تھی، جسے وہ چھپاتے رہے اور بہت مانگنے پر بھی نہیں دی تو ان کی قید ۲۵ سال سے بڑھا کر ۳۰ سال کر دی۔ اور بھی ایسے بے شمار ہمارے قیدی بھائی اور بیٹے رہائی کے بعد بھی کہتے رہے، ہمارے امیر کا خون ہمارا خون ہے، وہ ہماری زندگی ہیں، ہم اپنے مقصد سے نہ پیچھے ہٹیں گے، نہ رکیں گے، بلکہ ڈٹے رہیں گے، ہماری زندگی اللہ کی رضا پر رہے گی۔ امت کے شیرو! اللہ ثابت قدم رکھے۔ وہ لوگ آگے بتاتے ہیں: "اسرائیلی ہمیں وحشی جانور کہتے ہیں، حالانکہ وہ خود وحشی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے آخر تک کوئی ان سے زیادہ جابر و ظالم نہیں ہو سکتا۔ یہودیوں سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔"

بینجمن نیتن یاہو، جو اسرائیلیوں کا وزیر اعظم ہے، کہتا ہے یہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں۔ وہ قیدی بھائی رہائی کے بعد مندرجہ بالا باتوں کے ساتھ یہ بھی بتا رہے تھے: "وہ ہمیں کبھی بھی نہیں توڑ سکتے ان شاء اللہ، جبکہ وہ ہم پر ہر روز اپنے کتے چھوڑتے تھے، ہم پر تھوکتے تھے، مٹی میں ہمیں پھینک کر گن سے مارتے تھے۔ قیدیوں کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔"

۲۳ سال بعد ایک بھائی رہا ہوئے کہتے ہیں: "فلسطین کی جنگ میں بد ترین ظلم ہوا ہے شاید ایسا کسی جیل میں نہ ہوا ہو۔ ہر وہ ظلم جو کوئی تصور کر سکتا ہو یا نہیں، وہ وہاں اسرائیلی کرتے ہیں۔"

پھر بھی ہمارے شیر مجاہدین یہی کہہ رہے ہیں: "ہم تب تک ٹھیک ہیں جب تک ہمارے فلسطینی بھائی اور سارے لوگ ٹھیک ہیں، فلسطین، غزہ کے لوگ وفادار اور قابل فخر ہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا شہید۔"

آخر میں، وہ قیدی بھائی، رہائی کے بعد کہتے ہیں کہ ہم تمام قیدیوں کا بھی ان کو سلام کہتے ہیں اور تعریف، تحسین پیش کرتے ہیں۔

امت کی گواہیاں بھی تمہارے ساتھ ہیں پیارو۔ تمہارے صبر کا بدلہ ان شاء اللہ جنت اور اللہ کی رضا ہے۔

میرے غیرت مند بیٹو، جیالو اور قابل صد افتخار ماؤں اور بہنو اور بیٹو، خدا تعالیٰ تمہیں استقامت عطا کرے، تمہارے غموں کو خوشیوں میں بدل کر تم سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو جائے۔ بیت المقدس ہمارا ہے، تم شہید ہوئے، ثابت قدم رہے، صابرین و شاکرین میں ملے اور ان شاء اللہ تم نے دین سے، محمد ﷺ سے وفا کی۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوحِ قلم تیرے ہیں

اور کیا چاہیے؟ ہو مبارک تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت تو مشکلات سے گھیری گئی ہے۔

بس پوری امت کو رب تعالیٰ بیدار کر دے، متحد کر دے، کیونکہ بیت المقدس ہم سب کا ہے! دشمنوں کے لیے یہی دعا ہے۔ اللھم زلزل لھم اللھم زلزلھم

ظلم و سربیّت کی جتنی اقسام ہو سکتی ہیں جو سوچی جا سکتی ہیں یا نہیں سوچی جا سکتی ہیں، ان میں سے ہر ہر طرح کے ظلم و ستم ان مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں خواہ وہ مرد ہوں، عورتیں ہوں، بوڑھے ہوں یا بچے۔

ایک اسرائیلی عورت سر پکڑ کر بیٹھی رو رہی تھی کہ یہ زندہ واپس اپنے ملک جا رہے ہیں۔ یقین نہیں آ رہا کہ انسان اتنا سخت دل کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ ظلم کی انتہا تک پہنچ گئے، اس سے زیادہ تم اور کر بھی کیا سکتے ہو؟ جہنم کی آگ میں تو تم نے ہمیشہ ہی جلنا ہے پر اے اللہ انہیں اتنی زیادہ ڈھیل نہ دیں۔ وہ سمجھتے ہیں جیسے زندگی اور موت ان کے ہی ہاتھوں میں ہیں۔

یاالٰہی تیرا کلمہ پڑھنے والے ان ذلیلوں اور درندوں کے ہاتھوں اتنے شدید ظلم و ستم کا شکار نہ بنیں۔ میرے رب اس جنگ کی بساط انہیں پر الٹ دیں۔ آگ کے فرشتے بھیج جو چن چن کر ایک ایک کو آگ اسی دنیا میں لگا دیں، جو بجھائے نہ بجھے، جہنم میں جانے سے پہلے ان کے لیے دنیا جہنم بنا دے۔

میرے مولا، ربی یوں ظالموں کو ڈھیل نہ دے۔ کیا بے رحم اور سخت دل ایسے ہی ہوتے ہیں؟ انہیں دنیا میں بھی پکڑ اور تمام معصوم بچوں، عورتوں، میرے بیٹوں اور بزرگوں کا بدلہ لے۔ یا قہار، یا جبار، یا قہار!

یا الٰہی تو غیب سے ہمارے قیدیوں کی مدد فرما، معصوموں کی فریادیں سن۔ وہ سفاک ہمارے بھائیوں اور بیٹوں کے حلق کے اندر لوہے کے پائپ یا راڈ ڈال کر ان کی سانسیں بند کرنا چاہتا ہے، ساتھ ہی اپنے بوٹوں سے اس کے سینے پر کود رہا تھا کہ وہ مر جائے۔ الٰہی موت اور زندگی تو صرف آپکے ہاتھوں میں ہے، یہی ہمارا عقیدہ ہے اور تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔ مالک ہر خیر اور شر تیرے ہاتھ میں ہے، یہ یہود و نصاریٰ ہوتے کون ہیں کسی کو نفع نقصان اور زندگی یا موت دینے والے ان کی حیثیت ہی کیا ہے؟ الٰہی انہیں ملیامیٹ کر دیں۔ چن چن کر ایک ایک کو دونوں جہاں میں عبرت کی تصویر بنا کر ان کا غرور خاک میں ملا دیں۔ یہ ایسے بلبلاتے پھریں کہ یہ موت مانگیں اور انہیں موت نہ ملے۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور سسک سسک کر انہیں عبرت کا نشان بنا کر زندہ رکھ۔

انہیں کیسی بد دعاؤں کہ دل ٹھنڈا ہو۔ الٰہی وہاں کے لاکھوں شہدا کا بدلہ لیں، ان سفاکوں اور درندوں سے جو خود کو خدا سمجھنے لگے ہیں، اے دکھی اور ٹوٹے دلوں میں رہنے والے!

میرے غزہ، میرے فلسطین کے ایک ایک فرد کا توان کے دشمنوں سے، اِس جہاں میں بھی بدلہ لے اور اپنے غضب اور عذاب کا کوڑا اُس جہاں میں بھی برسا۔ یارب اتنی ڈھیل انہیں نہ دے، اسی دنیا میں تو ان کے بھی ہر فرد کو اپنے غصے اور عذاب میں پکڑ لے تاکہ ہمارے دل کچھ تو ٹھنڈے ہوں۔

وہ تیرے دشمن ہیں، تیرے رسول محمد ﷺ کے، تیرے دین کے، اس پر چلنے والوں کے اور تیرا کلمہ پڑھنے والوں کے بدترین دشمن ہیں۔

آپ کا فرمان سچ کے سوا کچھ نہیں، تبھی آپ نے فرمایا:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ (سورۃ المائدۃ: ۸۲)

”آپ لوگوں میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں کو پائیں گے۔“

یا ارحم الراحمین!

امت مسلمہ کو جگا دے، ان کی غیرت دینی کہاں ہے؟ کیوں فانی اور دھوکے کی دنیا پر یہ مرتے ہیں؟ اپنی مسلمان بہنوں اور ماؤں کی چیخیں انہیں سنائی نہیں دے رہیں؟ معصوم اور مظلوم بچوں کے لئے کیوں نہیں کھڑے ہوتے؟ انہیں غیرت دے میرے مولا! انہیں اپنے مجاہدین کے لیے کھڑا کر، کھری نیت کے ساتھ۔ کیوں وہ بے حس ہو گئے ہیں؟ حقیر دنیا پر مرے مٹے جاتے ہیں، ان کے غافل اور سوئے دلوں کو جگا دے میرے مولا! کوئی تو عمر رضی اللہ عنہ اور صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ پیدا کر دے۔ انہیں دنیا میں آنے کا مقصد بتا، معیارِ زندگی بلند کرنا اور پیسے کے پیچھے جینا مرنا، عیش میں رہنا زندگی نہیں، دینی غیرت کی خاطر جینا مرنا سکھا۔

اے زمین و آسمان کے بادشاہ، شہنشاہ، حاکم! تیرا نام لینے والے جاگ جائیں، اپنا تن، من، دھن لٹا دینے والا انہیں بنا دے، کامیاب تو وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اپنا سب کچھ حتیٰ کہ جان بھی قربان کر دینا اپنے لیے سعادتِ عظیم سمجھتے رہے، اور رب تعالیٰ نے انہیں اعلیٰ ترین مقامِ شہدا، صدیقین اور صالحین دینے کا وعدہ کیا ہے، ہاں شرط یہ ہے کہ نیت صرف اپنے رب کے دین کو نافذ کرنا اور اس کو سربلند کرنا ہو ورنہ بہادر کہلانے کی خاطر یا وطن کی خاطر لڑنا جہنم میں لے جانے کا سبب بن سکتا ہے، سب سے زیادہ عظمت والے دین اسلام پر کٹ مرنا، خون بہانا ہی رب تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

پیارے اللہ ایسی نسلیں ہوں ہماری جو آپ کے لیے کٹ مرنا سب سے بڑی سعادت سمجھیں۔

الٰہی مجھے، میری بیٹیوں اور خواتین کو خولہ بنت ازور بنا دے، ہمارے بچے بھی معاذ اور معوذ بن جائیں، جو اس وحشی دشمن کو جہنم واصل کریں۔ ہمیں بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنا دیں کہ ہم ان ظالموں کا سر کاٹ کر ان کی ہی طرف پھینک دیں۔

یہی التجا ہے یارب!

☆☆☆☆☆

آپ نے اپنے بچوں کی تھوڑی سی خوشی کے لیے جو انہیں خرید کر دیا
اِسرائیل نے اس کی کمائی سے معصوم فلسطینی بچوں کا قتلِ عام کیا!
صیہونی مصنوعات کا......
#بائیکاٹ_کیجیے!

غزہ کی موجودہ صورتحال اور مستقبل کے خدشات

شاہین صدیقی

پچھلے پندرہ مہینوں میں غزہ میں دنیا نے ایسے ایسے دل سوز مناظر دیکھے کہ زمین کانپ اٹھے اور آسمان پھٹ جائے، لیکن آفرین ہے فلسطین کے بہادر اور جری، باہمت اور پر عزم مسلمانوں پر کہ انہوں نے استقامت، سرفروشی اور بہادری کی ایسی مثال پیش کی کہ مشرق و مغرب کے انسانوں کو حیران کر دیا۔ جس طرح ان کے قائدین نے عام مجاہدین کے ساتھ مل کر صفِ اوّل میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا، اسباب کی قلت کے باوجود بہترین حکمتِ عملی اور اقبال کے شاہین کے مصداق 'جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا' کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی مدد و نصرت سے صہیونیوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

وہ دہشت گرد اسرائیل جس نے ۸ اکتوبر سے حماس کو ختم کرنے کے دعوے کے ساتھ جنگ شروع کی، غزہ کا محاصرہ کر کے، ہر طرح کی رسد بند کر کے، پندرہ ماہ تک ہر طرح کے جنگی جرائم کا ارتکاب کیا، لیکن بالآخر اسی حماس سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم کو تمام تر طاقت کے باوجود پوری دنیا کے سامنے ذلیل و رسوا کیا۔

جنگ بندی شروع ہوتے ہی حماس نے بھرپور انداز میں پاور شو کیا اور پورے جاہ و جلال کے ساتھ غزہ کی سڑکوں پر دوبارہ نمودار ہو گئے۔ غزہ کے لوگوں کی خوشی دیدنی تھی اور ان کے نعروں نے دشمن کو یہ پیغام دیا کہ فلسطینی مسلمان صہیونی قابضین سے اپنی زمین واپس لینے اور قبلۂ اوّل کے تقدس کو بحال کرنے تک ہار نہیں مانیں گے۔ حالانکہ اس پوری جنگ میں حماس نے بہت سے قائدین کی قربانی دی لیکن جس منظم انداز میں حماس اس وقت ابھری ہے اس نے مغربی دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ حماس نے قیدیوں کے تبادلے میں جس منظم انداز میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا، اس نے دشمن کو پیغام دیا کہ حماس ایک نظریے کا نام ہے جو ہر فلسطینی کے دل میں بستی ہے اور اسے ختم کرنا ممکن ہے۔

جنگ بندی معاہدہ

غزہ جنگ بندی معاہدہ، جس میں قطر، مصر اور امریکہ نے ثالث کا کردار ادا کیا، تین مراحل پر مشتمل تھا۔

پہلا مرحلہ

- معاہدے کے مطابق ۱۹ جنوری ۲۰۲۵ء سے شروع ہونے والا پہلا مرحلہ چھ ہفتوں پر مشتمل تھا۔ اس میں قابض صہیونی ریاست کی طرف سے مکمل جنگ بندی طے تھی اور اس مرحلے میں غزہ کی آبادی واپس اپنے گھروں کو لوٹ گئی، خصوصاً شمالی غزہ کی آبادی۔
- اسرائیلی قیدی جنہیں ۷ اکتوبر ۲۰۲۳ء کے حملے میں حماس نے قیدی بنایا، ان میں سے ۱۳۳ افراد کو اسرائیلی جیلوں میں موجود فلسطینیوں کی ایک بڑی تعداد کے تبادلے میں رہا کیا گیا۔ یہ ۱۳۳ افراد عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں پر مشتمل ہیں۔
- غزہ کے اندر، خصوصاً شمال، جو غذائی اور ادویات کی قلت کے باعث قحط اور ایمرجنسی صورتحال کا شکار ہے، یومیہ چھ سو امدادی ٹرک آنے کی اجازت طے ہوئی جس میں غذائی و طبی ساز و سامان، خیمے، ایندھن اور ملبہ اٹھانے والی بھاری مشینری شامل تھے لیکن اس پر مکمل طور پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

دوسرا مرحلہ

پہلے مرحلے کے شروع ہونے کے سولہویں دن دوسرے مرحلے کو حتمی شکل دینے کے لیے مذاکرات کا آغاز کیا جانا تھا۔ دوسرے مرحلے سے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ باقی ماندہ اسرائیلی قیدی ہزاروں فلسطینی قیدیوں کے تبادلے میں رہا کیے جائیں گے، اور اس مرحلے میں اسرائیلی قابض فوج غزہ کی سرزمین سے نکل جائے گی اور مزید امدادی سامان غزہ میں پہنچایا جائے گا۔

تیسرا مرحلہ

تیسرا مرحلہ فلسطین کی تعمیرِ نو کے منصوبوں کو حتمی شکل دینے اور ان پر عمل درآمد کرنے سے متعلق تھا۔

لیکن جیسا کہ توقع کی جا رہی تھی اور اسرائیل کی بدنیتی بھی واضح نظر آ رہی تھی یہ معاہدہ پہلے مرحلے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اور پہلے مرحلے کے اختتام پر مقبوضہ صہیونی ریاست نے ٹرمپ کی شہ پر دوسرے مرحلے کی طرف پیش قدمی سے انکار کر دیا۔ اور حماس پر، قیدیوں کو رہا کروانے کے لیے، دباؤ ڈالنے کے لئے غزہ میں آنے والی امداد مکمل طور پر روک لی۔

نیتن یاہو کا دورۂ امریکہ اور ٹرمپ کی ہرزہ سرائی

شکست خوردہ نیتن یاہو، پندرہ ماہ مسلط کردہ جنگ کے بعد بھی جنگ کا کوئی ایک ہدف بھی حاصل نہ کر پایا، جبکہ غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس جنگ میں چھ ہزار صہیونی قابض فوجی جہنم واصل ہوئے اور ہزاروں معذور ہو کر غزہ سے نکلے، جبکہ نا صرف ان کی بزدل فوج کا مورال گرا بلکہ فوجیوں کے اندر خودکشیوں کی شرح میں بہت اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ دورانِ جنگ

ایک غیر سرکاری تحقیق کے مطابق پانچ لاکھ اسرائیلی فوجی اور شہری 'پی ٹی ایس ڈی' کا شکار ہوئے۔

قیدیوں کے لواحقین کے پرزور دباؤ اور فوج کی حالت دیکھ کر نیتن یاہو سیز فائر کے لیے راضی تو ہو گیا لیکن اس کی نیت اس جنگ بندی کو زیادہ عرصے جاری رکھنے کی نہیں، جیسا کہ نیتن یاہو کی کابینہ کے وزراء بار بار اس بات کو دہرا رہے ہیں کہ جنگ بندی پہلے مرحلے سے آگے نہیں بڑھے گی، اور اس جنگ بندی کا بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ اسرائیلی قیدیوں کو واپس لانا ہے، تاکہ اندرونی طور پر دباؤ کچھ کم ہو سکے۔

فروری کے شروع میں نیتن یاہو کے دورۂ امریکہ کے موقع پر ٹرمپ نے اپنی طاقت کے زعم میں غزہ پر قبضہ کر کے وہاں کے لوگوں کو فلسطین سے جبری بے دخل کرنے کے ایسے منصوبے کا اعلان کیا کہ اقوام عالم بھی ششدر رہ گئیں۔ ٹرمپ کے اس جارحانہ، ناقابل قبول، ناقابلِ عمل اور ماوراء العقل منصوبے کے مطابق غزہ کی پٹی سے غزہ کے شہریوں کو زبردستی بے دخل کر دیا جائے کیونکہ ٹرمپ کے مطابق غزہ رہنے کے قابل نہیں اور امریکہ اس کو لیول کر کے رہنے کے قابل بنائے گا۔ ساتھ ہی ٹرمپ نے اردن، مصر اور دیگر عرب ممالک پر زور دیا کہ وہ غزہ کے شہریوں کو اپنے ملک میں آباد کریں تاکہ ٹرمپ غزہ کی تعمیر نو کر کے اسے 'رِاویرا آف مڈل ایسٹ'[۳۲] (Riviera of Middle East) بنا دے۔

ٹرمپ کا مقصد فرینچ رِاویرا کے طرز پر غزہ کو ایک عالی شان سیاحتی مقام میں تبدیل کرنا ہے جہاں دنیا کے امیر ترین لوگ سیر و سیاحت اور عیاشی کے لیے آئیں۔

ٹرمپ ابھی حال ہی میں دوبارہ صدر بنا ہے اور خود کو دنیا کا سب سے طاقتور انسان سمجھتا ہے۔ شاید بہت سوں کے نزدیک ایسا ہو بھی، لیکن اب دنیا یک قطبی (یونی پولر) نہیں رہی۔ دنیاوی اعتبار سے دیکھا جائے تو امریکہ کے مقابلے میں چین ایک بہت بڑی طاقت کی صورت میں کھڑا ہے اور ہر سطح پر خصوصاً معاشی اور تجارتی سطح پر امریکہ کے مدمقابل آگیا ہے۔ ٹرمپ کا یہ زعم اس کے پچھلے دورِ صدارت میں بھی دیکھنے میں آیا تھا۔ تب بھی اس نے افغانستان کے حوالے سے خوب ڈینگیں ماریں اور بلند و بانگ دعوے کیے لیکن اپنے دورِ صدارت کے آخر میں خود ہی اس نے افغانستان سے دم دبا کر بھاگنے میں عافیت جانی۔ بالکل اسی طرح ان شاء اللہ ٹرمپ کا یہ منصوبہ ایک ناقابل عمل اور مضحکہ خیز خیال ثابت ہو گا۔ جن فلسطینیوں نے ڈیڑھ سال مسلسل امریکی بموں کی گھن گرج، بھوک و پیاس اور بنیادی ضروریات کے بغیر صبر سے گزارے لیکن ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آئی، وہ اپنا حقیقی وطن کبھی نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ۔ ایک نکبہ سے وہ سبق سیکھ چکے ہیں، دوسرا نکبہ دہرانے نہیں دیں گے۔

ٹرمپ کے اس منصوبے کو سراہتے ہوئے اسرائیل نے جنگ بندی کے پہلے مرحلے کے اختتام پر دوسرے مرحلے کے لیے مذاکرات شروع کرنے کے بجائے پہلے مرحلے کی عارضی توسیع کا یک طرفہ اعلان کیا۔ ساتھ ہی حماس کو دھمکیاں دیں کہ اسی پہلے مرحلے میں تمام اسرائیلی قیدیوں کو یک بارگی رہا کر دیا جائے ورنہ جنگ دوبارہ شروع کر دی جائے گی۔ دراصل اسرائیل اور امریکہ چاہتے ہیں کہ اپنے قیدیوں کو مکمل جنگ بندی کے بغیر ہی آزاد کروالیں تاکہ دوبارہ اہلیانِ غزہ پر جنگ مسلط کر کے انہیں انکی سرزمین سے بزور بے دخل کر دیا جائے اس سلسلے میں امریکہ نے ۱۲ بلین ڈالر کے ہتھیار اسرائیل کو سپلائی کرنے کی منظوری دی ہے۔

حماس نے اس اقدام کی شدید مخالفت کی اور یہ واضح کیا کہ اسرائیلی قیدیوں کی رہائی صرف جنگ بندی معاہدے پر عمل درآمد کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ اس سلسلے میں نیتن یاہو اور ٹرمپ نے باری باری حماس اور اہلیانِ غزہ کو دھمکیاں دینے کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے۔

مصر کا تجویز کردہ پلان

ٹرمپ کی اس بھونڈی تجویز نے نہ صرف غزہ کے مکینوں بلکہ خطے کے ممالک میں بھی ہلچل مچا دی اور سب نے ٹرمپ کی اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ بعض تجزیہ نگاروں کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ ٹرمپ کا غزہ پلان دراصل غزہ کی تعمیر نو کو عرب ممالک کے ذمہ ڈالنا تھا۔ تاکہ امریکہ کو یہاں اربوں ڈالر خرچ نہ کرنے پڑیں اور اگر یہ تجزیہ درست ہے تو ٹرمپ اس مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا کیونکہ اس کے نتیجے میں عرب ممالک فوراً متحرک ہو گئے۔

عرب لیگ کے اجلاس بلائے گئے اور ٹرمپ کی تجویز کے مدمقابل ۴ مارچ کو ہونے والے اجلاس میں مصر نے غزہ کی تعمیر نو سے متعلق اپنا ترتیب دیا ہوا لائحہ عمل پیش کیا۔ جس کو تمام عرب ممالک نے متفقہ طور پر منظور کیا۔

مصر کے صدر السیسی نے، جنگ بندی کے بعد غزہ کی تعمیر نو کی لیے، ۵۳ بلین ڈالر کا منصوبہ پیش کیا ہے، جو تین مراحل پر مشتمل ہے۔ لیکن اس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حماس کو غزہ کے حکومتی اور انتظامی نظام سے بالکل بے دخل کر دیا جائے اور وہاں کا انتظام فلسطینی اتھارٹی کے ٹیکنو کریٹس کے ہاتھ میں ہو۔ اس حوالے سے حماس کی قیادت نے بھی اعلان کیا ہے کہ وہ غزہ کی تعمیر نو اور اہلیانِ غزہ کی سلامتی کے لیے حکومت سے سبکدوش ہونے پر راضی ہیں۔

اس منصوبے کے مطابق اقوام متحدہ اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور عرب ممالک کی امداد کے ذریعے غزہ میں پہلے مرحلے میں ملبہ اٹھایا جائے گا، ساتھ ہی لاکھوں موبائل گھروں میں وہاں کے

---

[۳۲] رِاویرا (Riviera) کی اصطلاح فرانس اور اٹلی کے بعض ساحلی سیاحتی مقامات کے لیے استعمال ہوتی ہے جہاں ریزورٹس، کسینوز (قمار خانے)، اور سیاحوں کی عیاشی کے لیے قحبہ خانے موجود ہوتے ہیں۔

رہائشیوں کو منتقل کیا جائے گا اور پانی، بجلی اور گیس جیسی بنیادی سہولیات مہیا کی جائیں گی۔ چھ ماہ کے اندر دولاکھ گھر تعمیر کیے جائیں گے اور ساٹھ ہزار عمارتیں مرمت کی جائیں گی۔

دوسرا مرحلے میں بیس بلین ڈالر کی مالیت درکار ہوگی جس میں مزید اداروں، گھروں، سڑکوں کی تعمیر اور بنیادی سہولیات کی باقاعدہ فراہمی شامل ہوگی۔ دوسرا مرحلہ ۳۰ مہینوں (ڈھائی سال) پر محیط ہوسکتا ہے، اس کا دارومدار مالی وسائل اور کام کی رفتار پر ہوگا۔

تیسرے مرحلے میں وہاں باقاعدہ حکومتی نظام قائم کیا جائے گا۔

مغربی کنارے کے کشیدہ ہوتے حالات

غربِ اردن کا فلسطینی علاقہ جو مغربی کنارہ یا ویسٹ بینک کہلاتا ہے، باقی ماندہ فلسطین پر صہیونیوں کے قبضے کے بعد فلسطینیوں کے پاس غزہ کے علاوہ بچا ہوا دوسرا علاقہ ہے جس کا غزہ کے ساتھ کوئی زمینی ربط موجود نہیں، اور جہاں غزہ ہی کی طرح ایک بہت بڑی آبادی مہاجر کیمپوں میں آباد ہے۔ یوں تو سات اکتوبر ۲۰۲۳ء کے حملوں کے بعد صہیونی قابضین نے مغربی کنارے پر بھی اپنی دراندازی شروع کر دی تھی لیکن غزہ میں جنگ بندی شروع ہوتے ہی اسرائیل نے تباہی و بربادی کا وہی فارمولا مغربی کنارے پر بھی لاگو کر دیا۔ وہاں بڑے پیمانے پر آپریشنز شروع کر دیے اور نا صرف آئے روز بڑی تعداد میں لوگوں کو گرفتار کیا جارہا ہے بلکہ الجزیرہ کے مطابق اب تک چالیس ہزار لوگوں کو بے گھر کر کے ان کے گھر یا تو بمباری سے تباہ کر دیے ہیں یا بلڈوز۔ طولکرم کے مہاجر کیمپ کی ہی ۸۵ فیصد مہاجر آبادی کو بے گھر کر دیا گیا ہے، جبکہ وہاں مجاہدین سے بھی جگہ جگہ جھڑپیں جاری ہیں۔ وہاں جاری اسرائیلی دہشت گردی کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قریب بیس سال بعد صہیونی فوجوں نے وہاں ٹینکوں سے چڑھائی کی ہے۔

غزہ کے حالات کے ساتھ ساتھ مغربی کنارے کے حالات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جہاں صہیونیوں نے نہ صرف آپریشنز کے نام پر تباہی مچا رکھی ہے بلکہ صہیونی آبادکاروں کو بھی نیتن یاہو کی حکومت نے فری ہینڈ دے رکھا ہے اور وہ تیزی سے فلسطینیوں کی املاک اور گھر بار ہتھیا رہے ہیں۔ صہیونی طاقتیں تیزی سے فلسطینیوں کو فلسطین سے بے دخل کرنے اور نسل کشی کرنے کی طرف بڑھ رہی ہیں جبکہ مسلم حکمران اس سب صورتحال پر بھی خاموش ہیں۔

ماہِ رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی صہیونی دہشت گردوں نے وہاں کی مساجد پر حملے شروع کر دیے۔ الجزیرۃ کے مطابق رمضان المبارک میں اب تک آٹھ مساجد پر حملے کیے جا چکے ہیں جہاں مسلمانوں کو نماز سے روکا گیا جبکہ کچھ مساجد کو آگ لگا دی گئی۔ سب سے اہم بات یہ کہ رمضان المبارک شروع ہوتے ہی قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ میں داخلے کے لیے صرف ۵۵ سال سے اوپر عمر کے مردوں اور ۵۰ سال سے اوپر عمر کی خواتین کو رسائی دی گئی جبکہ مسجد اقصیٰ کمپاؤنڈ میں موجود مسجد ابراہیمی میں نماز کی ادائیگی سے روک دیا گیا جو کہ بیت المقدس کے حوالے سے 'سٹیٹس کو' معاہدے کی صریح خلاف ورزی ہے۔

تازہ صورتحال

غزہ اور باقی فلسطین کی صورتحال بہت مخدوش اور غیر یقینی ہے جو دن بدن تیزی سے تبدیل بھی ہورہی ہے۔ جنگ بندی میں بھی اسرائیل کی طرف سے مسلسل خلاف ورزیاں جاری ہیں۔ غزہ کے حکومتی اعداد و شمار کے مطابق اب تک غاصب اسرائیلی فوج نے ۹۶۲ بڑی خلاف ورزیاں کی ہیں جن میں ۹۸۱افراد کو شہید اور ۴۹۰ کو زخمی کیا اور دوبارہ امدادی ٹرکوں کا غزہ میں داخلہ روک دیا گیا۔ آئے روز کسی بھی شہری کو ہراساں کیا جاتا ہے اور کسی بھی شہری کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ اسرائیلی جیلوں میں ہزاروں بے گناہ فلسطینی قید ہیں جنہیں اذیت ناک تشدد کا شکار کیا جاتا ہے۔

ماہ رمضان المبارک شروع ہوتے ہی نیتن یاہو نے فلسطین میں داخل ہونے والی بین الاقوامی امداد اور بنیادی ضروریات کا داخلہ مکمل طور پر روک دیا۔ جس کی وجہ سے خوراک، ادویات اور بنیادی وسائل کی پہلے سے ہی کمی کا شکار اہلیانِ غزہ میں بہت پریشانی اور بے چینی بڑھ گئی ہے۔

اسرائیل نے یہ حرکت ٹرمپ کے پلان کو آگے بڑھانے کے نقطہ نظر سے کی ہے اور اسے ٹرمپ کی مکمل آشیرباد حاصل ہے۔ مزید ساتھ دینے کے لیے ٹرمپ نے اپنی سوشل میڈیا پوسٹ میں نہ صرف حماس بلکہ اہلیان غزہ کو بھی دھمکی دی ہے کہ اگر اسرائیلی قیدیوں کو رہا نہ کیا گیا تو انہیں بہت خوفناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

غزہ پر جاری ظلم اور مقبوضہ فلسطین میں آپریشن کے نام پر لوگوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر کے ان کی املاک تباہ کر دینا، شام اور لبنان میں بڑھتا ہوا قبضہ، ناجائز ریاست کے 'گریٹر اسرائیل' کے خواب کی تکمیل کے لیے کیے جانے والے اقدامات ہیں اور اللہ نے اب تک صرف فلسطین کے غیور مسلمانوں کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ تن تنہا غاصب صہیونیوں کا مقابلہ کر کے جرأت و بہادری کی مثال قائم کر رہے ہیں، جبکہ امت مسلمہ کو اپنے ہی جھمیلوں سے فرصت نہیں اور ان کے منافق حکمران اپنی کرسیاں اور اپنی گردنیں بچانے کی فکر میں ہیں۔ ایسے میں پوری دنیا کی جہادی تحریکات کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیت المقدس کی سلامتی اور فلسطینی بھائیوں کی آزادی کے لیے بڑے اقدام کریں۔ کیونکہ یہی واحد طبقہ ہے جس سے کوئی امید وابستہ کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

غیر یہودیوں کو جکڑنے والے اسرائیلی قوانین

وسعت اللہ خان

مغرب اسرائیل کی اندھا دھند حمایت میں جو بیسیوں منطقیں جھاڑتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسرائیل عرب آمریتوں کے سمندر میں جمہوریت کا سرسبز جزیرہ ہے، وہاں نہ کوئی بادشاہ ہے نہ سول و فوجی ڈکٹیٹر، تبدیلی ہمیشہ ووٹ کے ذریعے آتی ہے، اگرچہ آئینی لحاظ سے اسرائیل ایک یہودی وطن ہے مگر اس کی حدود میں جو انیس فیصد عرب رہتے ہیں وہ بھی پارلیمانی سیاست میں حصہ لیتے ہیں اور پارلیمنٹ میں ان جماعتوں کا ایک اتحاد ”عرب بلاک“ کے نام سے موجود ہے۔

جہاں تک مقبوضہ مغربی کنارے کا معاملہ ہے تو وہ چونکہ اسرائیل کا باقاعدہ حصہ نہیں اس لیے وہاں کی آبادی پر فوجی قوانین اور اسی مقبوضہ علاقے میں قائم یہودی آبادکار بستیوں پر سویلین قوانین لاگو ہیں۔ اگر اس تضاد کے بارے میں جرح کی جائے تو مغربی دانش آئیں بائیں شائیں چونکہ چنانچہ پر اتر آتی ہے۔

لیکن جو عرب اسرائیلی برابر کے شہری بتائے جاتے ہیں کیا انہیں وہی مساوی حقوق حاصل ہیں جو اسرائیل کے کسی بھی یہودی باشندے کو؟

[یہاں میں بار بار ”عرب اسرائیلی“ کی اصطلاح یوں استعمال کر رہا ہوں کیونکہ اسرائیل کے قوانین میں مملکتِ اسرائیل اور جوڈیا سماریا (مغربی کنارہ) کا تو تذکرہ ہے مگر فلسطین یا فلسطینیوں کا کوئی وجود نہیں]۔ ریاستی صہیونی آئیڈیالوجی کے مطابق جب سو سوا سو برس پہلے یہودیوں کی اپنے ”اجدادی وطن“ واپسی شروع ہوئی تو یہاں چند عرب خانہ بدوش قبیلوں کے کوئی نہیں تھا۔ ویسے بھی صہیونیت کے باوا آدم تھیوڈور ہرزل کے بقول ”ایک غیر آباد سرزمین ایک بے سرزمین قوم (یہودی) کی ملکیت ہے“۔

اسرائیلی قیادت فلسطینیوں کو سینہ ٹھونک کر نیم انسان اور دو ٹانگوں پر چلنے والا چوپایہ کہتی ہے۔ البتہ اسرائیل کو کوئی مغربی سامراج کی ناجائز اولاد کہہ دے تو پھر یہود دشمنی کا ماتم شروع ہو جاتا ہے۔

اس تناظر میں اسرائیل میں نافذ کچھ قوانین کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ یہ ریاست کس قدر جمہوری، غیر نسل پرست اور انسانیت دوست ہے۔

برطانوی تسلط کے دور (۱۹۱۷ تا ۴۸ء) کے کئی قوانین اسرائیل نے جوں کے توں اٹھا لیے۔ جیسے ۱۹۳۹ء کا یہ قانون کہ ”دشمن ممالک سے تجارت یا سفری تعلق“ ممنوع ہے۔ اس قانون کے دائرے میں وہ عرب اور مسلم ممالک آتے ہیں جنھوں نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ اسرائیل کے عرب شہری بھی ان ممالک سے کسی بھی طرح کا براہِ راست یا بلاواسطہ ثقافتی، مذہبی، معاشی تعلق نہیں رکھ سکتے۔ نہ ہی وہ ان ممالک سے مذہبی لٹریچر سمیت کوئی شے منگوا سکتے ہیں۔

ہنگامی دفاعی قانون نمبر ۱۲۵ بھی برطانوی دور کی یادگار ہے۔ اس کے تحت کسی بھی خطے کو حساس فوجی علاقہ قرار دے کر وہاں شہریوں کی نقل و حرکت ممنوع قرار دی جا سکتی ہے۔ اسرائیل نے مئی ۱۹۴۸ء میں اسی قانون کے تحت ملک میں مارشل لا نافذ کیا اور ساڑھے سات لاکھ عربوں کو ”حساس فوجی علاقوں“ سے نکال باہر کیا اور واپسی پر پابندی لگا دی۔

اسی قانون کے تحت جون ۱۹۶۷ء کے بعد مقبوضہ مغربی کنارے کا ساٹھ فیصد علاقہ حساس قرار دے دیا گیا۔ ایریا سی نامی اس علاقے میں کوئی فلسطینی مقامی فوجی کمان کے اجازت نامے کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا، بھلے وہاں اس کی املاک ہی کیوں نہ ہوں۔

اسرائیل کے متروکہ املاک قانون مجریہ ۱۹۵۰ء کے تحت ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کے بعد جس شہری نے کسی بھی وجہ سے اپنا گھر، کھیت یا بینک اکاؤنٹ ترک کر دیا وہ غیر حاضر تصور ہوگا اور اس کا اثاثہ ریاستی کسٹوڈین کی ملکیت تصور کیا جائے گا۔ ۱۹۵۰ء کے اس قانون کی زد میں عملاً صرف فلسطینی عرب ہی آتے ہیں۔

اس کے برعکس ۱۹۵۰ء کے قانونِ واپسی (شہریت) کے تحت دنیا میں کہیں بھی آباد یہودی باشندہ، اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور زیرِ کفالت افراد اسرائیلی شہریت کے اہل ہیں۔ گھر واپسی کا یہ قانون اپنے گھروں سے جبراً نکالے گئے لاکھوں فلسطینیوں پر منطبق نہیں ہوتا۔

۲۰۰۸ء میں قانونِ شہریت میں یہ ترمیم کی گئی کہ کسی بھی شخص کی اسرائیلی شہریت منسوخ ہو سکتی ہے اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ریاستِ اسرائیل کا وفادار نہیں یا اس نے ممنوعہ فہرست میں شامل نو عرب ممالک بشمول غزہ میں عارضی سکونت اختیار کر لی ہے۔ (جب کہ ان نو عرب ممالک میں آباد یہودی شہریوں پر یہ شرط لاگو نہیں ہوتی)۔ شہریت کے قانون کے تحت اگر کوئی غیر ملکی یہودی اسرائیل میں عارضی قیام بھی کرتا ہے تو اسے بھی اسرائیلی شہریوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔

(اس رعایت کے سبب اکثر غیر ملکی یہودی اسرائیلی فوج میں خدمات انجام دیتے رہتے ہیں یا پھر اسرائیل اور مقبوضہ علاقوں کی آبادکار بستیوں میں املاک خرید رہے ہیں مگر ان کی دوہری

شہریت برقرار ہے۔ مقبوضہ مغربی کنارے پر جو سات لاکھ یہودی آباد ہیں ان میں ساٹھ ہزار امریکی شہری ہیں)۔

۱۹۵۲ء کے بین الاقوامی تنظیمی قانون کے تحت عالمی صہیونی ادارے جیویش ایجنسی کو نیم سرکاری ادارے کا درجہ دیا گیا ہے (جیویش ایجنسی لگ بھگ ایک صدی سے باقی دنیا میں آباد یہودیوں کو اسرائیل کی جانب ہجرت کی ترغیب اور انتظام میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے)۔

متروکہ املاک قانون مجریہ ۱۹۵۰ء اور حصولِ زمین اور معاوضے کے قانون مجریہ ۱۹۵۳ء کے ذریعے حاصل کی گئی فلسطین کی ۹۳ فیصد زمین صہیونی ریاست یا جیویش نیشنل فنڈ کی ملکیت ہے (جیویش نیشنل فنڈ ۱۹۰۱ء میں قائم کیا گیا تھا، تاکہ عربوں سے زمین خریدنے کے لیے چندہ جمع کیا جاسکے۔ یہ ایک ٹیکس فری ادارہ ہے اور ہزاروں ایکڑ غصب شدہ زمین کا مالک ہے)۔

سنیچر ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کے دن جب ۵۲ رکنی اقوامِ متحدہ نے سوویت یونین اور امریکہ کی حمایت سمیت تیرہ کے مقابلے میں چھتیس ووٹوں سے فلسطین کو دو حصوں میں بانٹا تو ۴۸ فیصد زمین فلسطینی اکثریت کو اور ۵۲ فیصد زمین یہودی اقلیت کو دے دی گئی۔ جن تین ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا ان میں فلسطین پر قابض "بالفور ڈکلریشن" کا خالق برطانیہ بھی شامل تھا۔

مگر اسرائیل کے وجود میں آنے کے پانچ برس کے اندر اندر فلسطینیوں کو ملنے والی اڑتالیس فیصد زمین سکڑ کے محض ساڑھے تین فیصد تک رہ گئی۔ یہ زمین ۳۴۹ عرب اکثریتی دیہاتوں اور قصبوں سے "قانوناً" ہتھیائی گئی۔ صرف ۶۸ فلسطینی گاؤں اس ریاستی ڈاکے سے بچ پائے مگر وہ بھی چوطرفہ یہودی آبادیوں سے گھیر لیے گئے۔

زمین کے انتظام و انصرام کے قانون مجریہ ۱۹۶۵ء کے تحت ریاستی کونسل میں سرکار کے علاوہ جیویش ایجنسی، یہودی مذہبی اداروں اور جیویش نیشنل فنڈ کی نمائندگی ہے۔ کسی مقامی عرب شہری یا تنظیم کو اس کونسل میں کبھی شامل نہیں کیا گیا۔

اب تو پوری دنیا کہہ رہی ہے کہ اسرائیل نسل پرست اور اپارتھائیڈ ریاست ہے۔ اگرچہ انسانیت کے خلاف جرائم میں ملوث ہونے کے الزام میں نیتن یاہو اور ان کے سابق وزیرِ دفاع یوو گیلنٹ کے انٹرنیشنل کرائم کورٹ نے گرفتاری وارنٹ بھی نکال دیے ہیں مگر یہ مجرم قیادت اور اس کے اتحادی ممالک بضد ہیں کہ یہ سب الزامات یہود دشمنی کا نتیجہ ہیں۔

اسرائیلی ریاستی ضابطے کے آرٹیکل اٹھارہ اے کے تحت صرف یہودی مذہبی تہواروں پر عام تعطیل ہو گی۔ واحد غیر مذہبی چھٹی چودہ مئی (یومِ آزادی) ہے۔

۲۰۱۱ء میں بدنامِ زمانہ نکبہ قانون کے تحت وزارتِ خزانہ کو اختیار دیا گیا کہ وہ ایسے کسی بھی ثقافتی، تعلیمی یا آرٹ ادارے کی سرکاری مالی امداد ختم کر سکتی ہے جو چودہ مئی کو یومِ آزادی کے بجائے بطور یومِ نکبہ یا یومِ سوگ منائے یا اسرائیل کو ایک یہودی جمہوری ریاست ماننے سے انکار کرے۔

تعلیم ایکٹ مجریہ ۱۹۵۳ء کے تحت جدید اسکولوں اور مذہبی مدارس میں ایسا نصاب پڑھایا جاتا رہا ہے جس سے صرف یہودی ثقافت اور صہیونی نظریہ اجاگر ہو۔ ۲۰۰۰ء میں اس ایکٹ میں یہ اضافہ کیا گیا کہ سرکاری سطح کی تعلیم میں اسرائیل کے عرب اور دیگر شہریوں کی ثقافت، روایات اور تاریخ کے پہلوؤں کو بھی تسلیم کیا جائے۔

یہ شق دیکھنے میں تو بہت اچھی لگتی ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قومی نصاب میں یہودی ثقافت اور صہیونی نظریے کی طرح دیگر ثقافتوں اور ان کی تاریخ بھی لازماً شامل کی جائے۔ چنانچہ اب تک یہی دیکھنے میں آرہا ہے۔

۲۰۰۰ء سے پہلے تک اسرائیل کی دو سرکاری زبانیں تھیں۔ عبرانی اور عربی۔ مگر دوسرے انتفاضہ (۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۵ء) کے ردِ عمل میں عربی سے سرکاری درجہ واپس لے لیا گیا۔ اس تبدیلی کے بعد درس گاہوں میں غیر یہودی سماج کی تاریخ و ثقافت کیسے اجاگر ہو؟ کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا۔

ویسے بھی اسرائیل کے سرکاری اسکولوں میں جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے اس میں نقبہ کا ذکر سرے سے غائب ہے (نکبہ ۱۹۴۸ء تا ۵۲ء کے اس دور کو کہتے ہیں جب ساڑھے سات لاکھ فلسطینیوں کو جبراً اپنا گھر اور زمین چھڑوانے کے لیے کئی جگہ قتلِ عام کر کے دہشت زدہ کیا گیا)۔

بظاہر اسرائیل کی عرب اقلیت کو سرکاری فنڈنگ سے کیمونٹی اسکول کھولنے کی اجازت تو ہے مگر عرب اسکولوں میں اگر نقبہ پر بات ہو تو فنڈنگ روکی جاسکتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اسرائیلی یہودی مورخ جو سرکار کے تاریخی بیانیے کو چیلنج کرتے ہیں ان کی ریسرچ فنڈنگ بھی منسوخ ہو جاتی ہے۔

۱۹۹۴ء سے یہ قانون بھی لاگو ہے کہ نئی پارلیمنٹ کے افتتاحی اجلاس میں اسرائیلی ریاست کے قیام کا تاسیسی اعلان پڑھا جائے گا تاکہ ریاست کے صہیونیت سے تعلق کا اعادہ ہو سکے۔

۱۹۸۰ء میں فاؤنڈیشن آف لا ایکٹ نافذ ہوا۔ اس کے تحت اگر عدالتیں موجودہ قانونی نظام میں کسی سوال کا تسلی بخش جواب تلاش نہ کر پائیں تو تورات پر مبنی ضابطۂ قانون ہلاخا سے رجوع کر سکتی ہیں۔ یعنی شریعتِ موسوی کو اسرائیلی قانونی نظام میں مساوی درجہ حاصل ہے۔

مقدس مقامات کی دیکھ بھال کے قانون مجریہ ۱۹۶۷ء کے تحت وزارتِ مذہبی امور اسرائیلی حدود میں واقع مقدس مقامات کی دیکھ بھال کی ذمہ دار ہے۔ وزارت کی فہرست میں ایک سو

پینتیس یہودی مقامات ہیں مگر ایک بھی غیر یہودی مقام شامل نہیں۔اس بابت انسانی حقوق کی ایک اسرائیلی تنظیم عدالہ کی درخواست عدالت نے مسترد کر دی۔

یہودی مذہبی امور کے قانون مجریہ ۱۹۷۱ء کے تحت مذہبی اداروں اور قبرستانوں کی دیکھ بھال کے لیے وزارتِ مذہبی امور نے ہر یہودی بستی، قصبے اور شہر میں مذہبی کونسلیں بنائی ہیں جنہیں سرکاری امداد ملتی ہے۔البتہ کسی غیر یہودی آبادی میں ایسی کوئی کونسل نہیں۔

۱۹۶۷ء میں غربِ اردن پر قبضے کے بعد مشرقی یروشلم کے ارد گرد کی ساڑھے سترہ ہزار ایکڑ دیہی زمین یروشلم کی شہری حدود میں شامل کی گئی۔ ۱۹۸۰ء میں پارلیمنٹ نے یروشلم کیپیٹل ایکٹ منظور کیا جس کے تحت متحدہ یروشلم (مغربی و مشرقی یروشلم) اسرائیل کا دارالحکومت قرار پایا۔

باالفاظِ دیگر مقبوضہ یروشلم کو باقاعدہ اسرائیل میں شامل کر لیا گیا۔۲۰۱۷ء میں ڈونلڈ ٹرمپ نے اس دعوی کو تسلیم کر لیا۔حالانکہ اوسلو سمجھوتے کے تحت مشرقی یروشلم فلسطینی ریاست کا دارالحکومت بننا تھا۔۱۹۸۱ء میں ایک اور قانون کے تحت مقبوضہ گولان کو اسرائیل میں ضم کر لیا گیا۔

۲۰۰۳ء میں شہریت کے قانون میں خاندانی تعلق سے متعلق ترمیم کی گئی کہ اگر کسی شہری کی بیوی یا شوہر کا تعلق اسرائیل سے باہر (بشمول مقبوضہ مغربی کنارہ اور غزہ) سے ہے تو انہیں اسرائیل میں ایک ساتھ رہنے کے لیے خصوصی عارضی اجازت نامہ درکار ہو گا بشرطیکہ عورت کی عمر پچیس برس اور مرد کی عمر پینتیس برس سے کم نہ ہو۔

البتہ گیارہ برس تک کی عمر کے بچوں پر اس قانون کا اطلاق نہ ہو گا۔اس قانون کے سبب ہزاروں فلسطینی خاندان جن کے رشتے ناتے مقبوضہ فلسطین میں ہیں مسلسل قانونی پریشانی کا شکار رہتے ہیں۔اس قانون کی روح دراصل یہ ہے کہ منقسم خاندان تنگ آ کر ملک چھوڑ دیں۔

۱۹۷۹ء میں ایمرجنسی قانون میں یہ ترمیم کی گئی کہ کسی بھی شہری کو غیر معینہ انتظامی حراست میں رکھا جا سکتا ہے۔مگر ہر چھ ماہ بعد اس حراست کی عدالتی تجدید کرانا ہو گی۔اس قانون کے تحت ہزاروں فلسطینی نوجوان، بوڑھے، بچے اور خواتین غیر معینہ مدت کے لیے جیل میں ہیں۔

۲۰۰۶ء میں قومی سلامتی کے لیے خطرہ بننے والے افراد (یعنی فلسطینیوں) کے لیے فوجداری قانون میں پہلے سے موجود تحفظات کو اور کم کر دیا گیا۔ترمیم سے پہلے گرفتار شخص کو اڑتالیس گھنٹے کے اندر جج کے سامنے پیش کرنا لازم تھا۔یہ مدت بڑھا کے چھیانوے گھنٹے (چار دن) کر دی گئی۔ترمیم سے پہلے ملزم کو اڑتالیس گھنٹے کے اندر وکیل فراہم کیا جانا لازم تھا۔

ترمیم کے بعد ملزم کو اکیس دن تک وکیل تک رسائی سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔اس قانون میں ۲۰۰۸ء میں مزید تبدیلی کی گئی کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے (فوج اور پولیس) تفتیشی عمل کا مکمل آڈیو وڈیو ریکارڈ رکھنے کے پابند نہیں۔چنانچہ تفتیش میں تشدد کے استعمال کا راستہ قانونی طور پر کھل گیا۔

۲۰۱۱ء میں جیل قوانین میں مزید ترمیم کی گئی کہ وہ ملزم جو قومی سلامتی کے قانون کے تحت زیر حراست ہیں انہیں محکمہ جیل خانہ جات کی سفارش پر سپریم کورٹ وکیل تک رسائی کے حق سے غیر معینہ مدت تک محروم کر سکتی ہے اگر محکمہ یہ سمجھے کہ وکیل اس ملزم کا کوئی پیغام کسی دہشت گرد تنظیم تک پہنچا سکتا ہے۔اس قانون کا بنیادی مقصد فلسطینی قیدیوں کو وکیل اور سماعت سے زیادہ سے زیادہ مدت تک محروم رکھنا ہے۔

۲۰۰۹ء میں اقتصادی ترقی کے لیے ترجیحاتی علاقوں کے تعین کے قانون میں ترمیم کے بعد حکومت اپنی صوابدید پر کسی بھی آبادی کے لیے جتنا چاہے ترقیاتی فنڈ مخصوص کر سکتی ہے۔

چنانچہ ۵۵۳ یہودی قصبوں کے مقابلے میں عرب اسرائیلیوں کے صرف چار قصبوں کے لیے تعلیمی و ترقیاتی فنڈز مختص کیے گئے۔شہری حقوق کی تنظیم العدالہ نے جب اس ترمیم کو چیلنج کیا تو عدالت نے یہ درخواست اٹارنی جنرل کی اس یقین دہانی کے بعد مسترد کر دی کہ حکومت فنڈز کی فراہمی میں آئندہ امتیاز نہیں برتے گی۔عملاً یہ امتیازی پالیسی آج بھی برتی جا رہی ہے۔

غیر ملکی فنڈنگ کی شفافیت کے قانون مجریہ ۲۰۱۱ء کے تحت این جی اوز پر لازم ٹھہرا کہ وہ غیر ملکی مالی امداد کی تفصیلات اور مقاصد اپنی ویب سائٹس پر مشتہر کریں تاکہ چور دروازے سے دہشت گردی کی ممکنہ مالی مدد پر ریاست نظر رکھ سکے۔

مگر چالاکی یہ ہے کہ اس قانون کا اطلاق غیر ملکی نجی اداروں اور افراد پر نہیں ہوتا تاکہ مقبوضہ علاقوں میں قائم یہودی بستیوں کے لیے امریکی و یورپی یہودیوں سے ملنے والی مالی مدد متاثر نہ ہو۔اس کے علاوہ ورلڈ زائیونسٹ آرگنائزیشن، جیویش ایجنسی فار اسرائیل، جیویش نیشنل فنڈ اور امریکن ایوانجلیکل فرقے کی یونائیٹڈ اسرائیل اپیل پر اس قانون کا اطلاق نہیں ہے۔

اس قانون کا بنیادی ہدف اسرائیل اور مقبوضہ فلسطین میں سرگرم انسانی حقوق کی تنظیمیں ہیں جن کا دارومدار نجی امداد کے بجائے زیادہ تر انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں، ریاستی اداروں، اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین کے ذیلی اداروں پر ہے۔اس قانون کے نفاذ کے بعد بہت سے بیرونی اداروں نے اپنی امداد روک لی یا کمی کر دی۔

ایک اور قانون کے تحت اسرائیل کے اقتصادی، ثقافتی، سفارتی، تعلیمی بائیکاٹ کی اپیل یا مطالبے کی سزا بھاری جرمانے اور سرکاری امداد کی معطلی کی صورت میں بھگتنا ہو گی۔اس قانون کا مقصد حکومت مخالف شہریوں کو اسرائیل کے بائیکاٹ کی بین الاقوامی تحریک بی ڈی ایس کی حمایت سے روکنا ہے۔

ایڈمیشن کمیٹی قانون مجریہ ۲۰۱۱ء کے تحت چار سو سے زائد مکانوں پر مشتمل آبادی اپنی ایڈمیشن کمیٹی بناسکتی ہے جو یہ فیصلہ کرے کہ کمیونٹی میں اگر کوئی نیا کنبہ بسنا چاہے تو کیا اس سے مقامی سماجی ہم آہنگی تو متاثر نہ ہو گی۔ اس قانون کا مقصد عرب اسرائیلیوں کو یہودی آبادیوں میں بسنے سے روکنا اور مخصوص علاقوں تک محدود رکھنا ہے۔ اس کے برعکس مقبوضہ غربِ اردن کے فلسطینی اکثریتی شہر ہیبرون (الخلیل) کے بیچوں بیچ دو سو یہودی گھرانے اسرائیلی فوج کے پہرے میں کئی برس سے دھڑلے سے رہتے ہوئے اکثریتی شہریوں کی روزمرہ زندگی اجیرن کر رہے ہیں۔ اپارتھائیڈ کی اس سے بہتر مثال نہیں ملے گی۔

تحویلِ اراضی کے قانون مجریہ ۱۹۱۱ء کے تحت وزارتِ خزانہ کو سرکاری مقاصد کے لیے کوئی بھی زمین پچیس برس کے لیے قبضے میں لینے کا اختیار اس شرط پر دیا گیا کہ مذکورہ اراضی جس مقصد کے لیے حاصل کی گئی ہے اگر وہ معینہ عرصے میں پورا نہیں ہو تا تو زمین اصل مالکان کو لوٹا دی جائے گی۔ مگر اس قانون کی آڑ میں مقبوضہ علاقوں میں ہزاروں ایکڑ زمین جیویش نیشنل فنڈ کے حوالے کر کے یہودی آبادکار رہائشی اسکیموں کا اعلان کر دیا جاتا ہے تاکہ زمین کے عرب مالکان واپسی کا دعویٰ دائر کر بھی دیں تو ''نئے زمینی حقائق'' کی روشنی میں عدالت یہ دعویٰ باآسانی مسترد کر دے۔

اسی طرح جنوبی اسرائیل کے صحرا نجف میں صدیوں سے بسے لگ بھگ ایک لاکھ بے زمین بدو قبائلی معاشی خود کفالت کے لیے زمین کی الاٹمنٹ کے قانوناً ترجیحی حقدار ہیں۔ مگر صحرا نجف کی ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے مقامی بدوؤں کے فطری حق کو نظرانداز کرتے ہوئے بندوبستِ اراضی کے قانون مجریہ ۲۰۱۰ء کے تحت بیس ہزار ایکڑ زمین ساٹھ یہودی آبادکاروں کو کمیونٹی ویلفیئر کے نام پر الاٹ کر دی۔

۲۰۱۲ء میں ایک اور عجیب و غریب قانون انکم ٹیکس میں ترمیم کی شکل میں نافذ کیا گیا۔ اس کے تحت مقبوضہ علاقوں کی یہودی آبادکار بستیوں میں تعلیمی و فلاحی اداروں کی آمدنی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار پائی۔ اس قانون کا اطلاق مقبوضہ فلسطینی بستیوں پر نہیں ہو تا۔

۲۰۱۲ء کے ایک قانون کے تحت کسی دشمن علاقے (بشمول غزہ و غربِ اردن) میں دہشت گردی کے خلاف فوجی کارروائی کے دوران کسی غیر اسرائیلی شہری کے جان و مال کے نقصان کے ازالے کی حکومت یا فوج ذمہ دار نہیں ہے۔

یہ قانون ستمبر ۲۰۰۵ء کی سابقہ تاریخ سے لاگو کیا گیا جب اسرائیل نے غزہ سے فوجی انخلا کیا اور یہاں بسے تقریباً نو ہزار یہودی آبادکاروں کو مغربی کنارے پر بسا دیا۔ اس کے بعد سے غزہ پر وقفے وقفے سے فوج کشی جاری ہے۔ اس قانون کے تحت غزہ میں اسرائیلی فوجی ایکشن کے دوران مرنے یا زخمی ہونے والے سویلینز یا ان کی املاک کے نقصان کی بھرپائی کی ذمے داری سے فوج اور اسرائیلی حکومت مستثنیٰ ہے۔

۲۰۱۵ء کے ایک قانون کے تحت ریاستی املاک کو نقصان پہنچانے والے بچوں کو نہ صرف عدالت کا سامنا کرنا ہو گا بلکہ ان کے والدین کو نقصان کی قیمت کے برابر جرمانہ بھی بھرنا ہو گا۔ جب کہ نیشنل انشورنس ایکٹ کے تحت اسرائیل یا مشرقی یروشلم کی حدود میں کوئی بچہ قومی سلامتی کو نقصان پہنچانے کی پاداش میں عدالتی سزا پاتا ہے تو اس کی دیکھ بھال کا سرکاری الاؤنس بھی منسوخ ہو جائے گا۔

اسرائیلی فوجداری قانون کے تحت پتھراؤ سے سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے کی زیادہ سے زیادہ سزا بیس برس ہے۔ اس قانون میں مزید ترمیم یہ کی گئی ہے کہ ایسے کسی بھی مقدمے میں عدالت کو کم از کم تین برس کی سزا لازماً سنانا ہو گی۔

۲۰۱۸ء میں کاؤنٹر ٹیررازم قانون میں ترمیم کی گئی کہ کوئی بھی فلسطینی جو دہشت گردی کے شبہہ میں پولیس کے ہاتھوں مارا جائے، اس کی لاش پولیس دس روز یا تب تک قبضے میں رکھ سکتی ہے جب تک اہلِ خانہ تحریری حلف نامہ نہ دیں جس میں تفصیل ہو کہ تدفین کب اور کہاں ہو گی اور کتنے لوگ شریک ہوں گے۔ اس بارے میں پولیس احکامات کو مدِ نظر رکھنا ہو گا اور بطور ضمانت ایک مخصوص رقم بھی جمع کرانا ہو گی جو شرائط پر مکمل عمل نہ ہونے کی صورت میں ضبط ہو سکتی ہے۔

۲۰۲۳ء میں پولیس کو اختیار دیا گیا کہ وہ غیر قانونی ہتھیاروں یا سرگرمیوں کے شبہہ میں کسی بھی عمارت یا گھر کی کسی بھی وقت بلا وارنٹ تلاشی لے سکتی ہے اور کوئی بھی مشکوک شے ضبط کر سکتی ہے۔

شہریت کی منسوخی کے ترمیمی قانون مجریہ ۲۰۲۳ء کے مطابق اگر کسی اسرائیلی شہری (عرب) کو دہشت گردی یا اعانت یا حمایت کے جرم میں سزا سنائی جاتی ہے اور دورانِ قید اسے فلسطینی اتھارٹی کی جانب سے وظیفہ ملتا ہے تو ایسے فعل کو ریاستِ اسرائیل سے عدم وفاداری تصور کرتے ہوئے مجرم کی سزا مکمل ہونے کے بعد اس کی اسرائیلی شہریت منسوخ کر کے ملک بدر یا فلسطینی اتھارٹی کے زیرِ انتظام علاقے (مغربی کنارے یا غزہ) میں بھیجا جا سکتا ہے۔

ان قوانین کے مطالعے کے بعد بھی اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اسرائیل ایک نارمل جمہوری ریاست ہے تو اس کی مرضی۔

[یہ مضمون ایک معاصر اخباری ویب سائٹ پر شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔(ادارہ)]

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برِّ صغیر
جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

بیان: AQS_126_00
تاریخ: ۷ جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ بمطابق ۹ دسمبر ۲۰۲۴ء

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ!

اور اس دن ایمان والے اللہ کی دی ہوئی فتح سے خوش ہوں گے!

فتحِ شام کی بابت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

الله أكبر كبيراً والحمد لله كثيراً وسبحان الله بكرةً وأصيلاً! تمام تعریف اس پاک ذات کے لیے ہے جس نے اپنی نصرت سے اپنے مجاہد بندوں کو سرزمینِ شام میں فتح وظفر سے نوازا۔ ایک صدی کے بعد توحید و رسالت والا پرچمِ اسلامی آج پورے ملکِ شام میں لہرا رہا ہے، وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ○ (عزت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کے رسولؐ کو، اور ایمان والوں کو، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے)۔ پچاس سال سے حاکم، ظالم نصیری نظام، اللہ جل جلالہ کے حکم سے، مجاہدینِ اسلام کی قربانیوں، جہادی ضربوں اور جہاد و رباط فی سبیل اللہ کی بدولت ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا ہے۔ اس فتحِ عظیم کے موقع پر ہم مشرق تا مغرب پوری دنیا میں بستی امتِ مسلمہ کو، سرزمینِ شام کے اہلِ ایمان کو، پوری دنیا کے مجاہدینِ اسلام کو اور شام میں موجود مجاہدینِ اسلام کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اس فتحِ عظیم پر ساری امتِ مسلمہ کی خوشی دیدنی ہے، اللہ پاک اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ایسے فتح و نصرت کے دن مزید دکھائے، اس امت کے لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دے، ان کے دین کو غالب فرمائے اور تمام ادیانِ باطلہ اور باطل نظاموں کو مغلوب و ذلیل فرمائے، آمین یا ربّ العالمین! آج سے ساڑھے تین سال قبل افغانستان میں مجاہدینِ اسلام کی فتح اور اب ارضِ شام میں مجاہدینِ اسلام کی فتح تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے، خصوصاً نفاذِ دین کے لیے کوشاں تحریکاتِ اسلامی کے لیے ایک واضح مثال اور پیغام ہے کہ جہاد ہی ظلم کے خاتمے، حقوق کی بازیابی اور عزت کے حصول کا راستہ ہے۔

اللہ پاک نے مجاہدینِ شام کو جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے میدان میں سرخرو فرما کر، ایک اور نہایت اہم ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ڈال دی ہے۔ اللہ مجاہدینِ شام کو حکومت و سیادت کی اس ذمہ داری سے بھی بہترین انداز میں عہدہ برآ ہونے کی سعادت و توفیق عطا فرمائیں۔ بے شک مومنوں کی صفت تو یہ ہے کہ جب ان کو زمین میں اقتدار ملتا ہے تو وہ اسلام کے عدل و انصاف کو نافذ کرتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ملک میں نافذ کرتے ہیں، حدود اللہ کو جاری کرتے ہیں، نمازوں کو قائم کرتے ہیں، زکاۃ کا نظام قائم کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی کے کاموں سے روکتے ہیں، ایک ایسی اسلامی امارت قائم کرتے ہیں جہاں تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے، اور ظلم کی ہر شکل کی روک تھام ہوتی ہے، ایک ایسی حکومت قائم کرتے ہیں جہاں مسلمانوں میں وحدت ہوتی ہے، اور انتشار واختلاف کی ہر کوشش کا سدباب کیا جاتا ہے۔ یقیناً مجاہدینِ شام کی قیادت کو یہ احساس ہے کہ فتح کے بعد یہ نہایت حساس گھڑی ہے۔ مجاہدینِ شام بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ وقت اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق کا وقت ہے اور مل کر ہر بیرونی سازش کو ناکام بنانے کا وقت ہے، ہر وہ سازش و منصوبہ جو اہلِ شام یا امتِ مسلمہ کے خلاف عسکری، سیاسی یا فکری محاذ پر کوشاں ہے۔ شام میں موجود مجاہدینِ اسلام کے شانوں پر ایک ایسے اسلامی معاشرے کی حفاظت و تشکیل کی ذمہ داری ہے جس کا ہر بچہ، بوڑھا اور جوان اسلام کا محافظ ہو۔ ان کے ذمے ایک ایسی مجاہد نسل کی تیاری ہے جو امت کا دفاع کرے اور اسلام و امت کے مقدسات کو آزاد کروانے والی ہو۔ اللہ پاک ان مقاصدِ جلیلہ کے حصول میں مجاہدینِ شام کی نصرت فرمائیں اور ان کے حامی و مددگار ہو جائیں، و من اللہ التوفیق!

آخر میں ایک بار پھر ہم تمام امتِ مسلمہ خصوصاً اہلِ شام کو اس فتحِ عظیم پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْئَ بَعْدَهُ!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

فاتح شامی مجاہدین کو چند اہم نصیحتیں

فضیلۃ الشیخ خبیب سوڈانی (ابراہیم القوصی)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده نصر عبده وأعز جنده وهزم الأحزاب وحده، معِزّ عباده الموحدين المجاهدين ومذل أعدائه الكافرين ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون القائل:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (سورة الانفال:۱۷)

والصلاة والسلام على رسول الملحمة وقائد المجاهدين سيدنا محمد و على آله وصحبه أجمعين ثم أما بعد

دریں اثنا کہ ہم فلسطین میں مسلمانوں کی صہیونیوں کے خلاف جنگ کا مشاہدہ کر رہے تھے اور بھاری قربانیوں کے باوجود غزہ، مغربی کنارے اور بیت المقدس کے آسمان پر فتح کا سورج ابھی تک درخشاں تھا کہ اچانک فتح کا ایک دوسرا سورج شام کے آسمان پر طلوع ہو کر ایک اور فتح کی نوید دینے لگا، جس سے اللہ مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔

تو ہم آج اللہ کی مدد و نصرت پر خوش ہیں بے شک جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، اُس کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لہٰذا میں اپنی تقریر کے آغاز میں تمام مسلمانوں کو، بالخصوص سرزمینِ رباط شام میں اپنے بھائیوں کو، اس فتح و نصرت کی مبارکباد پیش کرتا ہوں جو اللہ نے اپنے کمزور اور مظلوم مسلمانوں کو مرحمت فرمائی ہے اور یہ فتح کئی سالوں کے ظلم و قہر، جبر، اور درندگی جھیلنے کے بعد حاصل ہوئی ہے جس میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل اور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا تھا۔

پس اے اللہ! تیرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں، ہم تیری حمد شمار نہیں کر سکتے، تو ویسا ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

ان تیز رفتار حالات کے تناظر میں ہماری چند گذارشات ہیں: جو کہ مختصر ہیں اور ہم آپ کو اس پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

میں نے چاہا کہ کچھ وصیتوں اور نصیحتوں کی یاد دہانی کے لیے محبوب سرزمین شام کے اپنے مجاہد بھائیوں کے سامنے یہ گزارشات پیش کروں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مومن کے لیے ایسا ہے جیسے عمارت کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

پس میں اللہ سے مدد چاہتے ہوئے کہوں گا:

پہلی نصیحت

ہم بلادِ شام میں موجود اپنے بھائیوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ بشار الاسد اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ آپ کی جنگ بقا کی جنگ ہے[۳۳]، یہ جنگ آپ نے ۲۰۱۱ء میں شروع کی تھی اور اس سے پہلے آپ کے بھائیوں نے بشار کے باپ حافظ الاسد کے خلاف یہ جنگ شروع کی تھی، جس کے ہاتھ سے حماہ کی مشہور قتل گاہ سجی تھی، جہاں ۲۷ دنوں میں آپ کے چالیس ہزار سے زائد مسلمان بھائی شہید ہوئے تھے، سو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ ایک ایسے فرقہ پرست دشمن سے لڑ رہے ہیں جس کے ظلم اور وحشت کی تاریخِ جدید میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جس کا نعرہ تھا: (الاسد او نحرق البلد) اسد رہے گا یا ہم ملک کو جلا دیں گے۔

یہ ایک ایسا دشمن تھا، جس کے ظلم و کفر اور درندگی نے بچوں کے بال سفید کر دیے، ایسا خونخوار دشمن جس نے اپنے عوام کا نام و نشان مٹانے کے لیے تشدد کے نت نئے طریقے ایجاد کیے، محض اس وجہ سے کہ عوام دیگر اقوام کی طرح کچھ آزادی کے حصول کا مطالبہ لے کر سڑکوں پر نکل آئے تھے، اس ظالم کے حکم پر مسلح افواج نے بھی کسی ظلم سے دریغ نہ کیا، عوام پر براہ راست گولیاں چلائیں، جنگی جہازوں نے پورے کے پورے علاقے راکھ کے ڈھیر میں بدل دیے، سارین نامی گیس چھوڑ کر پورے کے پورے ہنستے بستے خاندانوں کو مٹی میں ملا دیا گیا اور لاکھوں لوگوں کو زبردستی ادلب کی جانب ہجرت پر مجبور کر دیا گیا۔

اور آج جب کہ آپ نے اللہ کے فضل سے کئی سالوں کے بعد جنگ کا آغاز کیا ہے اور اس کے لیے ضروری تیاری کی ہے، تو جان لیں کہ آپ کی یہ جنگ پچھلی جنگوں جیسی نہیں ہے، یہ ایک فیصلہ کن جنگ ہے۔ لہٰذا جو آپ سے اس کو روکنے کا مطالبہ کرے، ان سے کہو کہ ’جنگ روکنا ناممکن ہے، یا ہم جیتیں گے یا اسد‘۔

اس لیے اس سے پہلے کہ آپ کا دشمن سانس لے سکے، آپ کا سفر جاری رہنا چاہیے یہاں تک کہ اللہ آپ کے درمیان فیصلہ کر دے اور جان لیں کہ جتنی تیز آپ اپنے قدموں کو بڑھائیں گے اور دیہاتوں اور شہروں کو آزاد کرائیں گے، اتنا ہی آپ کے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوں

[۳۳] یہ بیان دمشق کی فتح سے قبل نشر ہوا۔ (ادارہ)

گے اور دشمن کا حوصلہ پست ہو گا، اس سلسلے میں قومی، لسانی بنیادوں پر قائم تنظیموں کے ساتھ جنگوں میں مشغول ہونے سے حتی الامکان بچیں۔

آپ کو ان تنظیموں سے اختلافات رکھنے کے باوجود متفق ہیں کہ اسد خاندان جیسے حملہ آور دشمن سے متحد ہو کر لڑنے کی ضرورت ہے۔

اور بہت احتیاط کے ساتھ، پیچھے کی طرف واپس جانے سے بچیں اور سیاسی حل اور علاقائی سودوں جیسی چالوں میں نہ پھنسیں، کیونکہ آپ یہ سب کچھ ماضی میں آزما چکے ہیں، جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔

میں بار بار کہتا ہوں، احتیاط کیجئے اور پیچھے نہ ہٹیں، کیونکہ اگر آپ نے ایسا کیا تو اس کے نتائج آپ اور آپ کے اہل وعیال کے لیے انتہائی سنگین ہوں گے۔ اس بار آپ کا انجام ادلب کی جانب سفر سبز قالین پر نہیں ہو گا، کیونکہ نہ ادلب ہو گا اور نہ کوئی اور جگہ، لہٰذا ہوشیار رہیں۔

دوسری نصیحت

ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ جب آپ نے اپنے مبارک انقلاب کا آغاز کیا، تو دل اللہ کی محبت اور شوقِ جہاد سے بھرے ہوئے تھے، آپ نے اللہ کے لیے خلوص نیت کے ساتھ عمل کیا اور صفوں کو متحد کیا، اور آپ کی جنگ کا نعرہ تھا: ”یا اللہ، یا اللہ، کون ہے ہمارا سوائے تیرے!“

تو اللہ نے آپ کے لیے زمین اور انسانوں کے دل کھول دیے، اور آپ کی جنگ کا میدان دمشق کے دل میں تھا، اور آپ کے قدموں نے القنیطرۃ تک پہنچ کر یہودیوں کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ آپ فتح کے قریب تھے، لیکن جب آپ کی صفوں میں اختلافات اور تنازعات پیدا ہوئے، تو اللہ کی سنت کے مطابق آپ کو شکست اور ناکامی کا سامنا ہوا، یہاں تک کہ آپ ادلب کے ایک تنگ حصے میں محصور ہو گئے اور کفار کی افواج اپنی چالوں اور سازشوں کے ذریعے آپ کے جہاد اور قربانیوں کو ختم کرنے کے لیے آپ پر حملہ آور ہوئیں۔

لہٰذا بیدار رہیں، آپ پر ان کی سازشوں کا دوبارہ حملہ نہ ہو، ہم آپ کو پچھلے سبق سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہم آپ کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں اور فرقہ بندی کو چھوڑ کر اللہ کے دشمنوں کے خلاف متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ آپ کے دشمن آپس میں متحد ہو کر آپ کے خلاف محاذ کھول رہے ہیں تو آپ ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ متحد ہوں اور جان لیں کہ آپ کی طاقت آپ کے اتحاد میں ہے اور اپنے درمیان اختلافات اور فرقہ بندی کو ترک کرنا آپ کو طاقت دے گا۔ اللہ کے حکم کی پیروی کریں، جیسا کہ اس نے فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

”اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو، اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب تم آپس میں دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم آپس میں بھائی بن گئے۔“

اور اللہ کا یہ فرمان خوب یاد رکھیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (سورۃ الانفال: ۴۵)

”اے ایمان والو! جب تم کسی (کافروں کی) جماعت سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ، اور اللہ، اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو و گرنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اور یہ فرمان:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ○ (سورۃ محمد: ۳۸)

اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو وہ (اللہ) تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

تیسری نصیحت

یاد رکھیں! اللہ نے قدرتی طور پر آپ کے ملک کو اسرائیلی ریاست کے ارد گرد ایک اہم ریاست بنایا ہے، لہٰذا آپ کے خلاف سازشیں بہت بڑی ہیں، امریکہ اور اس کا پٹھو اسرائیل کسی بھی ایسے نظام کو برداشت نہیں کرتے جو ان کے نظام اور ارادوں کے خلاف ہو، جو ان کا ہمسایہ ہو، تو وہ ایسے نظام کو کبھی نہیں برداشت کریں گے، چاہے وہ نظام اسلام سے منحرف ہو جیسے بشار الاسد کا نظام، اس صورت حال میں امریکہ اور اسرائیل آپ کے ساتھ مفادات کے تصادم میں خاموش تماشائی نہیں رہیں گے، خاص طور پر جب آپ کی شاندار کامیابیاں ایران کے ایک مضبوط بازو کے خلاف ہوں۔

چونکہ آپ کا جہاد اور پرچم اللہ کے لئے بلند ہے، آپ چاہیں یا نہ چاہیں، آپ اسرائیل کی قومی سلامتی کے لئے ایک بڑا خطرہ بن چکے ہیں۔

یاد رکھیں! چند ہفتے پہلے نیتن یاہو نے کہا تھا کہ وہ مشرق وسطیٰ کا نقشہ بدلنے کی تیاری کر رہے ہیں، یعنی ان کے نزدیک اسرائیل کی عظیم ریاست کا قیام شروع ہو چکا ہے اور آپ کا ملک شام ان کی متوقع ریاست کی حدود میں شامل ہے۔

اور آپ اب میدان میں اللہ کے فضل سے کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں، آپ شاید یہودیوں اور امریکیوں کے منصوبوں کو مکمل طور پر خاک میں ملا چکے ہیں، اس کے بعد وہ آپ پر دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر حملے شروع کر سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہو، تو بہترین دفاع حملہ کرنا ہے، لہٰذا اللہ پر توکل کریں اور اسرائیل کے دروازے پر حملہ کریں، اللہ کی قسم! اگر آپ نے ایسا کیا، تو یہ قدم امت کو بیدار کرنے اور آپ کے ساتھ مل کر اسرائیل کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کا آغاز ہو گا اور اللہ کے حکم سے آپ کے ساتھ ہر طرف سے اللہ کے شیر دل نوجوان آئیں گے، چاہے وہ پیٹ کے بل چل کر آئیں۔ اس موقع کو ضائع نہ کریں اور اس عظیم عزت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

چوتھی نصیحت

جان لیں کہ بشار الاسد کے نظام کے ساتھ آپ کی جنگ میں کامیابی، اختتام نہیں بلکہ ایک طویل جنگ کا آغاز ہے، جو آپ کے ملک پر صہیونی صلیبی تسلط کے خلاف ہے۔ یہاں ایک اہم نکتہ ہے جسے واضح کرنا ضروری ہے تاکہ تنازع کی نوعیت سمجھ میں آئے۔ امریکہ اپنے عالمی نظام کے تحت آپ کی جنگ کو اور آپ کے خلاف کاروائیوں کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر جائز قرار دے گا اور آپ کو القاعدہ کے ساتھ تعلقات کا الزام دے گا، حالانکہ آپ کو اس سے تعلق توڑے آٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔

اگر ایسا ہوا تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جو القاعدہ نے تین دہائیاں پہلے کہا تھا وہ سچ ثابت ہو گا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ جنگ ۱۱ ستمبر کے واقعات کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ پرانی صلیبی جنگوں کا تسلسل ہے، جو اسلام کے اصل پیغام اور اس کے پیروکاروں کے خلاف ہے۔ یہ جنگ اسلام اور کفر کے درمیان ہے، چاہے ان کی اصطلاحات اور نام بدل کر پیش کیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ (سورۃ البقرۃ: ۱۲۰)

”اور یہود و نصاریٰ تم سے اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کی پیروی نہیں کرو گے۔“

وہ آپ سے کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں اور ان کے سامنے آپ اپنے دین اور عقیدے سے کوئی سمجھوتہ نہ کریں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو اس سے بچائے۔ اللہ کا یہ فرمان یاد رکھیں:

وَلَا يَزَالُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ حَتّٰى يَرُدُّوۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِكُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا ؕ وَمَنۡ يَّرۡتَدِدۡ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَيَمُتۡ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۷)

”اور وہ (کافر) مسلسل تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ تمہیں دین سے پھیر دیں اگر وہ چاہیں، اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرا پھر اسے کفر کی حالت میں موت آئے تو ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہوئے اور یہ جہنم کے مستحق ہیں، جہاں ہمیشہ رہیں گے۔“

اور اللہ کا یہ فرمان:

اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ يَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ○ (سورۃ الکہف: ۲۰)

”اگر وہ (کفار) تم پر غالب آ گئے تو تمہیں سنگسار کریں گے یا وہ اپنے دین کی طرف پھیر دیں گے، اس طرح تم کبھی بھی کامیاب نہ ہوں گے۔“

یہ معرکہ بڑا ہے اور اس کے اثرات اور نتائج سنگین ہوں گے، یہ آپ کو دو راستوں میں سے ایک کو اختیار کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، جیسا کہ اللہ نے پچھلی آیت میں ذکر کیا۔ لہٰذا اپنے آپ کو آنے والے حالات کے لئے تیار کریں، اللہ کے لیے خلوص نیت کے ساتھ اپنے توکل کو از سرِ نو تازہ کریں اور ایمان رکھیں کہ کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو کچھ اللہ چاہے وہ ہو گا اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہو گا اور یہ سب اللہ کے حکم سے ہے، اللہ کبھی بھی اپنی طرف رجوع کرنے والے بندے کو بے بس نہیں چھوڑے گا اور دین سب سے اعلیٰ اور قیمتی ہے، جو سب سے زیادہ عزیز ہے اور حکمرانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔

پانچویں نصیحت

احتیاط کریں، کہ آپ کے درد، زخم، مصائب، یتیموں اور بیواؤں کے آنسو آپ کو اپنے دین کے حوالے سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور نہ کریں۔ ہوشیار رہیں، کہ بموں، راکٹوں، ہوائی جہازوں کی گڑگڑاہٹ، اور ٹینکوں کی آواز آپ کو کمزوری، شکست یا ذلت میں مبتلا نہ کر دے اور آپ امریکہ کی دھونس اور دباؤ کے سامنے سر نہ جھکائیں، اپنے دین کے معاملے پر کسی بھی قیمت، کسی بھی سطح پر کمزوری نہ دکھائیں۔

آپ کے سامنے اس سے بھی زیادہ شدید حالات کی ایک مثال موجود ہے، یاد کریں اپنے طالبان بھائیوں کی اس جنگ کو جو انہوں نے افغانستان میں چالیس سے زیادہ کفری ممالک کے خلاف ۲۰ سال تک لڑی۔ اس جنگ میں لاکھوں لوگ مارے گئے، ہزاروں زخمی ہوئے، خواتین بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، گھر اور دیہات تباہ ہوئے، کھیتوں کو جلا دیا گیا، لیکن اس سب کے باوجود طالبان نے امریکہ کو جو دنیا کا سب سے بڑا کافر ملک ہے، ایک انچ زمین دینے سے بھی انکار کیا، انہوں نے ۲۰ سال تک میدان جنگ میں صبر و استقامت دکھائی، یہاں تک کہ اللہ نے ان پر

فتح نازل کی اور انہیں عزت دی، امریکہ، جو طاقتور ترین ملک تھا، آخر کار ''سلطنتوں کے قبرستان'' میں دفن ہو گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب امریکی صدر بش نے طالبان کو دھمکی دی کہ وہ ان کو تباہ کرنے آرہے ہیں، تو طالبان کے امیر ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''ہم سے اللہ نے فتح کا وعدہ کیا ہے اور امریکہ نے ہمیں شکست کا وعدہ کیا ہے اور ہم دیکھیں گے کہ کس کا وعدہ سچا ہے۔''

یہ الفاظ آپ کے لیے ثابت قدمی، صبر اور استقامت کا موجب بنیں، تاکہ آپ بھی اپنے دشمن کے خلاف صبر کے ساتھ کھڑے رہیں جب تک اللہ آپ کے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور آپ کے سامنے ایک اور عظیم مثال ہے، وہ آپ کے بھائی ہیں جو غزہ میں، جہاں قتل و جرح، تباہی، بھوک اور محاصرہ ہے، لیکن پھر بھی وہ آج تک میدان میں ثابت قدم ہیں، ہتھیار جسموں پر سجائے ہوئے ہیں اور اب تک ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوا، نہ ہی ان لوگوں کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف ہوئی جو انہیں چھوڑ چکے ہیں اور نہ اپنے مخالفین سے کوئی ضرر پہنچا۔

یہ سب مثالیں آپ کو یاد دلاتی ہیں کہ اگر آپ اپنے مقصد پر ثابت قدم رہیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں تو آپ کو یقینی طور پر کامیابی حاصل ہوگی۔

چھٹی نصیحت

یاد رکھیں کہ اگر آپ کو اللہ کی مدد سے اپنے ملک پر قبضہ حاصل ہوتا ہے، تو فلسطین کے عوام کی مدد کرنا آپ پر فرض بن جاتا ہے، کیونکہ آپ پر پڑوسی ہونے کی وجہ سے یہ فرض ہے، اس لیے آپ کو اللہ کے ان انعامات کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے، کیونکہ فلسطین کی آزادی اور مسجد اقصیٰ کی بازیابی کا عمل آپ پر فرض ہے۔

لہٰذا، اپنے موجودہ معرکے کو بشار اسد کے نظام اور اس کے اتحادیوں کے خلاف لڑتے ہوئے، اپنے دل و دماغ کو فلسطین کی آزادی کے لیے وقف کریں اور اپنے بھائیوں کی مدد کریں جو وہاں ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ اس معرکے کا مقصد صرف سائیکس پیکو کے حدود تک محدود نہ رکھیں، کیونکہ فلسطین کے عوام آپ کی مدد کے منتظر ہیں۔ آپ آج مسلمانوں کے ہر اول دستے کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جو مقدسات کی آزادی کے لیے اور عالم اسلام میں موجود تمام یہودی، امریکی، برطانوی اور روسی فوجوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔

صحیح حدیث ہے، جسے امام ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا، جسے امام البانی نے جامع صحیح میں ذکر کیا:

''جب کسی مسلمان کی عزت پامال کی جا رہی ہو اور اس کا حق چھینا جا رہا ہو اور دوسرا مسلمان اس کی مدد نہ کرے تو اللہ بھی اس کی مدد نہیں کرتا جب وہ اس (اللہ) سے مدد کا مستحق ہو اور جو شخص کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے جب اس کی عزت پامال کی جا رہی ہو اور اس کا حق چھینا جا رہا ہو، تو اللہ اس کی مدد کرتا ہے، جب اسے مدد و نصرت کی ضرورت ہو۔''

لہٰذا یاد رکھیں کہ آپ کا جہاد، جو آپ اپنے ملک میں کر رہے ہیں، فلسطین کی آزادی کی راہ ہموار کرے گا اور آپ کا کردار اسلامی دنیا کے لیے بہت اہم ثابت ہوگا۔

ساتویں نصیحت

میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ طویل مدت تک جاری رہنے والی جنگ کے لیے اپنی زیادہ سے زیادہ طاقت اور سازوسامان تیار کریں، جو سالوں تک آپ کے کام آسکے۔ اس کے لیے آپ کو ہمارے بھائیوں کی جنگ سے سبق حاصل کرنا چاہیے جو غزہ کے علاقے میں کتائب القسام کے ساتھ مل کر لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے محدود وسائل، امداد کی کمی اور حوصلہ افزائی نہ ہونے اور محاصرے، بائیکاٹ، بھوک، تعاقب اور بمباری کے باوجود ایک تنگ علاقے میں جو آپ کے ملک کے ۵۰۷ حصوں میں سے ایک حصے سے بھی کم ہے، ناممکن کو ممکن بنایا۔ لہٰذا آپ کو سرنگیں اور خندقیں کھودنی چاہئیں اور جنگی ساز و سامان کی ایک بڑی مقدار انتہائی خفیہ مقامات پر ذخیرہ کرنی چاہیے، خاص طور پر وہ اسلحہ جو گوریلا جنگ کے لیے موزوں ہو جیسے بارودی سرنگیں، ڈرون طیارے، سنائپر رائفلز، سائلنسر، ایئر ڈیفنس سسٹمز اور دستی اور گائیڈڈ میزائل۔

آٹھویں نصیحت

جاسوسوں کے حوالے سے انتہائی احتیاط سے کام لیں جو آپ کی صفوں میں گھس کر آپ کے عزم کو کمزور کرتے ہیں، مایوسی اور افواہوں کے ذریعے آپ کی ہمت توڑتے ہیں، ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں اور اگر آپ اپنے رب سے ان کے خلاف مدد مانگیں گے، تو آپ ان کو ان کے بولنے کے انداز سے پہچان لیں گے اور ان جیسے افراد زبان کی لغزشوں اور چہروں کے نقوش سے ظاہر ہو جائیں گے۔

اس کے باوجود لوگوں کو شک کی بنیاد پر نہ پکڑیں اور تابعی یحییٰ بن یحییٰ غسانی کا قول یاد رکھیں جب انہوں نے موصل کا گورنر بننے پر کہا:

''جب عمر بن عبد العزیز نے مجھے موصل کا گورنر بنایا تو میں نے دیکھا کہ اس علاقے میں چوریاں بہت زیادہ ہیں اور لوگ دھوکہ دہی کرتے ہیں، تو میں نے عمر بن عبد العزیز کو خط لکھا، جس میں اس صوبے کی حالت بتائی اور پوچھا: کیا لوگوں کو شک کی بنیاد پر پکڑوں اور فقط الزام کی بنا پر سزا دوں یا انہیں دلیل اور گواہی کے بعد سزا دوں، جیسا کہ قرآن و سنت سے ثابت

ہے؟ تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ: 'لوگوں کو دلیل کے ساتھ پکڑو اور جو سنت ہو اس کے مطابق عمل کرو اور اگر حق انہیں درست نہ کرے، تو اللہ انہیں کبھی درست نہ کرے'۔ یحیٰ کہتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا اور اپنی مدت پوری کرنے کے بعد موصل سے نکلتے وقت وہ پورے عالم اسلام میں سب سے زیادہ اصلاح شدہ تھا اور وہاں بہت کم چوریوں کی شکایات آتی تھیں۔"

اور میں آپ کی توجہ جدید ٹیکنالوجیز کی جانب بھی دلاتا ہوں جو آج کل جاسوسی اور مقامات کی نشاندہی کے لیے وسیع پیمانے پر استعمال کی جاتی ہیں، خاص طور پر موبائل فونز اور میدان میں رابطے کے آلات، آپ کو لبنان میں حزب اللہ کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس سے عبرت اور سبق حاصل کرنا چاہیے۔

نویں نصیحت

میں اپنی بات کو یہاں ختم کرتا ہوں اور اپنی اور آپ کی رہنمائی کے لیے یہ نصیحت پیش کرتا ہوں: اللہ سے ڈریں ثابت قدم رہنے میں، اصولوں پر ڈٹے رہنے میں۔

اللہ سے ڈریں! اللہ کی مضبوط رسی سے وابستہ ہونے میں، اللہ سے ڈریں! ہر اس چیز میں جو جماعت اور یکجہتی کی طرف بلاتی ہے اور ہر اس چیز سے دور رہیں جو اختلاف اور فرقہ بندی کی طرف لے جاتی ہے۔

اللہ سے ڈریں! عدل کے قیام میں اور ظلم سے بچنے میں، اللہ سے ڈریں! کمزوروں، یتیموں اور فقراء و مساکین کے ساتھ رحم اور حسن سلوک میں، اللہ اللہ! لاکھوں شہداء اور زخمیوں کے خون سے وفا میں۔

اللہ اللہ! لاکھوں بیواؤں اور یتیموں کی حمایت میں!

اللہ اللہ! اپنے فلسطینی بھائیوں کی مدد کے حوالے سے!

آپ نے ثابت قدمی سے نام نہاد امن کے علم برداروں اور عالمی حیلہ سازوں اور یہودی ریاست کے ساتھ تعلقات استوار کرنے والوں کی سازشوں کو ناکام بنایا ہے، وہی لوگ جو اپنی آزادی و خود مختاری کفریہ و مرتد ریاستوں کے ہاتھوں بیچ چکے ہیں، لہٰذا اپنے معاملات کسی ایسے شخص کے سپرد نہ کریں جس کا دین اللہ کے لیے خالص نہ ہو اور جو میدان جنگ اور قربانیوں میں تجربہ نہ رکھتا ہو۔

اور اللہ پر کامل توکل سے کام لیں اور فتح کی خوشی میں حق سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، جیسے آپ اپنے دشمنوں کے خلاف اپنے کندھوں پر اسلحہ اٹھا کر لڑتے ہیں، ویسے ہی اپنے دلوں میں اس مظلوم قوم کے لیے رحم لے کر ان کے لیے ایک بہتر زندگی کی طرف راہنمائی کریں، تاکہ ان کا دین اور دنیا درست ہو۔

اور شریعت کے قوانین کو قائم کریں، جیسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں، تاکہ مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ پیدا ہو اور دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے، ہمارے مجاہد بھائیوں کو فلسطین، غزہ اور شام میں مدد دے۔ اے اللہ! انہیں صومالیہ، افریقہ، مغرب (مراکش) اور جزیرہ نما عرب میں بھی کامیاب کر اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو سوڈان اور ہر جگہ محفوظ رکھ، اے اللہ! جو ہمارے اور مسلمانوں کے لیے برا ارادہ کرے، اسے اپنے آپ میں مشغول کر دے اور اس کے منصوبوں کو تباہی میں بدل دے۔

یا اللہ ہم ان کی برائیوں کو تیری خدمت میں رکھتے ہیں اور تیری پناہ مانگتے ہیں۔

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

بقیہ: رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام

نصاب برائے حفظ:

قرآن مجید کی بعض سورتیں جو بھول چکی ہوں از سرِ نو یاد کرنے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر رمضان کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرما دیا، چنانچہ اس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت جان کر عبادت الٰہی میں وقف ہو جائیں۔

افطاری کے وقت بہت زیادہ کھانے سے پرہیز کریں۔ نفس تو یہ چاہے گا کہ پورا دن بھوکا پیاسا رہنے کے بدلے چٹخارے دار کھانے ملیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں یا قابو کر لیتے ہیں۔ افطار کے وقت انواع واقسام کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے وقت گوانتاناموکے پنجروں میں قید اپنے بھائیوں کو ضرور یاد رکھیے گا اور اگر ان کی یاد سے آپ کی آنکھیں بھر آئیں تو امید رکھیں کہ ان شاء اللہ ہمارے لیے راہِ جہاد میں چلنا آسان ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

بشار الاسد کے ظالمانہ نظام کے زوال پر چند گزارشات

شیخ سامی العریدی

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا۝﴾

الحمد لله معزّ الإسلام بنصره، ومذل الشرك بقهره، ومصرّف الأمور بأمره، ومديم النعم بشكره ومستدرج الكفار بمكره،

الذي قدر الأيام دولا بعدله، وجعل العاقبة للمتقين بفضله والصلاة والسلام على من أعلى الله منار الإسلام بسيفه.

اما بعد:

یہ اللہ کی عظیم نعمت ہے جو اس نے بالعموم اہلِ اسلام پر اور بالخصوص اہلِ شام کو مرحمت فرمائی ہے کہ اللہ نے انہیں بشار الاسد جیسے طاغوت کے زوال سے نوازا۔ اللہ کا شکر اور فضل ہے، اور ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس فتح اور کامیابی کو اہلِ اسلام کے لیے عزت، کامرانی اور قوت کا سبب بنائے۔

اس عظیم واقعہ کے بعد بہت سے اختلافات اور بحث ومباحثے کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس کامیابی کی وجوہات واسباب پر بحث کی جانے لگی، اور سوالات اٹھائے گئے کہ کیا کوئی عالمی سازش اور خارجی ہاتھ اس میں شامل تھے جو بشاری نظام کے زوال کا سبب بنے؟ اس طرح کے بہت سی باتیں کی جانے لگیں۔

لہٰذا اس فتح سے متعلق چند گزارشات پیش کرنے جا رہا ہوں، جو درج ذیل نکات پر مشتمل ہوں گی۔

اول:

یہ بات ہر مسلمان کے عقیدے میں شامل ہے کہ ہر چیز اللہ کی تقدیر اور مشیئت سے ہوتی ہے، اور کائنات میں صرف وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے، وہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۃ آل عمران:۲۶،۲۷)

”کہو کہ: اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور تو ہی بے جان چیز میں سے جاندار کو برآمد کر لیتا ہے اور جاندار میں سے بے جان چیز نکال لاتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔“

وہ ذات پاک تو ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾ ہر روز نئی شان میں ہے، جیسا کہ تفسیرِ بغوی میں ہے: مفسرین نے فرمایا:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جسے چاہے زندہ کرتا ہے، جسے چاہے مارتا ہے، جسے چاہے رزق دیتا ہے، جسے چاہے عزت دیتا ہے، جسے چاہے ذلیل کرتا ہے، جسے چاہے بیماری سے شفا دیتا ہے، جسے چاہے قید سے آزاد کرتا ہے، جسے چاہے غم سے نجات دیتا ہے، جس کی چاہے دعا قبول کرتا ہے، جسے چاہے عطا کرتا ہے، جسے چاہے گناہوں کی معافی دیتا ہے اور اس کی بے شمار تخلیقی افعال اور واقعات میں سے، وہ جو چاہے کرتا ہے۔“

لہٰذا جو کچھ بھی ہوا، وہ اللہ کی مشیئت اور تقدیر کے مطابق تھا، یہ ایک نعمت بھی ہے اور اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے ایک آزمائش اور امتحان بھی۔ ہم اس واقعہ کے اسباب کو سمجھتے ہوئے، اللہ کے فضل اور تقدیر پر شکر گزار ہیں۔

دوم:

یقیناً ان بڑی وجوہات میں سے جو بشار جیسے جابر حکمران کے زوال کا سبب بنی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام و احسان ہے جو اس نے اہلِ شام پر فرمائے اور ان کے درمیان ایمان و صبر سے لبریز ایک جماعت کا اٹھانا ہے، جو دہائیوں سے اس ظالم نظام کے خلاف کھڑی تھی۔ انہوں نے اس کے خلاف اپنی زبان، مال اور جانوں کے ذریعے جہاد کیا۔ یہ عظیم واقعہ صرف چند دنوں یا مہینوں یا پچھلے چند سالوں کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ حق اور باطل کے درمیان ایک طویل جنگ کا نتیجہ ہے جو کئی دہائیوں سے جاری ہے۔

یہ بہت بڑا ظلم ہو گا کہ ہم ان عظیم لوگوں کی محنت کو بھول جائیں جنھوں نے اس جابر نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے تمام وسائل اور صلاحیتوں کو پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے اور ان کے جہاد کو محفوظ رکھے اور ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، تاکہ اہلِ شام

کے درمیان ایسے افراد موجود رہیں جو ان کا سفر مکمل کریں اور اس جابر نظام کو ان دنوں میں اللہ کی مدد اور رحمت سے گرادیں۔ اللہ کی سنت کے مطابق عظیم واقعات کے لیے پہلے سے کچھ ایسی تدابیر اور تیاری ضروری ہوتی ہے، کیونکہ عظیم واقعات اچانک نہیں ہوتے، فتح مکہ بھی کئی آزمائشوں، تربیت، دعوت، ہجرت اور غزوات کے بعد نصیب ہوئی تھی۔

اسی طرح، ہمیشہ سے عظیم واقعات کے لیے بہت محنت، قربانیاں اور مسلسل کام کی ضرورت ہوتی ہے، جنہیں بعض لوگ شاید چھوٹا سمجھیں یا یہ سمجھیں کہ ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، لیکن یہ چھوٹی محنتیں اور جدوجہد ہی ایک بڑی کامیابی اور فتح کی بنیاد بنتے ہیں۔

سوم:

اللہ کی مشیئت کے مطابق حق اور باطل کے درمیان جنگ کا سلسلہ جاری رہنا ہے۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ اہلِ باطل اہلِ حق کے خلاف اپنی دشمنی، مکر اور سازشوں کو جاری رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (سورۃ البقرۃ: ۲۱۷)

"اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کر دیں۔"

اور فرمایا:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ (سورۃ الأنفال: ۳۰)

"اور (اے پیغمبر) وہ وقت یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے خلاف منصوبے بنا رہے تھے کہ تمہیں گرفتار کرلیں، یا تمہیں قتل کردیں، یا تمہیں (وطن سے) نکال دیں، وہ اپنے منصوبے بنا رہے تھے اور اللہ اپنا منصوبہ بنا رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر منصوبہ بنانے والا ہے۔"

اور فرمایا:

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ○ (سورۃ ابراھیم: ۴۶)

"اور وہ لوگ اپنی ساری چالیں چل چکے تھے، اور ان کی ساری چالوں کا توڑ اللہ کے پاس تھا، چاہے ان کی چالیں ایسی کیوں نہ ہوں جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں۔"

اور فرمایا:

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ○ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ○ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ○

(سورۃ الطارق: ۱۵-۱۷)

"بیشک یہ (کافر لوگ) چالیں چل رہے ہیں۔ اور میں بھی اپنی چال چل رہا ہوں۔ لہٰذا تم ان کافروں کو ڈھیل دو، انھیں تھوڑے دنوں اپنے حال پر چھوڑ دو۔"

اس وقت اس مجرم نظام کے زوال کا جو واقعہ پیش آیا ہے، وہ اسی ربّانی سنت کے تحت ہے۔ شام میں اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان ہونے والے اس عظیم معرکے میں جو سازشیں کی گئیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پہلے اہلِ باطل نے اس جابر نظام کو اہلِ اسلام کے خلاف لڑنے کے لیے مدد فراہم کی اور مختلف انداز میں اپنے کردار کو تبدیل کیا۔ تاہم، جب انہیں یہ محسوس ہوا کہ اس مرحلے میں اس نظام کا خاتمہ ان کے مفادات کے لیے بہتر ہے، تو انہوں نے اس نظام کی حمایت سے دستبردار ہو کر اسے گرادینے کی سازش شروع کی، تاکہ اپنے مفادات اور منصوبوں کو آگے بڑھا سکیں۔ ان لوگوں کی جانب سے اس تبدیلی پر ساری دنیا شاہد ہے۔

ان مجرموں کے اس اقدام کے پیچھے سب سے بڑی وجہ اہلِ شام کا صبر، استقامت اور جہاد ہے جو اللہ نے اہلِ سنت کو عطا کیا، اور اسی طرح ان اسباب کے جمع ہونے سے اللہ کی سنت پوری ہوئی، جس کے مطابق دنیا میں حق و باطل کے درمیان تصادم کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۱)

"اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعے دفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے، لیکن اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔"

اور فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ (سورۃ الحج: ۴۰)

"اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کردی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔"

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۲ پر)

عمرِ ثالث

امارت اسلامیہ افغانستان کے مؤسس عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تاریخ

مصنف: قاری عبدالستار سعید
مترجم: جلال الدین حسن یوسف زئی

ایک بامعنی خواب

اقتدار کی خاطر تنظیموں کے مابین اختلافات افغانستان کے دیگر صوبوں کی طرح جنوبی صوبوں میں بھی بد نظمی اور خانہ جنگی کی وجہ بن گئے۔ قندھار میں ملانقیب، استاذ عبدالحلیم، سرکاتب اور دوسرے گروپوں کے مابین لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا جبکہ دوسری طرف ہلمند میں سابق مجاہدین کے درمیان پہلے سے جاری باہمی جنگوں نے مزید زور پکڑ لیا۔ رئیس عبدالواحد، محمد رسول اخندزادہ، مولوی عطاء محمد اور دیگر فریقوں کے درمیان باہمی جنگیں اس قدر تیز ہوئیں کہ روز کے حساب سے دسیوں افراد قتل اور بھاری اسلحہ کے استعمال کی وجہ سے گاؤں اور گھر تباہ ہو رہے تھے۔

ہلمند کی جنگوں میں حصہ لینے والا ایک کمانڈر، جس پر اس کے مخالفین کی طرف سے زمین تنگ کر دی گئی تھی اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا، چاہ رہا تھا کہ سنگِ حصار کے علاقے میں اسے کیمپ بنانے کے لیے جگہ دی جائے لیکن وہاں کے مقامی مجاہدین نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اس دوران ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم نے خواب دیکھا اور صبح اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ میں نے رات میں خواب دیکھا کہ ہمارے مدرسہ کے ساتھ منسلک اسلحہ ڈپو کی چھت منہدم ہو گئی ہے اور ڈپو میں پڑے اسلحے پر سورج کی روشنی پڑ رہی ہے۔

بعض طلباء خواب سننے کی وجہ سے پریشان ہو گئے، لیکن اس طالب علم نے یہ خواب علاقے کے ایک نیک اور دیانت دار مشہور بزرگ عالم مولوی موسیٰ جان کو بیان کیا، بزرگ نے اس خواب کی مختلف تعبیر کی کہ اسلحے پر سورج کی روشنی پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اسلحے کی بدولت ملک بھر میں روشنی پھیلائے گا، چونکہ اسلام روشنی کی مانند ہے تو اللہ تعالیٰ اس اسلحے کے ذریعے ملک میں اسلام کو حاکم بنائے گا۔ اس خواب کے معبر مولوی موسیٰ جان کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے لیکن انہوں نے جس خواب کی تعبیر کی تھی وہ چند سال بعد پورا ہو گیا اور اسی اسلحے کے ذریعے فساد کے مقابل انقلاب برپا ہوا۔

طوائف الملوکی اور بد نظمی

افغانستان پر قابض اشتراکیت پسند نظام کی شکست کے بعد مجاہدین اس قابل نہ ہو سکے کہ ملک میں ایک متحد اور معیاری اسلامی نظام کا نفاذ کر دیتے۔ بلکہ مجاہدین کا لبادہ اوڑھے بعض اقتدار کے حریص لوگوں نے پہلے ہی سے اشتراکیت پسندوں کے ساتھ خفیہ معاملات شروع کر دیے تھے۔ کام اس وقت خراب ہوا جب خفیہ گٹھ جوڑ کے ذریعے برسرِ اقتدار پارٹی (پرچم) نے دار الحکومت کابل کے اختیارات صرف جمعیت اسلامی کے حوالے کر دیے۔ دیگر اشتراکیت پسندوں نے اپنی دفاع اور نیا لبادہ اوڑھنے کے لیے ملک کے شمال میں جنرل دوستم کی سربراہی میں جنبش نامی تنظیم بنائی جس نے سابقہ حکومت کے زیادہ تر فوجی وسائل کو بھی اپنے قبضے میں کر لیا۔

اقتدار اور قوت حاصل کرنے کی اس دوڑ میں موقع پرست اور اقتدار کے بھوکے گروپ اور تنظیمیں ملک کے مختلف علاقوں پر قابض ہو گئے اور وہاں اپنی ذاتی حکومتیں قائم کر دیں۔ ایسے میں ملک پر مکمل طور پر طوائف الملوکی کا راج ہو گیا۔ کابل میں مسعود، دوستم، مزاری، حکمت یار، سیاف، محسنی اور دیگر گروپوں کی حکومتیں بن گئیں۔ ملکی سطح پر لغمان، لوگر اور میدان وردگ پر حکمت یار کی 'حزب اسلامی' نے قبضہ کر لیا، کابل کے سفارتی علاقے سمیت، کاپیسا، تخار اور بدخشاں پر ربانی کی 'جمعیت' قابض ہو گئی، مزار، شبرغان، سرپل اور فاریاب دوستم کے قبضے میں چلے گئے، بادغیس، ہرات اور فراہ میں اسماعیل خان نے اپنی حکومت قائم کی، بامیان اور اس کے قریب تمام ہزارہ علاقے مزاری کی حزب وحدت نے پکڑ لیے، ننگرہار حاجی قدیر کی سربراہی میں مشرقی شوریٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا جبکہ بغلان کے مرکز پر سید منصور نادری قابض ہو گیا۔ باقی صوبوں میں مختلف تنظیموں اور خود سر کمانڈروں نے چھوٹے چھوٹے راجواڑے بنا لیے۔

طاقت اور حصولِ اقتدار کے حریصوں نے ایک دوسرے کے خلاف سیاسی، تنظیمی، نسلی اور لسانی تعصبات کو بھڑکا کر ان کی بنیاد پر خونریز لڑائیاں شروع کر دیں۔ اور اسی طرح قومی وسائل کو منظم طریقے سے لوٹنے، بیچنے اور تباہ کرنے کا آغاز کر دیا گیا۔ ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۵ء تک کا زمانہ افغانستان کی تاریخ میں بد نظمی، ظلم، قتل و غارت اور سربیّت کا دور سمجھا جاتا ہے۔ جس کی نہ اس سے قبل کوئی مثال ملتی ہے اور نہ ہی آئندہ مثال ملے گی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ظالم حاکم کے چند سالہ دورِ حکومت میں اتنے مظالم نہیں ہوتے اور نہ ہی اتنے حقوق تلف کیے جاتے ہیں جتنا کہ بد نظمی کی حالت میں ایک دن میں مظالم ڈھا دیے جاتے ہیں اور یہ بات انہی سالوں میں صحیح ثابت ہوئی۔ مختصراً یہ کہ ان تین سالوں کے عرصے میں افغانستان میں دو صدیوں سے زیادہ عرصے پر محیط نظام کی تمام ہست و بود اور وہ قیمتی سرمایہ اور ترقی جو عسکری، اقتصادی، تعلیمی، فنی اور سماجی شعبوں میں حاصل کی گئی تھی گنوا دی گئی۔

ان خود سر اسلحہ برداروں نے ملک کے کارخانے، سرکاری محکمے، رفاہی ادارے اور قومی اثاثے لوٹ لیے اور اونے پونے داموں پڑوسی ممالک کو بیچ دیے۔ افغانستان کے عسکری وسائل

خصوصاً ٹینک، جہاز، بھاری اسلحہ، ٹیکنیکل ورکشاپوں وغیرہ کو ناکارہ بنا کر انہیں لوہے کی قیمت پر بیچ دیا گیا۔ تعلیمی مراکز، فلاحی اور سماجی خدمات کے ادارے نہ صرف بند کر دیے گئے بلکہ ان کی عمارتوں کو بھی بھاری نقصان پہنچایا گیا۔ ملک کی معیشت کو بھی شدید دھچکا لگا۔ پہلے ایک امریکی ڈالر کی قیمت چار سو افغانی تھی، جنگوں کی وجہ سے ملکی کرنسی کی قیمت اتنی گر گئی کہ ایک ڈالر کی قیمت پچیس ہزار افغانی تک پہنچ گئی۔ تاریخی آثار کی غیر قانونی تجارت، جنگلات کی کٹائی، معدنیات لوٹنا ہر کسی کے دسترس میں آ گیا تھا۔

کابل شہر ۸۰ فیصد مسمار اور شہر کی منقولہ املاک لوٹ لی گئیں تھیں۔ مالی نقصانات کے ساتھ ساتھ جو معنوی نقصانات ان جنگجوؤں نے ملک کو دیے وہ بے شمار ہیں۔ کابل کے مختلف کتب خانوں سے کثیر تعداد میں کتابیں غائب ہوئیں۔ میوزیم، معلومات کے وسیع ذخائر، آرٹ گیلریاں اور نمائش گاہیں جو سالوں کی محنت کا نتیجہ تھیں اور نایاب آثار سے بھری پڑی تھیں، لوٹ لی گئیں اور ان کی بیش بہا قیمتی اشیاء کو پڑوسی ممالک میں نیلام کر دیا گیا۔

ان قومی المیوں کے علاوہ معاشرتی اور امن وسلامتی کی اعتبار سے افغانستان کے لوگوں پر ایسی کالی گھٹا چھا گئی جس کا کما حقہ بیان کرنا شاید لکھاری کے لیے ممکن نہ ہو۔ شہر شہر، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں اسلحہ بردار گھومنے لگے اور وہاں چیک پوسٹیں بنا دی گئیں۔ اسلحہ بردار گروہوں کے مابین خونریز لڑائیاں شروع ہوئی، جس میں زیادہ تر نقصان عوام کو پہنچا۔ مقامی اسلحہ برداروں کے مابین وقفے وقفے سے روزانہ لڑائیاں ہوتی رہتیں اور ملک کے بعض علاقوں میں تنظیموں کے مابین مسلسل اور طویل جنگیں شروع ہو گئیں۔ کابل میں حزب، جمعیت، جنبش، حزبِ وحدت، اتحاد اور حرکتِ محسنی تنظیموں کے مابین خونریز جنگیں شروع ہوئیں۔ قندوز اور بغلان میں جمعیت، جنبش، حزب اور نادری ملیشیاؤں کے مابین مسلسل جنگیں جاری تھیں، شمالی صوبے خصوصاً فاریاب اور بادغیس میں دوستم اور اسماعیل خان کے درمیان لڑائیاں جاری تھیں، ہلمند میں جمعیت، حزب اور حرکت کے کمانڈروں کے درمیان جنگیں ہو رہی تھی اور اسی طرح اور صوبوں میں بھی خانہ جنگی کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ان جنگوں میں نہ صرف یہ کہ عوام کے جان ومال کا نقصان ہو رہا تھا بلکہ روز کے حساب سے لوگوں کے حقوق تلف کیے جاتے، مظالم ڈھائے جاتے اور وحشیانہ تشدد کی واقعات رونما ہوتے۔

ان جنگجوؤں نے اپنی ضروریات اور اخراجات پورے کرنے کے لیے چوری اور راہزنی کے علاوہ چیک پوسٹیں بنا کر ان پر محصول چنگی وصول کرنا بھی شروع کر دی۔ ملک کے اکثر راستوں اور سڑکوں میں قدم قدم پر چیک پوسٹیں اور رکاوٹی زنجیریں لگا دی گئیں۔ چیک پوسٹوں والے عام مسافروں، ڈرائیوروں اور سوداگروں سے محصول چنگی کے نام پے پیسے بٹورتے رہتے، اس کے علاوہ عام تنگدست لوگوں پر تشدد کرتے، ان کی تحقیر کرتے اور پیسے نہ دینے کی صورت میں مختلف سزائیں دیتے۔

مستقل جنگیں، لاقانونیت، بدکار اسلحہ برداروں کا تسلط اور بالادستی اور ان حالات میں روزگار و تعلیم کا فقدان اور عمومی بدنظمی نے ملک کو ہر لحاظ سے مکمل سقوط کے دہانے پر لا کھڑا کیا تھا۔ نئی ابھرتی نسل کی پرورش اور تربیت حالات کے زیر اثر بے باک اور بے لگام جنگجوؤں جیسی ہو رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ زیادہ تر کم عمر لڑکے اسلحہ بردار بن جاتے اور مورچے اور چیک پوسٹ میں زندگی گزارنا پسند کیا کرتے تھے۔

ایسی اندھیر نگری میں صحیح سلامت زندگی گزارنے کے تمام امکانات ناپید ہو چکے تھے۔ اکثر علاقوں میں معاشرے کا پست کردار، بد اخلاق اور بدکار طبقہ اقتدار کے باگ دوڑ سنبھال رہا تھا اور معاشرے کے معزز افراد یعنی حقیقی مجاہدین، علمائے کرام، متقی اور پرہیزگار لوگ، علمِ دین کے طلبہ اور ملک وعوام کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے افراد بدتہذیب اسلحہ برداروں کے جبر تلے محکومیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ افغان عوام شدید مایوسی کا شکار تھے، عالمی اور پڑوسی ممالک ان حالات کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور محض افغانستان میں جاری ظلم کی خبریں نشر کرنے پر ہی اکتفا کر رہے تھے۔ اقوام متحدہ کی اصطلاح میں انسانی حقوق اور رفاہی اداروں کا بھی محض یہی کام تھا کہ حاکم اسلحہ برداروں کے مظالم کی لسٹ بنا کر سالانہ اور ماہانہ بنیاد اس کو نشر کر دیں۔ افغان قوم کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے امید نہیں تھی کیونکہ وہ ہر کسی سے مایوس ہو چکے تھے۔

جب ناانصافی اور ظلم اوج کو پہنچ جائے، جب جابروں کے ظلم کا خنجر گوشت کو چیرتے ہوئے مظلوموں کی ہڈیوں تک پہنچ جائے اور جب کمزور اور ناتواں بندگانِ خدا کی چیخیں عرش تک پہنچ جائیں تو ایسی حالت میں مظلوموں پر ربِ ذوالجلال کا رحم جوش میں آتا ہے اور ظالموں کی سزا کے لیے قہر کے طوفان اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ رات جب تاریک ہو جائے تو اس کے بعد ہی صبح کا اجالا نمودار ہوتا ہے اور جب خزاں گلشن کی خوبصوری کو چھین لیتی ہے تو اس کے بعد بہار کا موسم نمودار ہوتا ہے۔

افغانستان میں بدنظمی اور ظلم کا سلسلہ اپنے آخری حد تک پہنچ گیا تھا، ایسی حالت میں ایک نورانی، اسلامی اور امن کی خواہاں تحریک کا ظہور قدرت اور فطرت کی قوانین کی مطابقت کے ساتھ بہت ضروری اور بہت اہم تھا۔

قندھار میں کیا چل رہا تھا؟

ان بدنظمی والے سالوں میں صوبہ قندھار خصوصاً قندھار شہر بھی بقیہ افغانستان کی طرح افراتفری، جنگ، فساد، بدامنی اور ہر گلی کوچے میں الگ الگ راجواڑوں کا شاہد تھا۔ چونکہ قندھار شہر پر کسی تنظیم یا جنگجو کمانڈر کا مکمل قبضہ یا اپنے مدمقابل جنگجو کمانڈروں پر بالادستی حاصل نہیں تھی، اس لیے ہر کمانڈر خود سر بادشاہ تھا اس کا جو دل چاہتا وہ کر لیتا۔

ملا نقیب جو جمعیت کا رکن تھا اور قندھار میں ربانی کی حکومت کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا، وقتاً فوقتاً کابل سے اس کے پاس پیسے آتے رہتے اس لیے چیک پوسٹوں پر محصول چنگی کے نام سے پیسے بٹورنے سے اپنے آپ کو دور رکھا تھا۔ لیکن باہمی لڑائیوں، بد اخلاقیوں اور فساد میں اس کے افراد باقی کمانداروں کے افراد سے کم نہیں تھے۔

قندھار شہر اقتدار اور قبضے کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ڈنڈ سے صوبے کے صدر مقام تک کا علاقہ ملا نقیب کے قبضے میں تھا۔ صوبے کا صدر مقام، چارسو، شکاپور کا دروازہ اور ہرات بازار گل آغا شیر زئی کے قبضے میں تھا۔ حضرت جی بابا، کابل دروازہ اور قشلۂ جدید امیر لالی کے قبضے میں تھا۔ قندھار کے ایئر پورٹ پر کمانڈر مغاش کے بیٹے احمد نے قبضہ کر رکھا تھا۔ سرپوزہ سے ڈنڈ اور نظر جان باغ تک کے علاقوں پر استاد عبد العلیم قابض تھا۔ باغ پل سرکاتب کے قبضے میں تھا۔ شاہ آغا کے دوراہے اور ناگہان کمانڈر نادر جان کا علاقہ تھا۔ سنزری اور اشوغہ پر حبیب اللہ جان کی چیک پوسٹیں تھیں اور داروخان کا کولک اور سلوغی کے علاقوں پر قبضہ تھا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یہ کمانڈر اشتراکیت پسندوں کے ساتھ معاہدے کے نتیجے میں ان علاقوں پر قابض ہو چکے تھے۔ اشتراکیت پسندوں کے ساتھ ان کے معاہدے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اقتدار کی منتقلی کے بعد جنرل اکرم سمیت اشتراکیت پسند حکومت کے اعلیٰ عہدیداران قندھار شہر میں آزادانہ رہ رہے تھے اور بالآخر اپنی مرضی سے ملک سے نکل گئے۔ اشتراکیت پسند حکومت دور کے بعض فوجی نظم تنظیمی دور میں بھی اپنی پرانی حالت میں برقرار تھے، یعنی عصمت مسلم کا ملیشیاء جو نجیب دور میں قندھار شہر اور بولدک کے مابین راستے کی حفاظت پر مامور تھا اور تنظیمی دور میں بھی پہلے کی طرح کمانڈر منصور نے شور اندام اور غرہ کلی کے علاقوں میں مورچے بنائے تھے اور ان علاقوں کا اختیار اس کے پاس تھا۔

اس طرح پر قندھار شہر نااہل اسلحہ برداروں کے مابین قریہ قریہ اور گلی گلی میں تقسیم ہو چکا تھا۔ مستقل اور متوازی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں اور حقیقی مجاہدین شہر سے دور ضلعوں اور دیہی علاقوں میں رہ رہے تھے اور اکثر نے جہاد ختم ہونے کے بعد اپنی مجموعات کو ختم کر دیے تھے۔

قندھار شہر پر قابض اسلحہ برداروں کی تنظیمی و قومی عصبیت پر اور حکومتی وسائل کو لوٹنے کی خاطر ہمیشہ جنگیں ہوتی رہتیں۔ ان اسلحہ برداروں نے سب سے پہلے ان ٹینکوں اور فوجی وسائل کو کباڑ میں بیچ دیا جو سوویت افواج کے دور سے ادھر پڑے ہوئے تھے، اسی سامان میں کثیر تعداد میں وہ ناکارہ ٹینک بھی تھے جو ضلع ڈنڈ کی حدود میں قندھار ہرات شاہراہ پر پڑے تھے۔ یہ وہ ٹینک تھے جو روسیوں کے ساتھ دس سالہ لڑائیوں کے دوران شہید ملا نیک محمد، ملا محمد عمر مجاہد، شہید لالا ملنگ، شہید طالب جان اور دیگر مجاہدین کی طرف سے تباہ کیے گئے تھے۔ ان ٹینکوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ پوری شاہراہ پر کوکران سے پنجوائی کے دوراہے تک حکومتی افواج نے راستے کی ایک جانب دیوار کی طرح فولادی حصار بنادیا تھا جس کی آڑ میں فوجی اپنے مورچوں تک رسد و کمک پہنچاتے تھے۔ اسلحہ برداروں نے جہاد کی ان یادگاروں اور بہادروں کے خون سے سرہونے والے ان معرکوں کے آثار کو پہلے بموں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور پھر ان ٹکڑوں کو پاکستانی تاجروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

جہادی غنائم اور حکومتی وسائل کو نیلام کرنے اور کباڑ میں بیچنے کے بعد اسلحہ برداروں نے پیسے بٹورنے کی خاطر چیک پوسٹس بنانا شروع کر دیں۔ ہر کمانڈر نے عمومی راستوں پر لوگوں سے پیسے ہتھیانے کے لیے چیک پوسٹس بنادیں۔ قندھار میں چیک پوسٹوں کا اصل راستہ افغانستان کی داخلی مرکزی سرکلر شاہراہ تھی جو اس صوبے کے درمیان سے گزر رہی تھی، یعنی ہرات سے قندھار شہر تک اور پھر کابل تک پھیلی ہوئی بڑی شاہراہ۔ اسی طرح سرحدی چھوٹے شہر بولدک اور قندھار شہر کے مابین راستے پر بھی بے شمار پوسٹیں بنائی گئی تھیں۔

اگرچہ ملا محمد عمر مجاہد نے اپنے مرکز اور مدرسہ کے قریب اسلحہ برداروں کو چیک پوسٹ بنانے کی اجازت نہیں دی لیکن قندھار شہر سے ہرات تک پھیلی ہوئی سڑک پر بے شمار چیک پوسٹیں بنائی گئیں تھیں۔ عینی شاہدین کے بقول ان علاقوں میں زیادہ تر چیک پوسٹوں اور اسلحہ برداروں کے ظلم و اذیت کی وجہ سے تاجر مجبور ہو گئے کہ ہرات کی طرف سے لایا جانے والا تجارتی سامان عمومی راستے کے بجائے ریگستانی دشت کے راستوں سے ٹریکٹروں اور دیگر گاڑیوں میں سرحدی شہر بولدک منتقل کریں۔

اسلحہ بردار نہ صرف یہ کہ لوگوں سے پیسے بٹورتے تھے اور پیسوں کی خاطر ان پر تشدد اور قتل کی حد تک ان پر ظلم کرتے تھے بلکہ ان کی چیک پوسٹیں غیر اخلاقی جرائم کی آماجگاہیں تھی۔ ان چیک پوسٹوں میں معاشرے سے مفرور، بدکردار، نشئی، ڈاکو، فاسق اور فاجر لوگ جمع ہو گئے تھے، جن میں سے بعض چوری اور ظلم کرنے کے ساتھ ساتھ زنا، لواطت، قمار بازی اور دیگر گناہوں میں بھی ملوث تھے۔

حبیب اللہ جان کی سنزری کے علاقے میں چیک پوسٹ تھی، اس نے اپنی چیک پوسٹ میں ایک کاٹنے والا کتا پال رکھا تھا، جب کوئی اسے پیسے نہ دیتا تو کتے کے پاس اس کو بھی باندھ لیتا تا کہ راہ گیر اپنے آپ کو بچانے کی خاطر پیسے دینے پر آمادہ ہو جائے۔

چیک پوسٹوں میں موجود ان بدمعاشوں کے بارے میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ راہ چلتی گاڑیوں سے خواتین کو اتار کر ان کی عزت لوٹتے تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد سنگ حصار کے علاقے میں اپنی مسجد اور مدرسہ کے کاموں میں مصروف تھے۔ اگرچہ آپ نے اپنے مدرسہ کے قریب بڑی شاہراہ پر اسلحہ برداروں کو چیک پوسٹ بنانے کی اجازت نہیں دی تھی لیکن اردگرد کے علاقوں میں ہونے والے مظالم کو دیکھتے رہتے اور روزانہ کی بنیاد پر ان کو دل سوز خبریں ملتی رہتیں۔

ارزگان سے تعلق رکھنے والے مولوی عبدالحنان جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جاننے والے تھے ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرکز میں آئے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دن میں قندھار شہر سے آرہا تھا تو کولک کے علاقے میں چیک پوسٹ والوں کی جانب سے ہماری گاڑی روک دی گئی۔ ایک اسلحہ بردار آگے بڑھا اس کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو گاڑی میں دروازے کے قریب بیٹھی تھی، اس نے بڑی بے باکی کے ساتھ اس لڑکی کے سینے کو ہاتھ لگا دیا لیکن ڈر کے مارے کسی نے بھی ردعمل نہیں دکھایا۔

ایک دن ملا محمد عمر مجاہد اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکے کو بھاگتے ہوئے دیکھا، ان کو وہ اجنبی لگا اس لیے اسے آواز دے کر بلایا۔ لڑکا جب قریب آیا تو اس نے بتایا کہ میں ہرات کا رہنے والا ہوں، اپنی ماں کو علاج کے لیے پاکستان لے گیا تھا، واپسی پر پشمول کے علاقے میں چیک پوسٹ والوں نے مجھے گاڑی سے نیچے اتارا اور آٹھ روز مجھے قید میں رکھا آج چھوٹ کر آیا ہوں۔ اس لڑکے نے اقرار کیا کہ ان آٹھ راتوں میں کوئی ایسی رات نہیں گزری کہ جس میں ان اسلحہ برداروں نے کسی لڑکے یا خاتون کو اپنے جنسی تسکین کے لیے قیدی نہ بنایا ہو۔

ملا محمد عمر مجاہد کے ایک ساتھی اور مدرسہ کے شاگرد ملا سعد اللہ بتاتے ہیں کہ ایک دن میں اور ملا برادر اخوند قندھار شہر جا رہے تھے اور گاڑی کی چھت پر بیٹھے تھے۔ جب پشمول میں صالح نامی شخص کی چیک پوسٹ پہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمسن لڑکا جو حلیے سے ہی فاسق لگ رہا تھا، چیک پوسٹ پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے گاڑی قریب آنے پر ڈرائیور کو گندی گالیاں دیں لیکن ڈرائیور نے اس موقع پر تحمل کا مظاہرہ کیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

ملا سعد اللہ کہتے ہیں کہ یہ صورتحال دیکھ کر میں نے ملا برادر اخوند کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے جہاد، قربانیوں اور شہادتوں کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا جس کی مثال ابھی تم نے دیکھی۔ تو اس حالت پر میں کیسے نہ روؤں۔

مسلسل مظالم، ناخوشگوار واقعات، دلسوز حادثات اگر ایک طرف ملا محمد عمر مجاہد اور دیگر باضمیر مجاہدین کو فکر مند کر رہے تھے تو دوسری طرف ان اسلحہ برداروں کے خلاف نفرت اور ان سے انتقام لینے کا جذبہ مسلسل ان کے سینوں میں ابل رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

آج ہماری عفت مآب بہنیں طرح طرح کے تشدد اور تعذیب کا سامنا کر رہی ہیں۔ لیکن ان مظلوم خواتین کی چیخ و پکار قید خانوں کے درودیوار سے ٹکرا کر، وہیں دم توڑ جاتی ہیں۔ اُن کی فریادیں، اُمت کی اکثریت پر طاری وہن، بے حسی اور لاپرواہی کے سمندر میں غرق ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کفر کے جرائم کی فہرست میں ایک اور جرم کا اضافہ کرتی ایسی ہی المناک داستان ہماری بہن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جلد آسانی عطا فرمائیں! ڈاکٹر عافیہ کا مسئلہ محض اتنا نہیں کہ ایک کمزور اور لاچار مسلمان عورت کو کفار نے قید کر لیا، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ پوری امت کی غیرت وحمیت کا مسئلہ ہے اور بھلا ایسے شخص میں کیا خیر ہوگی جو غیرت سے ہی عاری ہو؟
ان متکبرین کے دل ایسے نہیں کہ شکوہ وشکایت سے نرم پڑ جائیں۔ اپنا حق کبھی بھی التجاؤں اور فریادوں کے ذریعے نہیں ملا کرتا! اس لیے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور اِن کفار کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیتا تب تک صبر واستقامت کے ساتھ جہاد وقتال کے راستے پر جمے رہنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ ساری حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی آخر وہ کیا عذر ہے جو آپ کو اس فرض کی ادائیگی سے روکے ہوئے ہے؟ انہیں جہاں پائیں قتل کریں! قید کریں! محاصرہ کریں ان کا! اور ہر گھات لگانے کی جگہ اِن کے لیے گھات لگائیں! اور اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ مل کر اُن کی صفوں کو مضبوط کریں!

فضيلة الشيخ أبو يحيىٰ الليبي شهيد رحمه الله

تحریکِ ختمِ نبوت سے ڈی چوک گرینڈ آپریشن تک

معین الدین شامی

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله ونشهد أن محمدًا عبده و رسوله. ربِّ اشرح لي صدري، ويسّر لي أمري، واحلل عقدة من لساني، يفقهوا قولي، واجعلي وزيرا من أهلي، أما بعد!

یہ جملہ اب کہاوت کی صورت اختیار کر گیا ہے کہ 'ہر ملک کے پاس ایک فوج ہوتی ہے اور پاکستان فوج کے پاس ایک ملک ہے'۔ پاکستان میں بسنے والے سیاسی شعور کے ابتدائی درجے کے حامل سے لے کر پاکستان کی سیاست و حکومت کو جاننے والے دنیا کے کسی بھی خطے میں موجود فرد تک، ہر ایک بخوبی جانتا ہے کہ پاکستان فوج بلا شرکتِ غیرے پاکستان کی حکمران نہیں، بلکہ اس ملک کی مالک ہے۔ ہر ملک کو ایک خاص اسٹیبلشمنٹ چلاتی ہے۔ کہیں اس کو ڈیپ سٹیٹ کہتے ہیں جس کی مرضی کے بغیر کوئی اوباما اور کوئی ٹرمپ کوئی کلیدی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کہیں کسی پارٹی کا اقتدار ہوتا ہے اور پارٹی چیئر مین اس قدر طاقت ور ہو سکتا ہے کہ وہ مؤسس چیئر مین ماؤ کے فیصلوں کو بھی حرفِ غلط قرار دے دے۔ کہیں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں اقتدار گھوم پھر کر اسی برہمن کے پاس آ رہتا ہے جو بقول ویدوں کے بھگوان کے سر سے پیدا کیے گئے ہیں (نعوذ باللہ)۔ پاکستان کے قیام کے کچھ عرصے بعد ہی یہاں کی ڈیپ سٹیٹ، کمیونسٹ پارٹی، برہمن، اسٹیبلشمنٹ، پاکستان فوج بن گئی۔

اس اسٹیبلشمنٹ نے روزِ اول سے اپنے آپ کو اس ملک کا بے تاج بادشاہ جانا اور پھر اپنے افسروں کی تربیت بھی اسی بادشاہی کے لیے کی، پھر یہی افسر کبھی بے تاج بادشاہ رہے اور کبھی تاج ور بھی۔ ماضی کے چند چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر لازمی ہے، لیکن اس سے قبل آج کے پاکستان کی صورتِ حال، جدید ریاست کے پانچ ستونوں کے ساتھ موازنے کی شکل میں دیکھ لیجیے۔

پاکستان میں جدید ریاست کے پانچ میں سے چار ستون مکمل طور پر اسی فوج کے باج گزار ہیں، بلکہ ایک ستون تو یہاں دراصل خود یہ فوج ہی ہے۔

۱. پہلا ستون: مقننہ۔ یعنی پارلیمان۔ کیا سیاست کی ابتدائی درجے کی سمجھ بوجھ رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے پاکستان کی حالیہ پارلیمان آزاد ہے اور اس پارلیمان کے ارکان جمہوری لحاظ سے بنا ووٹوں، بیلٹ بکسوں یا فارم ۴۵ و ۴۷ کی دھاندلی کے ایوانِ اقتدار میں پہنچے ہیں؟ پاکستان کے آئین میں ہونے والی حالیہ چھبیسویں ترمیم، پاکستان ملٹری اسٹیبلشمنٹ ہی کے حکم پر ہوئی۔ بلکہ کتنے سیاست دان آن ریکارڈ کہہ چکے ہیں کہ اس کا ابتدائی مسودہ تک 'کہیں' سے آیا۔ ہارس ٹریڈنگ اور لوٹوں کی اصطلاح سے کون پاکستانی واقف نہیں؟

۲. دوسرا ستون: انتظامیہ یا ایگزیکٹیو۔ یعنی قانون نافذ کرنے والے ادارے اور بیوروکریسی۔ اول الذکر تو عملاً خود یہی فوج ہے اور مؤخر الذکر بیوروکریسی اور پولیس سِول سطح پر اسی فوج کی خدمت گار، سہولت کار، معاون اور اسی فوج کے ساتھ پارٹیز سے لے کر مراعات تک سے محظوظ ہونے والا طبقہ ہے۔

۳. تیسرا ستون: عدلیہ۔ اس ستون کا کام آئین و قانون کی تشریح اور عدل و انصاف کی فراہمی ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک پاکستان کے عدالتی سسٹم ہی کے تحت میرٹ پر آنے والے ججوں میں بھی اکثر ملٹری اسٹیبلشمنٹ کے لیے مثلِ بیوروکریسی خدمت گار، سہولت کار، معاون اور اسی فوج کے ساتھ پارٹیز سے لے کر مراعات تک سب کچھ سے محظوظ ہونے والا ایک طبقہ تھا۔ چھبیسویں آئینی ترمیم کے بعد اب یہ مکمل طور پر فوج کا باج گزار ستون و ادارہ بن گیا ہے۔ اب انصاف کی فراہمی ان ججوں کی ذمہ داری ہے جنہیں ملٹری اسٹیبلشمنٹ کے منظورِ نظر درجن ڈیڑھ درجن پارلیمان میں بیٹھے سیاست دان چنیں گے۔

۴. چوتھا ستون: میڈیا۔ اس کا کام شفاف رپورٹنگ کے ذریعے نظام کی نگرانی اور تعمیری تنقید کے ذریعے معاشرے اور حکومت کے مابین توازن قائم رکھنا ہے، تاکہ عوام میڈیا کے ذریعے حقائق جان کر، صحیح لوگوں کو چن کر، پارلیمان میں بھیج سکیں اور ریاستی مشینری آزادی، مساوات اور ترقی کی جانب گامزن محنت و خدمت کر سکے۔ لیکن اس میڈیا کی حالت کون نہیں جانتا۔ لفافوں، دھمکیوں اور تعذیب و قتل جیسے ہتھکنڈوں سے یہاں کا میڈیا مکمل کنٹرولڈ ہے۔ ۲۶ نومبر ۲۰۲۴ء کو ڈی چوک میں ہونے والی فوجی کارروائی کو دکھانے یا بتانے کی میڈیا کو اجازت نہیں تھی۔ اس ستون کی حقیقت کو جاننا ہو تو سلیم شہزاد سے ارشد شریف اور مطیع اللہ جان اسی صحافت کا نام ہے۔

۵. پانچواں ستون: عوام۔ یہ قوت کا سرچشمہ ہیں، ریاست کی اتھارٹی کی بنیاد اور اس کا جواز۔ اس ستون کو دوسرے الفاظ میں 'بلڈی سویلین' کہتے ہیں۔ اگرچہ باقی تین ساڑھے تین ستون بھی ستون نمبر دو کے مقابل آ جائیں اور ریاست کے آئین و دستور کی 'بالادستی' کی بات غلطی سے کر دیں تو بلڈی سویلین ہی کے زمرے میں مثلِ شودر و دلت قرار پاتے ہیں، ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی سے، افتخار چودھری کو نکالنے کی کوشش اور نواز شریف ثم عمران خان کا بیانیہ 'مجھے کیوں نکالا' تک اسی کی ایک جھلک ہے۔

نظامِ پاکستان میں قوت کا حقیقی سرچشمہ یا اسی نظامِ پاکستان کا مساوی نام ملٹری اسٹیبلشمنٹ یا پاکستان فوج ہے۔ یہ اسٹیبلشمنٹ یہاں کا ریاستی کلٹ (Cult) ہے، جس کو سات قتل معاف ہیں اگرچہ کچھ تحقیق کی جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ ریاستی کلٹ شاید آج تک سات نہیں، سات لاکھ قتل اپنے ہی عوام کے کر چکا ہے۔ ماضی کے چند واقعات کو دیکھتے ہیں، اگرچہ ان واقعات کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان فوج نے ردِ عمل میں جو کارروائی کی اس کے نتیجے میں ایسا ہوا اور دیگر فریق بھی اس کا سبب تھے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نظامِ پاکستان کا دوسرا نام یہی فوج ہے، یہی فوج اس ملک کی 'مائی باپ' ہے، جب بھی لفظِ ریاست یا ریاستی ادارے آتا ہے تو یہی ملٹری اسٹیبلشمنٹ مراد ہوتی ہے، تو بھلا کیا کبھی کوئی ریاست اپنے ہی لوگوں کے خلاف ایسے 'ایکشن' لیتی ہے؟

۱. قیامِ پاکستان کے صرف چھ سال بعد ختمِ نبوت تحریک کو کچلنے کے لیے پاکستان بھر میں پاکستان فوج عاشقانِ ناموسِ رسالت کے خلاف صف آرا ہو گئی۔ straight fire کا حکم جاری کیا گیا اور عوام و خواص میں سے پچاسیوں عینی شاہدین ہیں جن کی گواہیاں دستاویزاتِ تاریخ میں موجود ہیں کہ سیدھی گولی چلانے کے نتیجے میں محتاط اندازوں کے مطابق کم از کم ایک ہزار لوگ شہید کیے گئے۔

۲. مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا اس کو بھلانا بڑا ظلم ہو گا۔ تاریخی حقائق پر مبنی کتب و تحقیقات درجنوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں۔ سنہ ۱۹۷۱ء میں پاکستان فوج سے منسوب ذرائع کے مطابق پچاس ہزار سے ایک لاکھ بنگالیوں کا قتل کیا گیا اور دیگر آزاد ذرائع اس تعداد کو دو لاکھ سے تین لاکھ بتاتے ہیں، جنرل ٹکا خان اپنی گفتگوؤں میں مخالف بنگالیوں کے قتلِ عام کا عندیہ دیا کرتا تھا، یہ بنگالی کسی اور ملک کے باسی یا مغربی بنگال کے بنگالی نہیں تھے بلکہ یہ مشرقی بنگال یعنی مشرقی پاکستان، جو اس وقت متحدہ پاکستان کا حصہ تھا، کے شہری تھے، مملکتِ خداداد کے کلمہ گو شہری۔ اس زمانے میں دو لاکھ سے چار لاکھ بنگالی عورتوں کی عصمت دری کی گئی، جنرل نیازی اور اس کی ماتحت فوج کی اس جرم میں شرکت کی پچاسیوں گواہیاں موجود ہیں، بلکہ یہ فوجی اس کا اظہار اعلانیہ اور فخریہ کیا کرتے تھے، بلکہ جتنی عورتوں کی عصمت دری کرتے تو ان کی تعداد کو اپنا 'سکور' کہا کرتے تھے، جنرل نیازی سے منسوب ایک جملہ مشہور ہے کہ وہ جوانوں سے پوچھا کرتا تھا کہ 'آج تیرا کتنا سکور رہا شیرا؟'۔ پاکستان فوج کے افسران بنگالیوں کو کم ذات سمجھتے تھے، ان کے رنگ اور قد کاٹھ کا کھلے عام مذاق اڑاتے تھے، چٹاگانگ کلب میں 'بنگالیوں اور کتوں' کے داخلے پر پابندی تھی۔[۳۴]

۳. پاکستان فوج میں ڈیڑھ دہائی سے زیادہ خدمات سرانجام دینے والے راقم السطور کے قریبی عزیز میجر ڈاکٹر مجاہد عظیم طارق[۳۵] نے کئی سال سی ایم ایچ کوئٹہ میں کام کیا۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ ان کی سروس کے زمانے میں بلوچستان میں تعینات پاکستان فوج کے افسروں میں یہ بات عام تھی کہ پاکستان فوج کے سپیشل سروسز گروپ (ایس ایس جی) کا مشہور کمانڈر بریگیڈیئر ٹی ایم (طارق محمود) سنہ ۷۰ء کی دہائی میں جب بلوچستان میں تعینات تھا، تو وہ بلوچ نوجوانوں کو ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر بلوچستان کے پہاڑی علاقوں کی طرف لے جاتا تھا اور پھر ان بلوچ نوجوانوں کو ہیلی کاپٹر سے دھکا دے کر نیچے گرا دیتا تھا جو ان کی موت کا سبب بنتا تھا۔ اس لیے جب ۱۹۸۹ء میں بریگیڈیئر ٹی ایم گوجرانوالہ کے علاقے راہ والی میں پاکستان آرمی ایوی ایشن سکول کے ایک فوجی شو میں اپنا پیراشوٹ نہ کھلنے کے سبب فضا سے زمین پر ٹکرا کر مرا، تو ٹی ایم کے ساتھ بلوچستان میں تعینات رہنے والے فوجی افسران کو حیرت نہ ہوئی۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، مظلوم کی آہ عرش تک پہنچتی ہے۔ اس واقعے کا ذریعہ ایک ذاتی نوعیت کی یادداشت ہے، لیکن بلوچستان میں پاکستان فوج کا کردار مشرقی پاکستان سے کچھ مختلف نہیں رہا۔ نواب اکبر خان بگٹی نے تحریکِ پاکستان میں بانیٔ پاکستان محمد علی جناح صاحب کے ساتھ شمولیت اختیار کی۔ پاکستان فوج کی پالیسیوں نے اس محبِ وطن شخص کو بلوچ مکتی باہنی کے سردار میں بدلا اور قتل کیا اور پھر اس کی لاش کو مقفل تابوت میں لا کر دفنا دیا، بگٹی خود بھی کوئی پارسا آدمی نہ تھا اس نے ایک ظالم (یعنی پاکستان فوج) کے خلاف دوسرے ظالموں کی حمایت کرنے اور حمایت حاصل کرنے کی راہ چنی، پھر خود بھی اور اپنی قوم کے جوانوں کو بھی 'تاریک راہ' کی طرف دھکیل دیا۔ اختر مینگل خاندان کے کم سن بچوں کو ایم آئی کے اہلکاروں نے کراچی کے ایک نجی سکول سے اغوا کرنے کی کوشش کی۔ بگٹی اور مینگل بلوچ قوم کے سردار تھے، سوچیے عام بلوچوں کے ساتھ پاکستان فوج نے کیا سلوک روا رکھا؟ 'ریاست ہو گی ماں کے جیسی، ہر شہری سے پیار کرے گی' کے ٹھیکے دار ریاستی اداروں پر چیف بلکہ ریاست کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے اپنے ہی ملک کے بلوچ باشندوں کو کہا کہ 'ہم تمہیں وہاں سے ہِٹ کریں گے کہ تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا'، کیا ریاست ماں کا اندازِ تخاطب ایسا ہی ہوتا ہے اور ماں بالفرض اپنی اولاد کو کچھ ایسا ویسا کہہ بھی دے تو کیا واقعی 'وہاں سے ہِٹ کرتی ہے جہاں سے پتہ بھی نہ چلے' اور ختم کر دیتی ہے؟

---

[۳۴] اوریجنز (www.origins.osu.edu)، ساؤتھ ایشیا جرنل، ورکرز لبرٹی (www.workersliberty.org)، آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا، وغیرہ۔

[۳۵] جنہیں بعد میں پاکستان فوج کی دین دشمن پالیسیوں پر آواز بلند کرنے کے سبب ان کے اپنے ہی ادارے 'پاکستان فوج' کے امریکی مفادات کے لیے کام کرنے والے افسروں نے دین و ملک کے ساتھ ساتھ ادارے کی وفا کو بھی پامال کرتے ہوئے اغوا ثم شہید کر دیا، رحمہ اللہ۔

۴. ۱۹۹۹ء میں سیاچن کی جنگ میں پاکستان فوج نے مجاہدین اور اپنی پیادہ سپاہ کو قربانی کا بکرا بنایا۔ ہندو فوج کے سامنے ہتھیار ڈالے، اپنے سپاہیوں کو چھوڑ کر بھاگے اور مجاہدین سے وعدے کرنے کے بعد غداری و جفا کی اور انہیں تنہا چھوڑ دیا۔

۵. جہادِ کشمیر میں پاکستان فوج کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ پاکستان فوج نے مجاہدین کو کشمیر میں تنہا کیا اور جنرل کیانی کا آن ریکارڈ بیان موجود ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ ہم نے جدوجہدِ آزادیٔ کشمیر کو 'Abandon' کیا کیونکہ یہ ہمارے مفاد میں نہیں تھی۔[۳۶]

۶. ۲۰۰۱ء میں امریکی فرنٹ لائن اتحادی بن کر پاکستان فوج کی براہِ راست باوردی حکومت نے دنیا کی واحد اسلامی حکومت 'امارتِ اسلامیہ افغانستان' کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور اپنے ملک کی اہم ایئر بیسز کو امریکی بیسوں میں بدل دیا اور ستاون ہزار بار پاکستانی فضا سے امریکی جہازوں نے اڑ کر افغانستان پر بمباری کی۔ امارتِ اسلامیہ کے سفیر کو قدیم و جدید تمام آدابِ سفارت پاؤں تلے روند کر، بدترین تاریخی و تہذیبی جرم و خیانت کا ارتکاب کیا اور برہنہ کر کے امریکہ کے حوالے کرتے ہوئے گوانتاناموبے کے زندان میں بھیج دیا۔ اسی فوج نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد (نوّر اللہ مرقدہ) کے نائب ملا عبید اللہ اخوند کو گرفتار کیا اور پاکستان فوج کے زندان ہی میں ان کی شہادت ہوئی۔ اسی فوج نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سرکردہ رہنما اور عظیم داعی و مربی شیخ استاذ محمد یاسر کو دو بار گرفتار کیا اور دوسری بار ان کو اپنی ہی جیل میں شہید کر کے غائب کر دیا۔

۷. ۲۰۰۱ء ہی میں سیکڑوں عرب مہاجر مجاہدوں کو پاکستان فوج نے امریکہ کے حوالے کیا۔ جنرل پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں اس تعداد کو چھ سو نواسی (۶۸۹) درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے یہ کام "financial rewards provided by the US" کی خاطر کیا۔[۳۷]

۸. عافیہ صدیقی۔ اس مظلوم روح سے کون واقف نہیں؟ ۲۸ مارچ ۲۰۰۳ء کو پاکستان ملٹری اسٹیبلشمنٹ کے سرغنہ ادارے آئی ایس آئی نے عافیہ صدیقی کو ان کے تین بچوں سمیت کراچی سے اغوا کر کے امریکیوں کے حوالے کر دیا اور اب عافیہ کو قید ہوئے ربع صدی ہونے کو آئی ہے۔

۹. پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اسی اسلام کے نام پر غیرت مند قبائلِ وزیرستان، اورکزئی، کرم، باجوڑ، مہمند اور خیبر وغیرہ نے ریاستِ پاکستان کے ساتھ الحاق کیا۔ ان قبائل کی غیرت کا منبع حمیت و غیرتِ اسلام ہے۔ اسی حمیت و غیرتِ اسلام میں ان قبائل نے سنہ ۴۸ء میں پاکستان فوج کے ساتھ مل کر میرپور تا مظفر آباد جموں و کشمیر کے علاقے ہندوستانی فوج سے آزاد کروائے، درحقیقت یہی مجاہدینِ قبائل کشمیر کے قلب اور موسمِ گرما کے دارالحکومت سری نگر تک فاتح بن کر پہنچے اور سری نگر کے ہوائی اڈے کا کنٹرول سنبھال لیا (بعداً پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ نے یہ سارا علاقہ ہندوستان کو واپس کر دیا)۔ انہی مجاہدینِ قبائل نے سرحداتِ اسلامی کی حفاظت کی خاطر اپنے علاقے جہادِ افغانستان ضدِ روس میں خطِ اول کے طور پر بنا دیے اور جہادِ افغانستان میں دامے، درمے، قدمے، سخنے شریک رہے۔ پھر جب ۲۰۰۱ء میں امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو ایک بار پھر انہی مجاہدینِ قبائل نے اپنے گھروں اور مہمان خانوں کے دروازے سرحد پار سے آنے والے عرب و عجم کے مہاجروں کے لیے کھول دیے اور اخوتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوست تا مراکش کے مہاجر مجاہدوں کے انصار بن گئے۔ اس حمیت و غیرتِ اسلامی اور نظامِ اسلامی کا مطالبہ کرنے کے جرم میں ۱۹۴۸ء میں ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی ہوائی کمان جس کا نام اس وقت 'رائل پاکستان ایئر فورس' تھا، نے وزیرستان کے علاقوں میں فضائی بمباری کی۔ مارچ ۲۰۰۴ء، جب پاکستان فوج امریکہ کی فرنٹ لائن اتحادی بن چکی تھی تو انہی مجاہدینِ قبائل جن کی کمان اس وقت ملا نیک محمد وزیر شہید اور ملا عبد اللہ محسود شہید کر رہے تھے کے خلاف فوجی آپریشن کا آغاز کیا۔ حمیت و غیرت کے پہاڑ قبائلی مسلمانوں کی چادر و چار دیواری پامال کی گئی اور ان کے سفید ریش مشران (قومی سرداروں) کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر فوجی ٹرکوں میں مال مویشی کی طرح ڈالا گیا۔ گزشتہ بیس سالوں میں ہزاروں شہید، ہزاروں زخمی و اپاہج، اور لاکھوں قبائلیوں کو بے گھر کیا جا چکا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

۱۰. ۲۰۰۷ء میں نفاذِ اسلام کی خاطر آواز بلند کرنے کے 'جرم' میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو لہو رنگ کرنا اور ہزاروں عفیفہ مسلمان طالبات کو فاسفورس سے جلا ڈالنا، یہ قتلِ عام تاریخ کے ان واقعات میں سے ہے جنہیں televised genocide کہا جا سکتا ہے، یعنی وہ قتلِ عام جسے ٹیلی وژن پر براہِ راست نشر کیا گیا۔ ریاست کے ایک ستون نے 'دعوے کے مطابق مضبوط ترین ستون یعنی عوام' میں سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کو مخاطب کر کے کہا کہ 'باہر نکل آئیں ورنہ مارے جائیں گے'، پھر ریاست نے جو کہا، وہ کر دکھایا۔ مسجد کو پامال کیا، قرآنِ شریف اور احادیث کی کتب کو آگ لگائی اور پھر ان سب کو اسلام آباد کے گندے نالوں میں پھینک دیا۔

۱۱. لال مسجد آپریشن کے کچھ ہی عرصہ بعد ۲۰۰۹ء میں پاکستان فوج نے دنیا کی عسکری تاریخ میں ایک نمایاں فوجی آپریشن سوات میں شروع کیا[۳۸]۔ لاکھوں لوگوں کو بے گھر کیا گیا، ہزاروں شہید کیے گئے اور کتنے ہی آج تک بے گھر ہیں۔ سوات بھی قیامِ پاکستان کے وقت ایک آزاد ریاست تھی۔ سوات کے میاں گل خاندان نے ۱۹۴۹ء میں پاکستان

---

[۳۶] افشا و نشر کردہ: ادارہ السحاب برِّ صغیر

[۳۷] In the Line of Fire, Pervez Musharraf

[۳۸] جنرل کیانی کا آن ریکارڈ ویڈیو بیان موجود ہے جس میں وہ اس بات کا اظہار و اقرار کرتا ہے۔

سے الحاق اور ۱۹۶۹ء میں ریاستِ پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ جن کلیدی وجوہات کی بنا پر کیا ان میں ایک دینی و مذہبی عنصر تھا، سوات کے آخری حکمران میاں گل جہاں زیب نے ایک ایسی 'مسلم اکثریت والی ریاست سے الحاق کیا تھا جہاں اسلامی اقدار ہم آہنگ ہوں'۔ اسی سوات میں جب تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی (علی صاحبہا ألف صلاۃ وسلام) اور تحریکِ طالبان پاکستان کے مجاہدین نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کے خلاف ایک وسیع آپریشن کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔

۱۲. دس سال قبل ۲۰۱۴ء میں وزیرستان میں شروع کیا جانے والا آپریشن ضربِ عضب اسی طویل تاریخ کا حصہ ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔

۱۳. جس طرح بلوچوں پر تشدد و ظلم، مشرقی پاکستان کے بنگالیوں کی مانند تیسرے درجے کے شہری کے طور پر، بلوچستان کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ اور بلوچوں کو ان وسائل میں سب سے کم حصہ دینا حالانکہ وہ ان وسائل سے متمتع ہونے کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، اسی طرح پاکستان کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے پشتونوں کے خلاف 'غیرت و حمیتِ اسلامی' اور 'نصرتِ دین' کے جرائم کے سبب تیسرے اور ادنیٰ درجے کے شہری کا رویہ رکھا۔ پشتون علاقوں خاص کر قبائلی پٹی میں ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا۔ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ نے ہمیشہ اپنی غلط اور ظلم پر مبنی پالیسیوں کے سبب اپنے ہی شہریوں کو موقع فراہم کیا اور مجبور کیا کہ وہ ریاستِ پاکستان کے مخالفوں کے ساتھ راہ و رسم بڑھائیں (اگرچہ یہ راہ و رسم خود سم قاتل ہے اور آئندہ سطور میں اس کی وضاحت ہو جائے گی)۔ پاکستان فوج کے ظلم سے خلاصی کی ایسی ہی تحریکات جب پشتون علاقوں میں اٹھیں تو پاکستانی اسٹیبلشمنٹ نے ان مظاہرین کے خلاف (سیدھا فائر کھول کر) وزیرستان کے میران شاہ اور خڑ کمر کو مشرقی پاکستان کے کھُلنہ وڈھاکہ اور بلوچستان کے تربت ولورالائی میں بدلا۔

یہاں کچھ دیگر نکات بیان کرنا از حد ضروری ہے اور ہماری پچھلی بات ان نکات کے بنا بالکل ادھوری ہے:

۱. پشتون علاقوں میں پاکستان فوج نے پشتونوں کے خلاف جنگ کو اس لیے روا نہیں رکھا کہ وہ صرف 'پشتون' ہیں، بلکہ پشتونوں کے کے خلاف جنگ کا اصل سبب پشتون اور قبائلی علاقوں کے باسیوں کی اسلام سے وابستگی ہے (جیسا کہ پچھلی سطور میں بھی بیان ہو چکا ہے)۔ یہ جنگ پنجابی اور پشتون کے درمیان جنگ نہیں بلکہ امریکی غلام فوج اور اہلِ اسلام کے مابین جنگ ہے۔ دراصل اس جنگ میں پشتون کے خلاف پشتونوں نے ہی جنگ لڑی ہے، اور دشمن کی طرف سے جنگ لڑنے والے یہ فوجی پشتون نہیں بلکہ 'ملٹری اسٹیبلشمنٹ' کے چہرے مہرے تھے۔

۲. نہایت قلیل تحقیق سے جن اعلیٰ پشتون جرنیلوں (تھری سٹار و فور سٹار) کے نام معلوم ہو سکے ان میں جنرل رحیم الدین خان آفریدی، جنرل اختر عبد الرحمن خان ککے زئی، جنرل فاروق فیروز خان برکی، جنرل جہانگیر کرامت ککے زئی، جنرل احسان الحق خان (مردان)، جنرل اسد درانی، جنرل یحییٰ خان، جنرل گل حسن خان، جنرل فاروق شوکت خان لودھی، جنرل علی قلی خان خٹک، جنرل عبد الوحید کاکڑ، جنرل طارق خان شامل ہیں۔ ان مذکورہ جرنیلوں میں لیفٹیننٹ جنرل طارق خان، آئی جی ایف سی بھی رہا، اس نے ۲۰۰۴ تا ۲۰۰۵ء امریکی سینٹ کام (CENTCOM) میں پاکستان کی نمائندگی کی جہاں اس کی خدمات کے اعزاز میں اسے امریکی فوجی اعزاز Legion of Merit دیا گیا، ۲۰۰۶ء میں جنوبی وزیرستان میں آپریشن کی کمان کی اور اس کے سر آئی جی ایف سی ہونے کے زمانے میں ایف سی کو دہشت گردوں کے خلاف وزیرستان اور خیبر پختون خوا میں پیشہ ور فورس بنانے کا اعزاز بھی ہے، سب سے بڑھ کر طارق خان کا تعلق وزیرستان کی سرحد سے جڑے نیم قبائلی علاقے ٹانک سے ہے۔ علاوہ ازیں وزیرستان، سوات اور باقی خیبر پختون خوا میں ہونے والے قریباً تمام ہی آپریشنز میں ایف سی صفِ اول میں لڑی اور یہ بتانے کی شاید ضرورت نہیں کہ ایف سی میں اکثریت پشتونوں کی ہوتی ہے اور اس کے اکثر (پچانوے فیصد) سربراہان پشتون رہے ہیں۔

۳. جس طرح پاکستان فوج نے پشتونوں یا بلوچوں پر ظلم کیا ہے تو اسی طرح (جیسا کہ اولاً مذکور دو نکات میں ذکر آیا) پاکستان فوج نے ایسا ہی ظلم خود پنجابیوں کے ساتھ بھی روا رکھا ہے، بلکہ تحریرِ ہٰذا میں بیان ہونے والے اکثر ظلم کے واقعات و سانحات خود اس فوج کی جانب سے پنجابیوں کے ساتھ کیے گئے ہیں۔ مکرر، یہاں اصل مسئلہ کسی قوم کے خلاف جنگ نہیں بلکہ اسلام کے خلاف جنگ ہے۔

۴. پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے ظلم اور بے دین ولا دین پالیسیوں کے نتیجے میں، للاسف، ایسے بد نصیب لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے قوم پرستی (بلوچ و پشتون) کے نام پر ایک ایسا علاج قوم وملت کے سامنے پیش کیا جو بجائے خود 'دواء' نہیں 'داء' ہے، مرض کا علاج نہیں بلکہ سرطان ہے۔ ماضی میں یہی کھیل مشرقی پاکستان میں کھیلا گیا، بنگالی قومیت کے نام پر بنگ بندھو (دوستِ بنگال) شیخ مجیب کی تحریک پر مکتی باہنی نے ایک ایسا حل تجویز کیا جس کے نتیجے میں اسلام کی خاطر لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر حاصل ہونے والا ملک پاکستان دو لخت ہو گیا، اہلِ بنگال کو پاکستان کی ظالم ملٹری اسٹیبلشمنٹ سے تو نجات حاصل ہو گئی لیکن وہ پانچ دہائیوں تک کے لیے سیکولر ہندو کے غلام ہو گئے، جن حقوق کے حصول کی خاطر بنگالیوں میں بنگالی قوم پرستی کو جگا کر مکتی باہنی نے تخریب کی تھی، وہ بنگالی اسی مکتی باہنی کے اقتدار میں آجانے کے بعد بھی حقوق سے محروم رہے۔ جیسے انگریز کے جانے کے بعد ہندوستان پر کالے انگریز مسلط ہو گئے اور یہی مقامی کالے انگریز برِّ صغیر کی عوام

کا خون چوسنے لگے، اسی طرح مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بن جانے کے بعد وہاں کے مقامی حکمران اہلِ بنگال کے حق میں ثابت ہوئے۔

۵. پس پاکستان کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے جو آگ آج پاکستان کے جس بھی علاقے میں بھڑکائی ہے اس کا حل بلوچ، پشتون، سندھی، کشمیری، سرائیکی اور اب نہایت ابتدائی درجے میں پنجابی قوم پرست تحریکات نہیں۔ آگ کو آگ سے بجھایا نہیں جاسکتا۔ برائی کو برائی نہیں مٹایا کرتی۔ بلکہ اس ظلم کا علاج اسلام کی عادلانہ آغوش میں ہے جو رنگ، نسل، قوم کی تفریق کے بنا صرف اسلام کی بنیاد پر تمام انسانیت کے ساتھ رویہ رکھتا ہے۔

۶. پاکستان کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ کے ظلم سے نجات کا طریقہ قوم پرست تحریکات، قوم پرست نعروں، امریکہ و سوئٹزرلینڈ یا روس و بھارت کے 'سپانسرڈ' رویوں اور حل میں نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قوم پرست ہوں یا ان کے سہولت کار یا کئی صورتوں میں ان قوم پرستوں کے غیر ملکی آقا یہ سبھی ان اقوام کے مسیحا نہیں قاتل ہیں۔

۷. سیاسی نظریات سے اتفاق کیے بغیر، اسی ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے جس انداز میں ۲۶ نومبر ۲۰۲۴ء کو پاکستان تحریک انصاف کے ہزاروں مظاہرین کے خلاف اسلام آباد کے قلب ڈی چوک میں 'گرینڈ آپریشن' کیا، یہ اس فوج کی ذہنیت اور ظلم پر مبنی تربیت کا نتیجہ ہے۔ اپنے ہی ملک کے شہریوں (اگرچہ وہ ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی پروردہ اور قائم کردہ حکومت کے خلاف بر سرِ احتجاج تھے) پر یوں سیدھی گولی چلانا تاریخ کے سیاہ ابواب میں سے ہے۔ پاکستان فوج اور رینجرز نے پہلے مظاہرین کو ڈی چوک تک پہنچنے دیا، پھر خود ان کو کنٹینروں پر چڑھایا اور اپنے پلان کے مطابق ان کو گھیر کر یوں سیدھا فائر کھول دیا۔ غیر جانبدار صحافتی ذرائع کے مطابق اس قدر فائرنگ کی گئی کہ معلوم ہوتا تھا گویا اسلام آباد کا ڈی چوک نہ ہو کوئی میدانِ جنگ ہو۔ درجنوں زخمی اسلام آباد کے پولی کلینک اور پمز ہسپتال میں داخل کروائے گئے، کئی لاشیں اسی روز (گولیوں کے زخموں کے سبب) مقتولین کی ان ہسپتالوں میں لائی گئیں اور حکومتِ پاکستان ایسے کسی بھی واقعے کی تردید کرتی ہے، پمز ہسپتال کی انتظامیہ حکومتی دباؤ کے سبب ہسپتال کے رجسٹر میڈیا کے ساتھ شریک کرنے سے انکاری ہے اور پولی کلینک کے ریکارڈ میں موجود زخمیوں اور مقتولین کے ریکارڈ کو حکومت تسلیم نہیں کرتی۔ پمز اور پولی کلینک کے میڈیکل سٹاف نے صحافیوں کو بتایا کہ انہوں نے کبھی اتنے زیادہ لوگوں کی سرجری ایک رات میں نہیں کی جتنی کہ اس رات میں کی، بلکہ کئی زخمیوں کی حالت اتنی نازک تھی کہ ان کا آپریشن 'انیستھیزیا' کے بغیر ہی کرنا پڑا، اگر زخمیوں کو بے ہوش کرنے کا انتظار کرتے تو مریض جان ہی سے گزر جاتے۔

۸. ان سب درج بالا واقعات کے ساتھ پاکستان میں ایک اور بہت بڑا المیہ جڑا ہوا ہے۔ وہ ہے لاپتہ افراد کا المیہ۔ رسمی ذرائع کے مطابق وطنِ عزیز میں صرف سال ۲۰۱۱ء سے ۲۰۲۲ء تک آٹھ ہزار چار سو تریسٹھ (۸۴۶۳) افراد کے ریاستی اداروں کی جانب سے جبراً لاپتہ ہونے کے کیس رپورٹ کیے گئے، جبکہ پاکستان میں جرائم رپورٹ نہ کرنے کی شرح، ریاستی اداروں کی دھونس اور بدمعاشی جیسے عوامل کے پیشِ نظر کئی معروف و مشہور اداروں کا خیال ہے کہ یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ International ranking یعنی بین الاقوامی اعداد و شمار کے حساب سے پاکستان دنیا کا دوسرے نمبر کا ملک ہے جہاں سب سے زیادہ لوگ لاپتہ ہیں۔ ملٹری اسٹیبلشمنٹ اور اس میں اس کا سرغنہ منہ زور ادارہ، آئی ایس آئی ہر مخالف کو اٹھانے، غائب کرنے، تعذیب دینے اور پھر قتل کر کے پھینک دینے میں دنیا کی بدترین مثالوں میں سے ہے۔ یہ ادارہ بغیر کسی تفریق کے اپنے مخالفین کے ساتھ از حد دشمنی کا رویہ رکھتا ہے۔

فرازؔ نے جس فوج کی مدحت میں کسی زمانے میں قصیدے لکھے تھے، وہی بنگال کے بعد مہران و بولان میں ہونے والے ظلم و ستم پر نوحہ کناں تھا:

اب مرے دوسرے بازو پہ وہ شمشیر ہے جو
اس سے پہلے بھی مرا نصف بدن کاٹ چکی
اسی بندوق کی نالی ہے مری سمت کہ جو
اس سے پہلے مری شہ رگ کا لہو چاٹ چکی

پھر وہی آگ در آئی ہے مری گلیوں میں
پھر مرے شہر میں بارود کی بو پھیلی ہے
پھر سے "تُو کون ہے" "میں کون ہوں" آپس میں سوال
پھر وہی سوچ میانِ من و تُو پھیلی ہے

مری بستی سے پرے بھی مرے دشمن ہوں گے
پر یہاں کب کوئی اغیار کا لشکر اترا
آشنا ہاتھ ہی اکثر مری جانب لپکے
مرے سینے میں سدا اپنا ہی خنجر اترا

اس سے پہلے بھی تو ایسی ہی گھڑی آئی تھی
صبحِ وحشت کی طرح شامِ غریباں کی طرح
اس سے پہلے بھی تو پیمانِ وفا ٹوٹے تھے
شیشۂ دل کی طرح، آئینۂ جاں کی طرح

اپنے ہی لوگوں کے خلاف لڑنے اور انہیں قتل کرنے کی، یہ ڈیپ سٹیٹ کی وہ برہمنی ذہنیت ہے جو اپنے مقابل آنے والے اور اپنے سے اختلاف کرنے والے ہر فرد کے خلاف فرعون سے بدتر ثابت ہوتی ہے۔ ہم نے اس تحریر میں نہایت اختصار کے ساتھ پاکستان فوج کے ظلم و سربیّت کے چند نمایاں واقعات کا ذکر کیا ہے۔ یہ فوج اس ملک پر کیسے قابض ہے کہ یہی ریاستی کلٹ آج اس ملک کا بطورِ گروہ سب سے بڑا سرمایہ دار کاروباری ادارہ ہے، کیسے یہ اس ملک کا سب سے بڑا

جاگیر دار گروہ ہے اور کیسے یہ اس ملک کی سب سے بڑی پس پردہ سیاسی جماعت ہے کہ فوجی فاؤنڈیشنز، فوجی دلیہ، ڈیری فارمز، عسکری سیمنٹ، عسکری بینک، ڈیفنس و عسکری ہاؤسنگ سکیمیں اور اتھارٹیاں، ملک بھر میں کینٹ ایریاز، آئی جے آئی سے مسلم لیگ ق اور پی ڈی ایم تک، ابھی ہمارا موضوع نہیں۔ پاکستان فوج کے خلاف جرائم کی چارج شیٹ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے یا شاید اس کی تعداد لاکھوں میں ہو، اس لیے کہ صرف ۲۰۱۱ء تا ۲۰۲۲ء ساڑھے آٹھ ہزار افراد کی جبری گمشدگیوں ہی کی چارج شیٹ کم از کم ساڑھے آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس فوج کے جرائم پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں اور اتنی ہی مزید لکھی جا سکتی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان کے اہلِ دین و دانش، فہیم سیاست دان و اہلِ صحافت، خصوصاً علمائے کرام، دینی جماعتوں کے قائدین و کارکنان اس حقیقت کا ادراک کریں کہ اس ملک میں نفاذِ اسلام سے لے کر عام آدمی کو انصاف اور روٹی نہ ملنے میں سب سے بڑا کردار اسی 'ریاستی کلٹ' یعنی ملٹری اسٹیبلشمنٹ کا ہے اور اس فوج سے چھٹکارا ایک منظم تحریک کے بنا، ناممکن ہے۔ ایک ایسی منظم تحریک جس کی پشت پر حقیقی مسلح قوت اور مضبوط شرعی و سیاسی فکر موجود ہو۔ یہ تحریک دنیا کے ہر انقلاب کی طرح خون اور قربانی مانگتی ہے۔ جو قوم قربانی دینے سے دریغ کرے اور اپنے گھروں، دو وقت کی روٹی اور ظلم کی چکی میں پسنے پر قناعت اختیار کرلے، وہ کبھی تبدیلی نہیں دیکھ سکتی۔ آج کسی ایک جرنیل کی جگہ کسی دوسرے کو لا بٹھانا حل نہیں، بلکہ یہ تو وہی musical chair کا کھیل ہے جو یہاں آٹھ دہائیوں سے جاری ہے (سیاست دانوں اور وزرائے اعظموں اور صدورِ مملکت کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ یا تو کٹھ پتلی ہوتے ہیں یا بے اختیار حکمران)۔ چہرے نہیں نظام بدلنے کی ضرورت ہے۔ اپنے دین و ایمان کی خاطر، اپنی عزت و ناموس کی خاطر، اپنے قوم و وطن کی آزادی اور بہبود کی خاطر، دنیا میں اسلامی حلال باعزت روٹی و معاشرتی زندگی اور آخرت میں کامیابی کی خاطر، نظام بدلنے کی ضرورت ہے۔ نظام کا دوسرا نام ملٹری اسٹیبلشمنٹ، کور کمانڈر جرنیل اور ان کے پالے ہوئے فرعون صفت برہمن افسروں کا طبقہ ہے، جس نے اپنے ہی لوگوں کے خلاف اپنی بندوق کی نالی سیدھی کر رکھی ہے۔

پاکستان کے دین پسند عوام سے، اسلام سے لے کر ان کی روزی روٹی تک قوت سے چھینی گئی ہے اور پھر انہیں ایسے جھنجھنے تھما کر اول الذکر جدید جمہوری ریاست کے ستونوں کے درمیان گھری ایسی 'گھمن گھیریوں' میں بھٹکا دیا گیا ہے، جہاں سے نکلنے کا طریقہ ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی حقیقت کو جاننا اور پھر ان کے خلاف بغاوت کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ جو چیز قوت سے چھینی جاتی ہے وہ قوت سے ہی واپس لی جاسکتی ہے۔ تقدیر بدلنے کے لیے عزم و ارادہ اور قوت و تحریک کی ضرورت ہوتی ہے، یہ آفاقی قانون ہے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اور شاعر نے شاید انہی حالات کے پیشِ نظر کسی وقت کہا تھا:

اپنی رفتار کو اب اور ذرا تیز کرو
اپنے جذبات کو اب اور جنوں خیز کرو
ایک دو گام پہ اب منزلِ آزادی ہے
آگ اور خوں کے ادھر امن کی آبادی ہے
خود بخود ٹوٹ کے گرتی نہیں زنجیر کبھی
بدلی جاتی ہے، بدلتی نہیں تقدیر کبھی......

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمین یا ربّ العالمین!

[۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ / یکم دسمبر ۲۰۲۴ء]

☆☆☆☆☆

اللہ کی محبت کا ثمرہ

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، پس تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔"

(صحیح بخاری)

عافیہ صدیقی: بیٹی فروشوں اور صلیبی درندوں کے ظلم کی داستان

شاہین صدیقی

ڈاکٹر عافیہ صدیقی امت کی مظلوم ترین بیٹی، جس کو ناحق قید و بند اور ظلم و استبداد برداشت کرتے اکیس سال ہوچکے، بدنام زمانہ امریکی جیل میں اب بھی قید کاٹ رہی ہے۔ جن دین و ملت، عزت و عفت فروش حکمرانوں نے عافیہ کو ڈالروں کے عوض امریکیوں کو فروخت کیا اور جس اسٹیبلشمنٹ (فوج اور آئی ایس آئی) نے عافیہ کو راستے سے اغوا کیا اور اسے اس کے بچوں سے جدا کرکے امریکہ کی بدنام زمانہ جیل بگرام پہنچا دیا، وہی حکمران اور وہی اسٹیبلشمنٹ اب بھی اس کی رہائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

صدارتی معافی نامہ حاصل کرنے کی مہم

عافیہ صدیقی کی بہن فوزیہ صدیقی، عافیہ صدیقی کے وکیل کلائیو سمتھ اور فری عافیہ موومنٹ کی ٹیم ایک عرصہ سے عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے انتھک کوششیں کر رہے ہیں۔ اس سلسلے کی تازہ کوشش امریکی صدر بائیڈن کی مدتِ حکومت پوری ہونے سے قبل عافیہ صدیقی کی سزا کے معافی نامے پر دستخط کروانا تھا۔ اس سلسلے میں فوزیہ صدیقی نے اسلام آباد ہائیکورٹ میں مقدمہ بھی لڑا اور عدالت کے دباؤ پر وزیر اعظم شہباز شریف سے امریکی صدر بائیڈن کے نام ایک خط بھی لکھوایا گیا جس کے ذریعے بائیڈن سے عافیہ کی سزا معافی کی درخواست کی گئی۔ لیکن بدنیتی سے لکھا جانے والا یہ خط نہ صرف بائیڈن تک پہنچایا نہیں گیا بلکہ پس پردہ قوتوں نے اس بات کو بھی یقینی بنایا کہ عافیہ صدیقی کو رہائی نہ مل سکے۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے وکیل کلائیو سٹیفرڈ سمتھ نے، جو کہ اس سے پہلے بھی بدنام زمانہ حراستی مرکز گوانتانامو بے سے ۸۰ کے لگ بھگ قیدیوں کو آزادی دلوا چکے ہیں، پچھلے چند سالوں میں عافیہ صدیقی کے کیس پر از سرِ نو کام کیا اور نہ صرف عافیہ صدیقی پر لگے جھوٹے الزامات، تشدد اور ناانصافیوں کا احاطہ کیا، بلکہ افغانستان سے عافیہ کی بے گناہی کے حق میں نئے ثبوت اور گواہوں کے بیانات بھی حاصل کیے، ۶۶ امریکی سینیٹرز سے ملاقاتیں کرکے انھیں ساتھ دینے پر قائل کیا اور ۷۶،۶۰۰ الفاظ پر مشتمل ایک تفصیلی رپورٹ بائیڈن کے دفتر بھی جمع کروائی جس میں ثابت کیا کہ عافیہ پر لگے تمام الزامات بے بنیاد ہیں۔ اس کے علاوہ فری عافیہ موومنٹ نے آن لائن پیٹیشن پر دستخط کی مہم چلائی جس کے ذریعے ۱۶ لاکھ لوگوں کے دستخط کروائے گئے۔

امریکی حکومت میں روایت ہے کہ ہر جانے والا صدر اپنی حکومت کے آخری دنوں میں بہت سے قیدیوں کے لیے صدارتی معافی نامے جاری کرتا ہے۔ اس دفعہ بہت امید تھی کہ کلائیو سمتھ کی کوششوں اور پاکستانی حکومت کے کہنے پر عافیہ صدیقی رہا ہو کر وطن واپس آجائیں گی۔

لیکن بائیڈن، جس نے ہزاروں لوگوں کی، صدارتی اختیار استعمال کرتے ہوئے، سزائیں معاف کیں (جن میں قاتل، جاسوس اور بینک ڈکیت بھی شامل تھے)، عافیہ کے حق میں دائر کی گئی درخواست کو مسترد کر دیا۔

لیکن جس شخص کو غزہ کے لاکھوں معصوم شہداء پر رحم نہ آیا اس سے عافیہ سے متعلق کوئی امید کیسے رکھی جاسکتی تھی؟

بے شک مسلمانوں کے خلاف تمام کفار اور ان کی آلۂ کار منافق حکومتیں متحد ہیں، ان کی جنگ کسی ملک یا گروہ کے خلاف نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک عافیہ کا بھی وہی قصور ہے جو غزہ کے لاکھوں مظلوموں کا قصور ہے۔

ڈاکٹر فوزیہ صدیقی جنہوں نے حتی المقدور کوشش کی اور تمام قانونی تقاضے پورے کیے، اور جو اس موقع کے چلے جانے کے بعد بھی پر امید ہیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکالیں گے، کہتی ہیں کہ صدارتی معافی کے منصوبے کے متعلق جب عافیہ صدیقی سے بات کی تو عافیہ کہنے لگیں کہ اگر رحم کی اپیل ہی کرنی ہے تو امریکی صدر سے کیوں کروں؟ اپنے رب سے رحم کی اپیل کیوں نہ کروں جو رحمان و رحیم ہے؟ کلائیو سمتھ کے مطابق عافیہ صدیقی کے لیے کوششیں جاری رکھیں گے، ابھی پلان اے فیل ہوا ہے، پلان بی، سی، ڈی اور ای ابھی باقی ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ برصغیر کی جہادی تنظیموں نے بھی عافیہ بہن کی رہائی کے لیے ماضی میں کوششیں کی ہیں اور آخری کوشش میں ۲۰۱۴ء میں افغان طالبان نے یووان ریڈلے کی وساطت سے ایک امریکی فوجی بوبرگڈل کی حوالگی کے بدلے عافیہ صدیقی کا مطالبہ کیا تھا۔ قیدیوں کے تبادلے کا یہ منصوبہ جب آخری مراحل میں تھا تو اس کی بھنک پاکستانی آئی ایس آئی کو پڑ گئی اور اس نے افغان طالبان پر دباؤ ڈالا کہ عافیہ کو رہا نہ کروائیں اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر عافیہ رہا ہو کر واپس آبھی گئیں تو وہ یہاں ۲۴ گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکیں گی۔

عافیہ صدیقی کے اغوا اور سزا کی کہانی

مارچ ۲۰۰۳ء کی بات ہے کہ عافیہ صدیقی کو پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی 'آئی ایس آئی' نے کراچی سے اس وقت اغوا کیا جب وہ اپنے تین بچوں سمیت کراچی سے اسلام آباد جانے کے لیے ایئرپورٹ جارہی تھیں۔ ان کا سب سے چھوٹا بیٹا سلمان محض ایک ماہ کا تھا، اسے آئی ایس آئی کے

درندوں نے موقع پر ہی قتل کر دیا، ۴ سالہ بیٹی مریم کو افغانستان میں رہائش پزیر ایک امریکی عیسائی فیملی کے حوالے کر دیا، سب سے بڑے بیٹے احمد کو، جو اس وقت ۵ سال کا تھا، افغانستان میں بچوں کی جیل میں ڈال دیا اور وہاں اسے کہا گیا کہ تمہارا نام علی ہے اور اگر تم نے کسی کو اپنا نام احمد بتایا تو تمہیں گولی مار دیں گے جبکہ عافیہ صدیقی کو بگرام منتقل کر دیا گیا جہاں پانچ سال تک ان پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔

عافیہ صدیقی کے اغوا کے بعد ان کی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی اور ان کی والدہ کو نامعلوم فون کالز سے دھمکیاں ملتی رہیں کہ عافیہ صدیقی سے متعلق اپنی زبان بند رکھیں۔ لیکن ان کی بہن مسلسل ہر فورم پر عافیہ کو بازیاب کروانے کے لیے آواز اٹھاتی رہیں۔ امریکی میڈیا نے تو عافیہ صدیقی کی گرفتاری کی خبر فوراً ہی جاری کر دی۔ لیکن بیٹی فروش فوج ان کی آواز کو دباتی رہی۔

۲۰۰۶ء میں گوانتاناموسے رہا ہوئے قیدی معظم بیگ نے اپنی کتاب The Enemy Combatant میں بگرام کی ایک قیدی خاتون، قیدی نمبر ۶۵۰ کا ذکر کیا، جو The Grey Lady of Bagram سے بھی مشہور ہوئی۔

اپنی کتاب میں معظم بیگ نے اس خاتون پر ہونے والے تشدد کے باعث مدد کے لیے اس کی چیخوں کا بھی ذکر کیا۔ یووان ریڈلے نے اس متعلق کچھ تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ خاتون عافیہ صدیقی ہیں۔ پھر انہوں نے پاکستان آکر فوزیہ صدیقی کے ساتھ مل کر بھرپور مہم چلائی اور رائے عامہ ہموار کی۔

غزنی میں نمودار ہونے کی پس پردہ کہانی

اغوا کے پانچ سال بعد نحیف و نزار ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی عافیہ صدیقی اچانک غزنی میں منظرِ عام پر آئیں اور اپنے بیٹے کے ہمراہ غزنی کی جامع مسجد کے باہر سے گرفتار کر لی گئیں۔ یہ ایک معمہ تھا، جس کے پیچھے چھپی حقیقت جاننے کے لیے عافیہ کے موجودہ وکیل کلائیو سمتھ نے افغانستان جا کر حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی۔

ان کے مطابق جب عافیہ صدیقی کو پانچ سال مسلسل تشدد کا نشانہ بنا کر بھی انہیں کچھ حاصل نہ ہو سکا تو انہوں نے آئی ایس آئی کے ساتھ مل کر عافیہ کے قتل کا منصوبہ بنایا تاکہ عافیہ کو افغانستان میں ہی خودکش بمبار ظاہر کر کے مروا دیا جائے۔ اس کے لیے انہوں نے عافیہ صدیقی کو ان کے بیٹے کے ہمراہ یہ کہہ کر غزنی روانا کر دیا کہ وہاں خالد بن ولید مسجد کے باہر بیٹھ جاؤ، وہاں تمہاری بیٹی کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا، پھر اسے لے کر تم پاکستان چلی جانا۔

عافیہ حقیقت سے بے خبر اپنے بیٹے کے ساتھ چلی گئی، لیکن نہ تو خوف کے مارے بچے نے اپنا اصل نام بتایا اور نہ ہی اپنی ذہنی حالت کے پیشِ نظر عافیہ کو احساس ہو سکا کہ اس کے ساتھ بھیجا جانے والا بچہ اس کا اپنا بیٹا ہے۔ جس گاڑی میں عافیہ سوار تھی اسی بس میں ایک آئی ایس آئی کا ایجنٹ بھی موجود تھا جس نے عافیہ کے پاس وہ بیگ پلانٹ کر دیا جس میں بارودی اور کیمیائی ہتھیار بنانے کے طریقے اور امریکہ کے چند نقشے موجود تھے اور جولائی کی سخت گرمی میں احمد کو ایسی جیکٹ پہنائی کہ وہ خودکش بمبار لگے۔ یہ واقعہ ۱۷ جولائی ۲۰۰۸ء کا ہے۔ اس سے دو دن پہلے افغان نیشنل پولیس کو ایک کال موصول ہوئی جس میں مذکورہ مسجد کے باہر ۲ خودکش بمباروں کے آنے اور وہاں دھماکہ کرنے کی انٹیل دی گئی۔

عافیہ شام تک اس مسجد کے باہر بیٹھی رہیں، اس امید پر کہ یہاں اس کی بیٹی لا کر دی جائے گی۔ مسجد کے سامنے ایک درزی کی دکان تھی جو پاکستان میں کام کر چکا تھا اس لیے اردو سے واقف تھا، اس نے ایک لاچار عورت سمجھ کر پوچھا کہ وہ یہاں کیوں بیٹھی ہے جس پر اس نے وہی جواب دیا کہ اس کی بیٹی کو لا کر یہاں دیا جائے گا۔ اندھیرا چھانے لگا تو وہ شخص پھر عافیہ کے پاس گیا اور کہا کہ جنگ کے دن ہیں آپ یہاں سے چلیں رات میری والدہ کے پاس گزار لیں۔ عین اسی وقت افغان نیشنل پولیس نے چھاپہ مارا اور عافیہ کی جانب اپنی بندوقیں تان لیں۔ لیکن اللہ نے ان کا یہ منصوبہ اس طرح خاک میں ملا دیا کہ وہی درزی عافیہ کے سامنے آ گیا اور اس نے پولیس کو قائل کیا کہ یہ ایک بے بس عورت ہے اسے کیوں مارتے ہو۔

افغان پولیس عافیہ اور ان کے بیٹے کو غزنی پولیس ہیڈکوارٹر لے گئی، جہاں ۱۸ جولائی کی صبح امریکی عافیہ کو اپنی تحویل میں لینے پہنچ گئے۔ اس پر افغان پولیس اور امریکیوں میں بحث و تکرار بھی ہوئی۔ افغان پولیس کا کہنا تھا کہ یہ آپ کا معاملہ نہیں ہے، لیکن امریکیوں نے انہیں رشوت دے کر قائل کر لیا جس کے بعد افغان پولیس امریکیوں کو اس کمرے میں لے گئے جہاں عافیہ ایک پردے کے پیچھے موجود تھی۔ وہ امریکیوں کی آواز سن کر پریشان ہو گئیں، انہوں نے پردہ ہٹا کر جھانک کر دیکھا ہی تھا کہ ایک امریکی اہلکار نے چیخ کر کہا "she is on the loose" اور انہیں دو گولیاں مار دیں، جس پر خود افغان پولیس اہلکار بھی پریشان ہو گئے۔ ان کا مقصد عافیہ کو اسی وقت ختم کرنا تھا، لیکن ان کی یہ چال بھی اللہ نے ناکام بنا دی۔ حقیقت کو چھپانے کے لیے انہوں نے ایک جھوٹا پراپیگنڈا کیا کہ عافیہ نے انہی کی گن (M4) اٹھائی اور دو فائر کیے اور ثبوت کے طور پر دیوار میں دو سوراخ دکھائے۔ بعد میں کلائیو سمتھ نے تحقیق کر کے اس کمرے کی پرانی ویڈیوز سے ثابت کیا کہ یہ سوراخ پہلے سے موجود تھے۔

تمام قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عافیہ صدیقی کو وہاں سے نیویارک لے جایا گیا اور وہاں کی اندھی عدالت نے، بغیر کسی ثبوت کے، عافیہ صدیقی کو ۸۶ سال کی سزا سنادی۔

عافیہ صدیقی کے وکیل کلائیو سمتھ کی بقول اوّل تو یہ تک نہ ثابت کیا جا سکا کہ عافیہ صدیقی نے گن اٹھائی تھی کیوں کہ اس کے فنگر پرنٹ ہی کسی گن پر موجود نہ تھے۔ لیکن اگر عافیہ اپنے دفاع میں گولی بھی چلاتی تو بھی قانونی طور پر اسے یہ حق حاصل تھا، کیونکہ وہ اغوا کر کے زبردستی لائی گئی تھی۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۴۱ پر)

میٹھے زہر اور بدلتا معاشرہ

اریب اطہر

گزشتہ عرصے میں پنجاب پولیس کی جانب سے ایسی ویڈیوز اور تصاویر وائرل کی جا رہی تھیں جن میں ایس ایچ او وردی میں کبھی جمعے کا خطبہ دے رہا ہے تو کبھی کوئی درس۔ بعض ایسی ویڈیوز بھی وائرل ہوئیں جن میں وہ مسجد کے لاؤڈ سپیکر کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو گالیوں سمیت دھمکیاں دے رہے ہیں کہ فلاں گروپ کی سوشل میڈیا پر کوئی حمایت نہ کرے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے مقابلے میں پنجاب اور سندھ میں پولیس افسران کی اکثریت انتہادرجے کی بدکار، شرابی وزانی افراد کی ہے۔ اب ایسے افراد کو مسجد کا منبر ملنے کے کیا معنی ہیں یہ بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ بہر حال اب معاملہ لیڈیز پولیس تک آ چکا ہے۔ سوشل میڈیا ایکٹوسٹ عمار خان ناصر نے تصویر کیساتھ پوسٹ کیا:

> ”خاتون ASP شہر بانو نقوی کی لاہور کی ایک مقامی مسجد میں کھلی کچہری کی وائرل تصویر پہ عوام کی شدید تنقید۔ کیا ایک خاتون کا اس طرح مسجد میں آ کر مجمع لگانا جائز ہے؟ علماء سے فتویٰ طلب۔“

یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ خاتون ایک طرف محسن نقوی کی رشتہ دار ہونے کے سبب میڈیا کوریج پاتی رہی، دوسری جانب اس نے ٹرانس جینڈرز (اپنی جنس بدلنے والے افراد) کے لیے بھی کافی ایکٹیویزم دکھائی۔ ایسے میں عمار خان ناصر کا طنزیہ سوال یا اعتراض بالکل حق بجانب تھا۔ لیکن عمار خان کے اس تبصرے پر جہاں ایک طرف نام نہاد روشن خیال سیکولر و لبرل صحافیوں اور دیگر افراد نے اپنی نفرت و بغض کا اظہار کیا اور بعض نے اسے اسلامی روایات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی تو وہیں چند دیندار افراد بھی سیخ پا ہوئے اور ایسا جواب دیا جیسا عموماً ملحد، سیکولر اور دین بیزار افراد کی جانب سے عموماً آیا کرتا ہے۔ انہی میں ایک مذہبی شناخت رکھنے والے صحافی بھی شامل ہیں جو ایک بڑی مذہبی سیاسی جماعت کے حامی بھی ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

> ”خاتون آفیسر مسجد میں مجمع نہیں لگا سکتی، مسجد میں مجمع لگانے کا اختیار صرف مولوی صاحب کے پاس ہے، کہنا آپ یہ چاہ رہے ہیں۔ حالانکہ دین اسلام کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں جو ہمیں نہیں بتائیں گے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں عیسائی تشریف لائے انہوں نے آپ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی عبادت کرنا چاہتے آپ نے انہیں مسجد کے اندر اپنی عبادت کرنے کی اجازت دی۔ ایک وہ دین اسلام کی تعلیمات تھیں اور ایک یہ ہیں جو ایک مسلمان خاتون کے مسجد آنے پر سیخ پا ہیں اور دیگر مسلمانوں کو متشدد بنایا جارہا ہے۔ افسوس!“

عمار خان کی پوسٹ پر جہاں چند معروف صحافیوں سمیت بہت سے افراد نے اسے لعن طعن کا نشانہ بنایا وہیں میرے لیے یہ شدید حیرانگی کی بات تھی کہ اب مذہبی سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی اس نام نہاد روشن خیالی کی ڈگر پر چلنے لگے ہیں اور وہ انداز اختیار کرنے لگے ہیں جو سیکولرز اور ملحدین کا خاصہ تھا۔ اور یہ ہوش اڑا دینے والی تبدیلی آئی کیسے؟ جس نے عام دنیادار افراد کو ہی نہیں اچھے بھلے دیندار افراد کو اس طرح بدل ڈالا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ پھر عام افراد اور ان میں نوجوان نسل ان فتنوں سے کس طرح بچ پائے گی؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح پھیلا دیے جائیں گے جس طرح چٹائی پھیلائی جاتی ہے، جو دل ان کا انکار کرے گا اس کے اندر ایک سفید داغ لگا دیا جائے گا اور جو ان میں شامل ہو گا اس کے دل میں ایک سیاہ داغ لگا دیا جائے گا اور لوگوں کے قلوب دو طرح کے ہو جائیں گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک سفید اور ایک کالا پتھر ہاتھ میں لیا اور کہا اس طرح دو طرح کے ہو جائیں گے، ایک تو صاف شفاف پتھر کی طرح سفید ہو گا، جب تک آسمان و زمین رہیں گے کوئی بھی فتنہ اس کے لیے نقصان دہ نہ ہو گا اور دوسرا ٹیڑھے برتن کی طرح کالا ہو گا، اور اپنے ہاتھ سے پتھر کو ٹیڑھا کر کے دکھایا، یہ دل نہ تو کسی اچھی بات کو سمجھ سکے گا اور نہ کسی بری بات پر نکیر کرے گا، سوائے اس کے جو اس کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہو۔ لیکن ان سب سے پہلے ایک بند دروازہ ہے اور یہ دروازہ ایک ایسا شخص ہے جو قریب ہے کہ شہید ہو جائے یا اپنی موت مرے۔[۳۹]

بظاہر ایسے لگتا ہے کہ جو دیندار حضرات ایسا موقف اختیار کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کر کے شاید انہیں صحافتی حلقوں میں زیادہ پذیرائی ملے گی۔ کچھ یہی تبدیلی ہمیں بعض اوقات مذہبی سیاسی رہنماؤں کی جانب سے بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جو افعال آج سے ایک یا دو دہائی پہلے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے کہ کوئی سرانجام دے گا آج اسے دیندار افراد سرانجام دیتے نہیں ہچکچا رہے۔ ایک بڑی مذہبی سیاسی جماعت کے بڑے اور مشہور و معروف رہنما فاحشہ ٹک ٹاکر کو شال پیش کرتے اوڑھاتے ویڈیو بنوا رہے ہیں۔ بے پردہ خواتین کی تصاویر اور ویڈیوز اب

---

[۳۹] مستدرک حاکم ۴/۴۶۸، صحيح مسلم ، كتاب الايمان ۲۳۱، مسند احمد

مذہبی سیاسی جماعتوں کے آفیشل اکاؤنٹس سے بھی خوب شئیر ہوتی ہیں۔ شاید اس سے انہیں موجودہ جمہوری نظام میں اپنا سافٹ امیج بنانے میں مدد ملتی ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب دل کی کیفیت ایسی ہو جائے گی کہ نہ معروف کو پہچان سکے اور نہ منکر پر ٹوک سکے تو اسے پلٹ دیا جائے گا۔[40]

ایک دفعہ ایک پاکستانی ائیر لائن 'ائیر بلیو' کی پرواز کے دوران ایک پاکستانی جوڑا سرعام بوس و کنار کرنے لگا۔ انکی سیٹ کے پیچھے ایک شخص اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ انتظامیہ کو شکایت کی تو انہوں نے اس جوڑے کو باز رکھنے کی بجائے انہیں ایک کمبل دے دیا۔ سفر کے اختتام کے بعد جب ائیر لائن سے اس متعلق شکایت کی گئی اور یہ معاملہ نیوز اور سوشل میڈیا تک پہنچا تو شکایت کرنے والے شخص کے خلاف پاکستان کے لبرل طبقے نے اس طرح مہم چلائی اور مذاق اڑایا جیسے اصل قصوروار وہی ہو۔ ایک معروف خاتون صحافی عفت رضوی نے بھی اس لعن طعن میں حصہ ڈالتے ہوئے شکایت کرنے والے نوجوان کے متعلق کہا کہ انتظامیہ کو کمبل اس جوڑے کی بجائے اس نوجوان پر اوڑھانا چاہیے تھا۔ اسکے علاوہ ایک بڑی تعداد تھی جو مختلف زاویوں سے شکایت کرنے والے نوجوان کو غلط ثابت کرنے پر تلی تھی۔ یہ وہ رویہ ہے جس کا سامنا آج مسلم ممالک میں ہر اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو کسی بھی برائی پر تنقید کرے یا روکنے کی کوشش کرے۔ یہ وہ تبدیلی ہے جو ایک میٹھے زہر کی مانند بذریعہ تعلیم، میڈیا اور بذریعہ سیاسی نظام لوگوں کی زندگیوں میں مسلسل گھولی جا رہی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان فتنوں اور اس میٹھے زہر کو شناخت کر سکتے ہیں اور خود بھی اس سے بچتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی بچانے کی فکر کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں مومن کا دل ایسے پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے کسی نے پوچھا: یہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: یہ اس وجہ سے کہ وہ کسی برائی کو دیکھے گا (مگر) اسے ہٹا نہ سکے گا۔[41]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ کے اندر حق و باطل دونوں چیزیں غلط ملط ہو جائیں گی لہذا جو شخص حق کو پہچان لے گا فتنہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔[42]

ایک اور روایت میں ہے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ لوگوں کے دلوں پر مسلط ہو جائے گا چنانچہ جو شخص اس کو رواج دے گا اس کے دل میں نقطہ کے مانند ایک کالا نشان لگا دیا جائے گا اسی طرح جو شخص اس کا انکار کرے گا اس کے دل پر ایک سفید نشان لگا دیا جائے گا۔ تو کون ہے جو جاننا چاہتا ہے کہ کون اس فتنہ میں مبتلا ہو گا اور کون محفوظ رہے گا؟ اس کو چاہیے کہ غور کرلے چنانچہ جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے گا وہ اس فتنہ سے دوچار ہو گا، انسان صبح تو اس حال میں کرے گا کہ وہ بینا ہو گا لیکن شام اس حال میں کرے گا کہ وہ اندھا ہو چکا ہو گا۔[43]

ابو مسعود انصاری نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی نصیحت فرمادیں جس پر ہم مضبوطی سے عمل کریں، انہوں نے فرمایا: حقیقی گمراہی یہ ہے کہ تم جس کو منکر (برائی) سمجھتے تھے اس کو معروف (بھلائی) سمجھنے لگو اور جس کو معروف سمجھتے تھے اس کو منکر کہنے لگو، لہٰذا اس وقت جس پر تم ہو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ اس کے بعد کوئی بھی فتنہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔[44]

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا، تعلیمی نظام اور پاکستان کے موجودہ جمہوری نظام و قوانین عالمی قوتوں کی پاکستان میں بے دینی کے فروغ کے لیے جس طرح اور جس قدر سہولت کاری کر رہے ہیں وہ ایک طرف لیکن ان سب کے علاوہ اگر غیر ملکی این جی اوز کے مواد پر بھی نظر ڈالی جائے تو بخوبی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا مقصود لوگوں کی دنیاوی فلاح بھی ہر گز نہیں ہے بلکہ اصل مقصود وہ الحاد اور بے دینی ہے جو ان کی ڈوریں ہلانے والوں کا عالمی ایجنڈا ہے۔

ایک عزیز جو فلاحی اداروں کے کاموں میں کافی دلچسپی لیا کرتے تھے اس نیت سے کہ لوگوں کی مدد کرنے اور ان کی زندگیاں بہتر بنانے کا موقع ملے گا کچھ تگ و دو کے بعد ایک این جی او میں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ این جی او ملک بھر کی جیلوں میں کورسز کروا رہی تھی۔ ان صاحب کی بھی ایک جیل میں تعیناتی ہوئی۔ یہ صاحب بتاتے ہیں کہ مجھے یہ جان کر بہت حیرت ہوئی کہ اس این جی او کا کمپیوٹر کورسز یا کسی اور طرح کی skill development کا کوئی پروگرام نہیں تھا بلکہ قیدیوں کی کونسلنگ اور انہیں بظاہر بھلائی اور اچھائی کی طرف راغب کرنے اور مفید شہری بنانے کا دعوتی مواد ترتیب دیا گیا تھا لیکن اس پورے مواد میں کسی اسلامی اصطلاح، گناہ اور آخرت کی جوابدہی کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اس پورے مواد میں اگر کوئی اچھی بات بتائی بھی گئی تھی تو وہ سیکولرزم و لبرلزم کی حدود میں رہتے ہوئے۔ شراب نوشی کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ یہ حرام ہے بلکہ بتایا گیا کہ اس کی بے اعتدالی سے بچیں۔ میاں بیوی اور ازدواجی تعلقات کے بجائے پارٹنر کا لفظ استعمال کیا گیا اور پارٹنر سے وفاداری کی ترغیب دی گئی۔ غرض پورا مواد سیکولر و لبرل پیمانے کے مطابق ایک اچھے شہری کا تربیتی کورس ہے۔ ان کتابچوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے جیلوں کے علاوہ بھی مختلف جگہوں پر بانٹنے اور پھیلانے کی غرض سے تیار کیا گیا تھا۔

---

[40] مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۵۰۴, الفتن ۱۳۶

[41] ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، کنزالعمال ۸۴۶۳

[42] الفتن ۱۳۰

[43] مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۴۷۴ سنن ابوعمرودانی ۱/۲۶, مستدرک حاکم ۴/۴۶۷, حلیتہ الاولیاء ۲/۲۷۲

[44] مصنف ابن ابی شیبہ ، الفتن ۱۳۲

آج ہمیں پاکستانی معاشرے میں ایسے بہت سے افراد بکثرت نظر آتے ہیں جو انسانی حقوق کے نام پر کبھی قادیانیت کا مقدمہ لڑتے نظر آتے ہیں تو کبھی ٹرانس جینڈر اور عورت مارچ ٹائپ تحریکوں کا۔

ایک فتنہ بے حسی کا بھی ہے جس نے مسلمانوں کو پہلے مختلف لکیروں میں قید کر کے لفظ امت کے مفہوم سے ہی نا آشنا کر دیا تھا اور اب نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ اپنے اطراف، اپنے ملک، اپنے شہر، اپنے پڑوس سے لاتعلق ہیں چہ جائیکہ وہ فلسطین، شام، عراق، یمن، صومالیہ، انڈیا و چین مین ظلم سہتے مسلمانوں کے متعلق خیر خواہی کی حسرت کریں۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین تو سراسر خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ! ﷺ کس کے لئے؟ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔[45]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبول اسلام کے وقت میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ! کوئی شرط ہو تو وہ مجھے بتا دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز پڑھو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو اور کافر سے بیزاری ظاہر کرو۔[46]

ایک اور روایت میں ہے کہ مومن مومن کا بھائی ہے جو اس کی خیر خواہی سے کبھی نہیں اکتاتا۔[47]

> ”مومن آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ایک دوسرے کو چاہنے والے ہیں خواہ ان کے وطن اور جسم جدا جدا ہوں اور فاسق لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے ہیں خواہ ان کی جائے سکونت اور جسم ایک جگہ ہوں۔“[48]

آج فقط اپنا گھر، کاروبار، نوکری، روزگار اور اپنے بچے، یہی کل دنیا ہے۔ کسی کو اس کے بوجھ نے ایسا مارا کہ اس کے پاس سر کھجانے اور کچھ سوچنے اور فکر کرنے کی ہی فرصت یا سکت ہی نہیں اور جنہیں آسودگی میسر آئی وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ میسر ہے اسے ہی محفوظ بنایا جائے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے دور رہنے میں ہی وہ عافیت سمجھتے ہیں جو لوگ امت کے مسائل کی بات کرتے ہیں۔

اگر کوئی انہیں اس طرف توجہ دلانے کی کوشش بھی کرے تو وہ ایسا ردعمل دیں گے جیسے یہ بات کرنے والا احمق اور مجنون ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد میری امت کو ایسے فتنے ڈھانپ لیں گے کہ آدمی کا دل اسی طرح مردہ ہو جائے گا جیسے اسکا جسم۔[49]

فلسفہ عدم تشدد، اور پرامن جدوجہد جسے عالمی طاقتوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ مسلم معاشروں میں اس طرح پھیلایا ہے کہ اب سیکولر و لبرل جماعتیں ہی نہیں مذہبی سیاسی جماعتیں، ان کی قیادتیں اور ان کے کارکنان اس فلسفے کے خلاف ایک لفظ سننا گوارا نہیں کرتے۔ اس فلسفے کی پیروی کرنے میں حقیقتاً سچائی ہوتی تو اس کی جھلک ان کی ذاتی زندگی میں بھی نظر آنی چاہیے تھی۔

وہ افراد جو نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لیے ہتھیار اٹھانے والوں کو لعن طعن کا نشانہ بناتے ہیں اگر ان کی ذاتی زندگی میں کسی جائداد کا کوئی مسئلہ ہو جائے، کسی سے لین دین کا مسئلہ ہو جائے، وہاں انہیں ہتھیار اٹھاتے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوگی۔ یعنی آپ کی ذات کا یا کسی دنیاوی فائدے کا کوئی مسئلہ ہو تو ہتھیار اٹھانا معیوب بات نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی ذات کی بجائے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے لیے اور دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے ہتھیار اٹھائے تو وہ قابل ملامت ہوا؟ ایک ایسے ہی صاحب نے ایک معمولی پراپرٹی کے لیے اپنے سگے بھائی کو قتل کیا۔ اور ایسی لاتعداد مثالیں ہیں کہ سگے خونی رشتہ دار ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہاری عورتیں سرکش اور تمہارے نوجوان فاسق ہو جائیں گے اور تم جہاد چھوڑ بیٹھو گے؟ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ (واقعی) ہونے والا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہاں ہونے والا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس سے زیادہ سخت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی، جب تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور برائی سے نہیں روکو گے؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ ہونے والا ہے آپ نے فرمایا: ہاں، جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے بھی سخت چیز پیش آنے والی ہے؟ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ایسا ہونے والا ہے آپ نے فرمایا: ہاں، اس سے بھی سخت چیز

[45] مسند احمد ۱۶۳۳۴

[46] مسند احمد ۱۸۳۶۸

[47] ابن النجار، عن جابر۔ کنزالعمال۶۸۸

[48] عبدالرزاق الجیلی، فی الاربعین، بروایت انس، الفردوس للدیلمی (رح) بروایت علی۔ کنزالعمال ۷۵۹

[49] سنن ابی عمر والدوانی ۱/۸۰، الفتن ۱۱۱

پیش آنے والی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی ذات کی قسم! میں ان کے لیے ضرور فتنہ پیدا کروں گا، جس میں بردبار شخص بھی حیران ہو جائے گا۔[50]

ایک بڑا فتنہ جس کا زہر ہم خود اپنے ہاتھ سے ہی نئی نسل کو منتقل کر رہے ہیں وہ موبائل کا فتنہ ہے۔ آج بچے ہوش سنبھالنے سے قبل موبائل اور انٹرنیٹ کی دنیا تک پہنچ رہے ہیں جہاں سب کچھ ان کی دسترس میں ہے۔ اگر اس فتنے سے انکو محفوظ رکھنے کے لیے ہم نے کوشش نہیں کی، اس کی تباہ کاریوں سے بچانے کی کوشش نہیں کی تو یہ بالکل ناممکن ہے کہ بچے انٹرنیٹ اور اس کی خرافات سے خود کو بچا سکیں۔ اسکے علاوہ کارٹونز اور ویڈیو گیمز بھی کم مصیبت نہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰/۲۱ میں صرف لاہور شہر میں اٹھارہ ماہ کے دوران ۱۲ ہلاکتوں کا تعلق پب جی گیم سے تھا۔ لاہور پولیس کے ریکارڈ کے مطابق ۱۸ جنوری ۲۰۲۲ کو کاہنہ میں ایک لیڈی ہیلتھ ورکر کو ان کے تین بچوں سمیت قتل کرنے پر چھان بین کی تو مقتولہ کے ۱۴ سالہ بیٹے زین علی کو حراست میں لیا گیا جس نے مبینہ طور پر اس گیم سے متاثر ہو کر یہ واردات کی۔ اسکے علاوہ خودکشیوں کے کئی واقعات ہیں اور وجہ صرف یہی تھی کہ والدین نے پب جی گیم سے منع کیا۔ سیلفی اور ویڈیوز کے شوقین نوجوان خطرناک جگہوں اور کچھ منفرد کر دکھانے کے شوق میں بھی جان گنوا رہے ہیں۔ منشیات بچوں کے سکولوں تک پہنچ چکی ہے۔ کبھی خبر دیکھنے کو ملتی ہے کہ سکول وین کے ڈرائیور نے بچوں کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا تو کبھی خبر ملتی ہے کہ گلی میں گھر کے سامنے کھیلتے بچے کو کسی شخص نے قریب ہی کسی جگہ لے جا کر زیادتی کا نشانہ بنایا۔ اکثر و بیشتر جرم چھپانے کی غرض سے ایسے بچے بچیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ کبھی لاش کچرے کے ڈھیر سے برآمد ہو جاتی ہے تو کبھی لاش بھی نہیں ملتی اور کچھ پتہ ہی نہیں چل پاتا کہ بچہ یا بچی کہاں گئی۔ قصور میں ہزاروں بچوں کے جنسی استحصال اور پھر ان کی ویڈیوز کی ڈارک ویب پر فروخت کا سکینڈل تو عالمی توجہ کا مرکز بنا اور ہمارے نظام انصاف اور سکیورٹی اداروں کے منہ پر کالک ملتا رہا۔

چند ماہ قبل کرم پولیس کی ایک بڑی کاروائی میں ہوشربا انکشافات سامنے آئے۔ ملزم سید طاہر قباد شاخیل ۳۷ بریگیڈ سمیت ایف سی، ایم آئی، وغیرہ کو معصوم بچے سپلائی کرتا تھا۔ گزشتہ پانچ سالوں میں پاراچنار کے درجنوں بچوں کو جنسی زیادتی / بد فعلی کا نشانہ بنایا گیا ہے جبکہ اس دوران ان کی ویڈیو بھی بنائی گئی۔ ان بچوں کی عمریں ۱۴ سال سے کم ہیں۔ ملزم کے لیپ ٹاپ سے ۶۰۰ سے زائد ویڈیوز برآمد ہوئی ہیں۔ مقامی ذرائع کے مطابق سینکڑوں بچے متاثر ہوئے ہیں۔ ملزم اس سے قبل بھی گرفتار ہوا تھا لیکن پاکستان آرمی کے ایک کیپٹن اور میجر کے دباؤ پر ملزم کو رہائی ملی۔ ملزم نے اعتراف کیا کہ بچوں سے زیادتی کی، ویڈیو کلپس بنائے اور والدین کو بلیک میل کر کے رقوم بھی حاصل کیں گئیں۔ اتنا بڑا کیس لیکن مکمل معلومات سوشل میڈیا پر ہی شئیر ہو سکیں جبکہ نیوز چینل پر چھوٹی سی خبر۔ ایسا معاشرہ جہاں آپ کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کا بچہ کسی درندے کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جائے گا یا معاشرہ اسے ہی درندہ بنا دے گا۔

غرض فتنوں کی ایسی بھرمار کہ انسان ان لوگوں پر رشک کرنے لگتا ہے جو پہلے گزر چکے۔ اب تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر آنے والا دن کیا خبر کیسا فتنہ لائے جو خدانخواستہ ہماری عقلوں کو اچک لے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا تو وہ اس پر لوٹ پوٹ ہو گا (لیٹے گا)، اور کہے گا: کاش کہ اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا، اور وہ یہ بات دین کی وجہ سے نہیں بلکہ فتنوں اور آزمائشوں کی وجہ سے کہے گا۔“[51]

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے (حالانکہ ان میں اس کے لیے بڑی بہتری ہوتی ہے) ایک تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا، حالانکہ موت اس کے لیے فتنہ سے بہتر ہے، اور دوسرے وہ مال کی کمی اور ناداری کو نہیں پسند کرتا، حالانکہ مال کی کمی آخرت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے والی ہے۔[52]

سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان فتنوں اور ان برائیوں سے دور رہنے پر ہی اکتفا کیا جائے یا ایسے حالات میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ کہ موجودہ نظام حکومت اور حکمران جو ان فتنوں اور برائیوں کی اصل وجہ ہیں، انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اپنی زندگیاں کھپائیں۔ ہجرت و جہاد کی راہ اختیار کریں۔ ان فتنوں آزمائشوں سے بچنے کا اس سے بہتر بھی کیا کوئی راستہ ہو سکتا ہے؟

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا جب مسلمان کا سب سے عمدہ مال اس کی وہ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی وادیوں میں لے کر چلا جائے گا تاکہ اس طرح اپنے دین و ایمان کو فتنوں سے بچا لے۔[53]

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور رہا، نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور رہا، اور جو اس میں پھنس گیا پھر اس نے صبر کیا تو پھر اس کا کیا کہنا۔[54]

☆☆☆☆☆

[50] ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، کنزالعمال ۸۸۷۰

[51] رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح: ۵۴۴۵

[52] مسند احمد، معارف الحدیث: ۱۹۲

[53] صحیح بخاری ۳۳۰۰

[54] سنن ابوداؤد ۴۲۶۳، تخریج دارالدعوہ: تفرد بہ أبو داود، (تحفۃ الأشراف: ۱۱۵۴۲) (صحیح)

آخر اب نہیں تو پھر کب؟!

راشد دہلوی

ایک لمبے انتظار اور تیاری کے بعد مودی، یوگی اینڈ کمپنی نے کھلم کھلا خونی کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے، منافقانہ جملوں کو طاق میں رکھ کر، سیدھے مسلمانوں پر حملے کیے جا رہے ہیں، چند سالوں پہلے بی بی سی ہندی ریڈیو اسٹیشن پر آر ایس ایس کے ایک کاریہ کرتا (کارکن) کا انٹرویو سنا، جس میں مہاشے فرما رہے تھے کہ آر ایس ایس دھیرے دھیرے بھارت میں اپنی جڑوں کو مزید مضبوط کر رہی ہے تاکہ وقت آنے پر وہ اپنے دشمن (مسلمان) کا خاتمہ کر سکے۔

ایک طرف آر ایس ایس کے یہ منصوبے رہے جبکہ دوسری طرف شروع سے ہی سیکولر مفاد پرست جماعتوں نے مسلمانوں کو ہندو مسلم بھائی چارے، گنگا جمنی تہذیب کا نشہ پلا کر گہری نیند سلائے رکھا۔ نتیجتاً آج ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل عام میں تیزی آچکی ہے، مسجدوں اور مدرسوں کو شہید کیا جا رہا ہے، آئے روز قرآن پاک کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنے والے دندناتے پھر رہے ہیں۔

ہندو پوری کے ساتھ دھرم یدھ (مذہبی جنگ) لڑنے مسلمانوں کے علاقوں سے جان بوجھ کر گزرتے ہیں، پولیس و انتظامیہ سے بے خوف ہو کر، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ پولیس و انتظامیہ بھی انہیں کی حمایتی ہیں۔ تیز آواز میں 'ڈی جے' پر انتہائی فحش، بھڑکانے والے اور گندے گانے بجائے جاتے ہیں، ہتھیاروں کی نمائش کی جاتی ہے، جے شری رام جیسے مذہبی نعرے لگائے جاتے ہیں۔ اکثر اوقات مسلمان بے بس و لاچار اپنی بربادی کا تماشہ دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔

ظلم و ستم کے اس تسلسل میں 'بہرائچ، اتر پردیش' کا نام بھی درج کیا جاتا ہے، جہاں مسلمانوں کو ایک بار پھر اپنی نفرت کا نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بہرائچ، اتر پردیش

۱۳ اکتوبر، ۲۰۲۴ء: درگا مورتی وسرجن کے موقع پر، ہندو شر پسند اپنے ناپاک مقاصد کو پورا کرنے کے لیے، ریاست اتر پردیش کے ضلع بہرائش کے علاقے مہاراج گنج پہنچتے ہیں تو اپنی حرکتوں سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم تمہیں مسل کر رکھ دیں گے۔ مسلمان انتہائی خوف کے عالم میں غیبی مدد کے منتظر ہیں، جلوس علاقے کی مسجد کے قریب پہنچتا ہے۔ عبد الحمید جو ہندوؤں کی اس حرکت سے سخت ناراض ہے فسادیوں کو ڈی جے بند کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانا کرتے ہیں؟ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ جاتی ہے۔ ہندو بلوائی جیسے اسی موقع کی تلاش میں تھے، ہندو ہجوم آپے سے باہر ہو جاتا ہے، رہائشی علاقہ میدان جنگ میں بدل جاتا ہے، ۲۲ سالہ بھگوہ دہشت گرد 'گوپال' عبد الحمید کے گھر کی چھت پر چڑھ جاتا ہے اور وہاں لگے ہرے رنگ کے جھنڈے کو اتنی زور سے گراتا ہے کہ چھت کی گرل تک ٹوٹ جاتی ہے۔ ہندو خوشی اور جوش میں گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگانے لگتے ہیں، مانو کوئی بڑی فتح حاصل کر لی ہو۔ گوپال بے قابو ہو جاتا ہے اور بھگوہ رنگ کا جھنڈا لہرا دیتا ہے۔

ہندوؤں نے شاید یہ سوچا ہو گا کہ ہمیشہ کی طرح مسلمان کسی کونے کھدرے میں دبک گئے ہونگے۔ مسلمان ہمیشہ کی طرح پولیس انتظامیہ کو فون کرتے کرتے تھک چکے ہونگے۔ لیکن اب تو بھگوہ پولیس ہندو بلوائیوں کی حمایت میں آگے آگے رہتی ہے، کیا کہنے اکھنڈ بھارتیہ پولیس کے! سیکولرازم کا لبادہ کتنے ہنر سے اوڑھ رکھا تھا اور اب علی الاعلان مسلمانوں کو صف ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔

بغض و عداوت میں چُور گوپال اپنے آپ کو ہندوؤں کا ہیرو بنانے چلا تھا، لیکن اس کے برعکس ہوا وہ جس کی اب شدومد سے ضرورت ہے۔ گوپال کو ایک ہی گولی نے ڈھیر کر دیا، ہندو بزدل ہجوم سمجھ نہیں پایا کہ آخر ہوا کیا ہے؟ ہندو ڈر کے مارے ایسے تتر بتر ہوئے کہ اپنے مٹی کے شیر (گوپال) کو ہسپتال پہنچانا ہی بھول گئے یا یوں کہہ لیجیے کہ انہوں نے بس اپنی جان بچا کر دم دبا کر بھاگنا ہی غنیمت سمجھا۔ گوپال شمشان گھاٹ کی رونق بن گیا، جس کی استھیاں ہندوؤں کی گنگا ماتا کے آغوش میں بہادی گئیں۔

گوپال کی موت کا بدلا لینے کے لئے میڈیا نے دل کھول کر مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا، تاکہ زیادہ سے زیادہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف تیار کیا جا سکے۔ بھگوہ پولیس بھی حرکت میں آگئی، آناً فاناً مسلمانوں کے خلاف گرفتاریوں اور اینکاونٹر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ریاستی دہشت گردی ملاحظہ کیجیے!

اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی ادتیاناتھ نے مرنے والے گوپال کو (جانباز) کا لقب دیا اور مردار کے گھر والوں کو معاوضہ اور سرکاری نوکری دینے کا اعلان بھی کیا۔ دہشت گرد و خونی یوگی مسلمانوں کے خلاف سخت سے سخت کروائی کرنے کی بات کرتا ہے، گوپال کی لاش کے ساتھ ایک بار پھر جلوس نکالا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کے خلاف فساد بھڑکایا جا سکے۔ اس ملک میں اپنے تئیں مسلمانوں کی حفاظت کرنے کا دم بھرنے والے، مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں، کیونکہ ان لوگوں کی ڈوریں وہاں سے ہلتی ہیں جو اکھنڈ بھارت کا خواب آنکھوں میں

سجائے اپنے مشن پر کام کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ، غور کیجیے! ریاست کا وزیر اعلیٰ غنڈوں و دہشت گردوں کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور مظلوم و بے بس مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کی جاتی ہے۔ لیکن اب حجت تمام ہو چکی ہے مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لیے ہر وقت تیار رہنا ہو گا اور یہی ایک واحد راستہ ہے۔

مشہور صحافی ’بھگت رام‘ اپنی طنزیہ پوسٹ کے لیے جانا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ آپ (مسلمانوں) کے پاس ۲ ہی راستے ہیں:

۱. بھگوہ غنڈے مارنے آئیں تو چپ چاپ ان کے ہاتھوں مر لو۔
۲. اگر ان کے ہاتھوں مرنے سے منع کرو گے، ان کا مقابلہ کرو گے تو سرکاری غنڈے آئیں گے اور وہ مار ڈالیں گے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ ہندو ایک بزدل قوم ہے جو نہتوں، کمزوروں پر ظلم کرتی ہے، مسلمانوں کو وردی والے اور بغیر وردے والے غنڈوں سے نپٹنے کے لیے تیار رہنا ہو گا، اپنی تیاری کرنی ہو گی، یہی مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ ہے۔ باقی راستے ہم پچھلے ۷۷ سالوں سے اچھی طرح دیکھ اور آزما چکے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اسی بہرائچ، اترپردیش کی سرزمین پر مردِ مجاہد، اللہ کے بندے غازی سالار مسعود شہید رحمۃ اللہ علیہ، جو محمود غزنوی رحمۃ اللہ کے بھانجے تھے، کا خون گرا ہے، جس نے دینِ حق کی خاطر دشمن سے لڑتے ہوئے، جامِ شہادت نوش فرمایا اور تاقیامت مسلمانوں کو یہ پیغام دے گئے کہ عزت سے جینے و عزت سے مرنے کے لئے دشمن کے منہ میں ہاتھ ڈال کر اس کے جبڑے کو توڑ دیا جاتا ہے نا کہ دشمن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر زندگی کی بھیک مانگی جاتی ہے، جس سے دشمن مزید دلیر اور ظلم و ستم کرنے پر مزید آمادہ ہو جاتا ہے۔

ظالمو تم خدا کے گھروں کو نہیں مٹا پاؤ گے!

آج آپ کے لیے اور میرے لیے لمحۂ فکر ہے کہ بھارت انتظامیہ یکے بعد دیگرے مساجد و مدارس پر بلا جھجک بلڈوزر چلا رہی ہے اور ہم صرف تماشائی بنے ہوئے ہیں، ہماری زبان سے صرف یہی کلمات نکلتے ہیں کہ خدارا ہم کریں تو کیا کریں؟

۱۹ نومبر ۲۰۲۴ء: سنبھل اترپردیش کی شاہی جامع مسجد کے خلاف (وشنو جین) نامی متعصب ہندو وکیل عدالت میں عرضی دائر کرتا ہے کہ نعوذ باللہ شاہی جامع مسجد کو ہٹایا جائے کیونکہ یہاں ہندوؤں کا مندر تھا جسے توڑ کر مسجد کی تعمیر کی گئی ہے۔ ضلعی عدالت عرضی دائر ہوتے ہی اسی دن دوپہر کو شاہی جامع مسجد کا سروے کرنے کا حکم دے دیتی ہے۔ وشنو جین (سرکاری وکیل) ہونے کے باوجود، اس کیس میں پارٹی بھی بن جاتا ہے۔ اور لعین جج کی بدبختی دیکھیے کہ اسی دن جج نے اس سروے ٹیم کا رکن وشنو جین کو ہی بنا دیا اور جلد رپورٹ داخل کرنے کا حکم بھی دے دیا۔

جمعہ کی رات کو مسلمانوں کو بغیر بتائے دو گھنٹے تک شاہی مسجد کا سروے کیا جاتا ہے۔ مسلمان اس غم سے ابھی ابھر بھی نہیں پائے تھے کہ ایک بار پھر وشنو جین ہندو غنڈوں کے ساتھ دوبارہ مسجد کا سروے کرنے کے لیے سنبھل میں داخل ہوتا ہے۔ پورے ماحول کو پولیس و انتظامیہ کی موجودگی میں خراب کیا جاتا ہے، ہندو دہشت گرد (جے شری رام) کے نعرے لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو للکارتے ہیں کہ دیکھو تم ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، اسی اثنا میں ایک بار پھر مسلمانوں نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کا خون ابھی پانی نہیں ہوا ہے، ابھی مسلمانوں کے بازوؤں میں دم خم باقی ہے۔

بھاری پولیس نفری کے باوجود، مسلح ہندو پولیس کے سامنے مسلمان نہتے ہی بھڑ گئے، پتھر برساتے، اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر دشمن کے سامنے سینا سپر ہو گئے۔ یوپی پولیس نے بغیر انتظار کیے مسلمانوں پر سیدھے فائر کھول دیے، جس کے نتیجے میں ۶ غیرت مند مسلمان اپنے رب کے گھر کی خاطر شہادت کا جام نوش فرما گئے۔ پوری دنیا نے پولیس کی زیادتیاں دیکھیں لیکن کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ پولیس نے مزید بدبختی کا ثبوت دیتے ہوئے، مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلائے، گرفتاریاں کی گئیں، خواتین کو بھی گرفتار کیا گیا۔ نالیوں سے پولیس نے پاکستانی بنے کارتوس بھی برآمد کرنے کے دعوے کیے۔ پولیس نے اپنے تکبر کا مزید ثبوت دیتے ہوئے، شاہی جامع مسجد کے بالکل قریب پولیس چوکی بھی بنا ڈالی جہاں آئے روز مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ حال ہی میں عرفان بھائی کو لین دین کے معاملے میں اسی چوکی میں لایا گیا اور اسی رات بھائی پر اتنا ظلم و تشدد کیا گیا کہ عرفان کا انتقال ہو گیا۔ نہ کوئی سنوائی، نہ کوئی مقدمہ...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سنبھل سے ہی تعلق رکھنے والے عالم دین، قائدِ مجاہدین، استاد و امیر محترم مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ امت کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں، جو واحد عزت و عظمت کا راستہ ہے، جو سربلندی کا راستہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ”سوال یہ ہے کہ ڈر لگتا ہے کہ جہاد میں جانے سے جان چلی جائے گی، مال چلا جائے گا، نقصان ہو جائے گا۔ کشمیر و ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ جو آج تک ہو رہا ہے، کیا وہ کم ہے؟ آج تک جو گوایا ہے سن ۱۹۴۷ء سے اب تک، کیا وہ کم ہے؟ اس سے زیادہ اور کیا چلا جائے گا؟ حالانکہ جہاد تو دفاع و حفاظت و عزت کی ضمانت ہے۔ اللہ نے اس دور میں بھی آپ کو دکھا دیا، اس وقت جو کچھ کشمیر و ہندوستان کے مسلمان کے ساتھ ہو رہا ہے،

جو جان ومال کا نقصان انہیں پہنچایا جارہا ہے، اگر یہی جان ومال جہاد میں لگا دیا جاتا!

آپ ذرا وہ اعداد و شمار اٹھا کر دیکھیے جو ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان ہوا ہے، اگر یہ جہاد میں لگ جاتا تو اتنا نقصان نہ ہوتا۔ مسلمانوں کا نقصان جہاد میں لگنے کے بعد بہت کم ہوتا ہے، اس کے بدلے اللہ پاک جو کافروں کا نقصان کرتا ہے، وہ اعداد و شمار آپ افغانستان میں دیکھیے اور ساری دنیا میں دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ پاک اس راستے کو عزت کی زندگی اور عزت کی موت کا راستہ بنایا ہے۔ اگر آپ کو کمزوری کا عذر ہے تو قرآن اٹھا کر دیکھیے کہ جہاد کمزوروں کو ہی طاقتور بنانے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ بھارت بڑا طاقتور ہے تو یاد رکھیے جہاد طاقتور کا غرور خاک میں ملانے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہے، اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کے لئے، آسام کے مسلمانوں کے لئے اور خود آپ کے اپنے لیے۔ آپ کا کون سا خطہ ہے جہاں آپ کی جان ومال خطرے میں نہیں ہے یا لوٹی نہیں گئی، آپ کی املاک وکاروبار نہیں تباہ کیے گئے؟ اللہ کا وعدہ ہے، میرے مسلمان بھائیو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے، اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے کمزور قدموں کو جمادے گا۔ تم نہتے ہوگے اللہ تمہیں بہادر بنادے گا، تمہارے ہاتھ میں پتھر ہونگے اللہ انہیں بم بنادے گا، تمہارے ہاتھ میں چھوٹا اسلحہ ہوگا، اللہ اس چھوٹے اسلحے کے ذریعے تمہیں بڑے اسلحے والوں پر غالب کردے گا۔"

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○

"نہ جانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں، جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئیں ہیں، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

☆☆☆☆☆

ماہِ رمضان المبارک میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

ماہِ رمضان نفس اور اسکی شہوات پر قابو پانے کا مہینہ ہے، مسلمان اور مومنین ماہِ رمضان میں صبر تقویٰ اور زائد نفلی اعمال کا مجسم نمونہ بنے ہوتے ہیں اسی طرح ماہِ رمضان عظیم فتوحات اور بڑی کامیابیوں کا مہینہ بھی ہے۔

- رمضان المبارک ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں مشرکین کی شان وشوکت ٹوٹ گئی اور مسلمانوں کا علم بلند رہا۔
- رمضان المبارک ۸ھ میں فتحِ مکہ ہوا اور لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوئے۔
- رمضان المبارک ۹۱ھ میں مسلمانوں نے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہم کی قیادت میں اندلس فتح کیا۔ اندلس کی فتح مسلمانوں کا یورپ میں پہلی بار داخلہ تھا۔
- رمضان المبارک ۲۲۳ھ میں خلیفہ معتصم باللہ کی قیادت میں فتح عموریہ حاصل ہوئی۔
- رمضان المبارک ۴۶۳ھ میں معرکہ ملازکرد پیش آیا جس میں الپ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمان بازنطینوں پر فتح یاب ہوئے۔
- رمضان المبارک ہی میں مسلمان تاتاریوں پر دو دفعہ غالب آئے اور رمضان میں ہی فتح سندھ اور ہند ہوئی جزیرہ قبرص اور اسکے علاوہ بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔

الشوک والقرنفل

کانٹے اور پھول ۲

شیخ یحییٰ السنوار شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شہرۂ آفاق ناول

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' بطلِ اسلام، مجاہد قائد، شہیدِ امت، صاحبِ سیف و قلم شیخ یحییٰ ابراہیم السنوار رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان اور جذبۂ جہاد و استشہاد کو جلا بخشتے، آنکھیں اشک بار کر دینے والے خوب صورت ناول اور خود نوشت و سرگزشت 'الشوک والقرنفل' کا اردو ترجمہ، قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ ناول شیخ نے دورانِ اسیری اسرائیل کی بئر سبع جیل میں تالیف کیا۔ بقول شیخ شہید اس ناول میں تخیل صرف اتنا ہے کہ اسے ناول کی شکل دی گئی ہے جو مخصوص کرداروں کے گرد گھومتا ہے تاکہ ناول کے تقاضے اور شرائط پوری ہو سکیں، اس کے علاوہ ہر چیز حقیقی ہے۔ 'کانٹے اور پھول' کے نام سے یہ ترجمہ انٹرنیٹ پر شائع ہو چکا ہے، معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

دوسری فصل

دن گزرتے چلے گئے اور میرے والد اور چچا واپس نہ آئے اور ان کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی، میرے دادا، والدہ اور چچی نے ہر اس شخص یا عورت سے پوچھا جس سے وہ پوچھ سکتے تھے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، ہمارا غم ہمارے بہت سے دیگر پڑوسیوں کی طرح تھا، کیونکہ فلسطینی آزادی فوج کے سپاہیوں یا عوامی مزاحمتی تحریک کے لوگوں میں سے بہت سے لاپتہ تھے، ہمارے محلے کا حال بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی کے دوسرے علاقوں کا، یعنی مایوسی، اضطراب اور افراتفری کی حالت میں تھے، اور لوگ نہیں جانتے تھے کہ آگے کیا ہوگا۔

ہر صبح میرے دادا اپنی چھڑی اٹھاتے اور اپنے بیٹوں کی تلاش میں نکلتے، لوگوں سے پوچھتے تھے چاہے وہ ان کے بارے میں جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، حتیٰ کہ وہ تھکن اور مشقت سے نڈھال ہو جاتے۔ میری والدہ اور چچی، جو جنگ کے خاتمے کے بعد سے ہمارے گھر سے نہیں نکلی تھیں، دروازے کے پاس بیٹھ جاتی تھیں اور دادا کے واپس آنے کی خبر کا انتظار کرتی رہتیں۔ وہ دونوں اپنے شوہروں کے نامعلوم انجام کی فکر اور پریشانی میں جل رہی تھیں۔ میرے بھائی، بہنیں اور چچا کے بچے اچھی طرح جانتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے، لیکن میں اتنا چھوٹا تھا کہ پوری طرح سمجھ نہیں پاتا تھا کہ میرے ارد گرد کیا ہو رہا ہے، میری والدہ اور چچی ہمارا خیال رکھنے کی فکر میں تھیں، تو میری بڑی بہن (فاطمہ) نے ہمیں کھانے پینے کی کچھ چیزیں دینے اور ضروری صفائی ستھرائی کا کچھ کام کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔

ایک دن شام کے وقت، جب دادا اپنے بیٹوں کی تلاش سے واپس آ رہے تھے، میری والدہ نے دروازہ کھولا اور وہ ابھی گلی کے نکڑ ہی پر تھے کہ وہ ان کے انتظار میں وہاں کھڑی ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد دادا اپنی چھڑی کے سہارے نمودار ہوئے۔ وہ اپنے قدم ایسے گھسیٹتے ہوئے آ رہے تھے کہ جیسے ان کے پاس کوئی بری خبر ہے جو ان کے کندھوں پر بھاری پڑ رہی ہے۔ میری والدہ نے میرے بڑے بھائی محمود کو دادا کا استقبال کرنے اور ان کی مدد کرنے کے لیے دوڑایا، محمود دوڑتے ہوئے دادا کی طرف گیا اور ان کے چہرے پر نظر ڈالنے لگا، جو آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ محمود کوشش کے باوجود دادا سے کوئی بات نکلوانے میں ناکام رہا، یہاں تک کہ وہ دونوں گھر کے دروازے تک پہنچ گئے۔ دادا دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے، لیکن ان کے ٹانگوں میں ان کو سہارنے کی سکت نہ تھی اور وہ گرنے لگے۔ میری والدہ اور چچی نے انہیں سنبھال کر اٹھایا اور پوچھنے لگیں کہ کیا خبر ہے؟ کیا معلوم ہوا؟ کیا ہوا؟ وہ دونوں خوف و ہراس سے کانپ رہی تھیں کہ دادا کیا خبر لائے ہیں۔ دادا نہ بولنے کے قابل تھے اور نہ ہی حرکت کرنے کے۔ جیسے تیسے انہیں اندر کمرے میں لایا گیا اور ان کے بستر پر بٹھا دیا۔ گھر کے سب افراد ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان کے لبوں سے نکلنے والے حرف کا انتظار کرنے لگے۔ میری ماں نے مٹی کا گھڑا اٹھا کر دیا، انہوں نے اسے پکڑ لیا لیکن ان میں اٹھانے کی طاقت نہیں تھی، پھر ماں نے ان کی مدد کی اور انہوں نے چند قطرے پانی کے پی لیے۔

دادا کی نظریں زیادہ تر میری چچی کی طرف مرکوز تھیں، جس سے لگ رہا تھا کہ ان کے پاس چچا سے متعلق کوئی خبر ہے۔ چچی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور وہ التجا کر رہی تھیں، ''ابو ابراہیم، کیا ہوا؟ کیا خبر لائے ہیں؟ سب خیر تو ہے نا؟ دادا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چچی روتے ہوئے چلائیں، ''کیا محمود انتقال کر گئے؟'' دادا نے تصدیق میں سر ہلایا، چچی کا رونا اور چیخنا بڑھ گیا، اور وہ اپنے بال نوچنے لگیں۔ میری ماں بھی رونے لگی، لیکن وہ زیادہ مضبوط دل کی تھیں اور چچی کو تسلی دینے کی کوشش کرتیں، جو مسلسل کہہ رہی تھیں، ''مات محمود، مات محمود'' نہیں ام حسن! وہ مرے نہیں، بلکہ شہید ہوئے ہیں۔ میرے چچا کے بچے، میرے بہن بھائی، سب رو رہے تھے اور میں اپنی جگہ پر ساکت تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

دروازے پر دستک ہوتی ہے، میرا بھائی محمود دیکھنے کے لیے جاتا ہے کہ کون ہے، کچھ ہمسایہ عورتیں آتی ہیں جنہوں نے رونا اور چیخنا سنا تھا اور وہ خبر جاننے اور غم میں شریک ہونے کے لیے آتی ہیں، کمرہ خواتین سے بھر جاتا ہے۔ میں ہجوم میں گم ہو جاتا ہوں، اور چیخ و پکار بڑھ جاتی ہے۔

دن گزرتے جاتے ہیں اور میرے والد کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملتی۔ آخری بار جنہوں نے انہیں دیکھا تھا، انہوں نے بتایا کہ وہ زندہ ہیں، جب یہودیوں نے شہر پر قبضہ کیا تھا، وہ اور کچھ عوامی مزاحمتی لوگ جنوب کی طرف پسپائی اختیار کر گئے تھے، یہی کچھ معلوم تھا، اور کچھ نیا نہیں پتہ چلا۔ دادا نے چچا کے ایامِ سوگ کے بعد سے دوبارہ میرے والد کو تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی، لیکن کچھ نیا نہ معلوم ہوا۔ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ دادا اس نتیجے پر پہنچے کہ انتظار کرنا ہی بہتر ہے، شاید کوئی خبر خود ہی آ جائے، اور سب کو انتظار کرنا پڑا، کیونکہ میرے والد ہماری جگہ سے واقف تھے اور ہم ان کی جگہ سے ناواقف تھے۔

دن گزرتے گئے اور زندگی کو معمول کی طرف لوٹنا پڑا، سب کو نئے حالات کے ساتھ خود کو ڈھالنا پڑا۔ اسکول دوبارہ کھل گئے اور میرے بہن بھائی اور بڑا چچا زاد بھائی اسکول جانے لگے، صبح ماں اور چچی انہیں اسکول کے لیے تیار کرتی تھیں اور وہ سب ساتھ نکلتے تھے۔ میں میری چھوٹی بہن اور چچازاد بھائی ابراہیم گھر میں رہتے تھے۔ دن نکلنے پر دادا گھر سے نکلتے تھے اور کبھی کبھار کچھ سبزیاں، جیسے ٹماٹر، پالک کی گٹھی، آلو یا بینگن لے کر آتے تھے، تاکہ ماں یا چچی انہیں پکا سکیں اور کھانا بچوں کی اسکول سے واپسی پر تیار ہو۔

ہر صبح میری ماں یا میری چچی پانی کے مٹی کے برتن اور لوہے کے پانی کے گرم کرنے والے برتن کو لے کر نکلتی تھیں اور انہیں ایسی ہی دوسری چیزوں کی قطار میں رکھ دیتی تھیں جو نلکے کے سامنے ہوتی۔ یہ نلکہ یونائیٹڈ نیشنز ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی UNRWA نے محلے کے بیچ میں لگایا تھا، جہاں پانی دن میں دو یا تین گھنٹے آتا تھا۔ جس کو نمبر ملتا وہ اپنے برتن بھر لیتا اور جس کو نمبر نہیں ملتا وہ اگلے دن کا انتظار کرتا اور پڑوسیوں سے کچھ پانی ادھار لیتا۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ کوئی پڑوسن جو صبح سویرے اٹھ کر اپنے برتن قطار میں نہیں رکھ پاتی، وہ دوسروں کا نمبر چرانے کی کوشش کرتی اور اپنے برتن دوسروں کے برتنوں سے آگے رکھ دیتی۔ جب یہ بات پکڑی جاتی تو جھگڑا شروع ہو جاتا جو پہلے تو لفظوں کی حد تک رہتا کہ "میرا نمبر"، "تمہارا نمبر" اور پھر ہاتھاپائی اور بال کھینچنے تک پہنچ جاتا اور کبھی کبھار تو مٹی کے برتن بھی ٹوٹ جاتے۔

نلکے کے پاس زمین پر مٹی کی ایک تہہ جمی ہوتی۔ جب میرے بھائی اور پڑوس کے بچے اسکول سے واپس آتے اور اپنا دوپہر کا کھانا کھا لیتے، تو وہ 'سبع شقف' (ٹھوکر سے ملتا جلتا فلسطینی بچوں کا کھیل) کھیلنے کے لیے نکلتے تو وہ نلکے کے پاس سے مٹی کے کنکر لے آتے اور انہیں سات گول کنکروں میں کاٹ لیتے، ہر کنکر دوسرے سے بڑا ہوتا، پھر وہ انہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھتے، سب سے بڑا نیچے اور سب سے چھوٹا اوپر، پھر وہ ایک گیند بناتے جو پرانے موزے سے بنی ہوتی تھی جسے ہم امدادی سامان سے حاصل کرتے تھے، جو ہمیں سال میں دو بار ملتا تھا، وہ اس موزے کو کپڑے سے بھر دیتے اور اسے ہاتھ کی مٹھی جتنی گیند کی شکل میں باندھ اور سی لیتے تھے۔ پھر دو ٹیموں میں تقسیم ہو جاتے، ایک ٹیم کا ایک کھلاڑی چند میٹر کے فاصلے پر کھڑا ہو کر گیند کو مٹی کے کنکروں کی طرف پھینکتا، کوشش کرتا کہ وہ انہیں گرا دے، اگر وہ ناکام ہو جاتا تو دوسری ٹیم کا کھلاڑی آتا، اور اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو وہ اور اس کی ٹیم کے باقی ارکان بھاگ جاتے۔ پھر وہ کھلاڑی جو مٹی کے کنکروں کے پاس کھڑا ہوتا، گیند کو دوسری ٹیم کے ارکان کی طرف پھینکتا، کوشش کرتا کہ انہیں گیند ست مارے اگر وہ کسی کو مار لیتا تو اس کی ٹیم کو مٹی کے کنکروں کو گرانے کا موقع ملتا، اور اگر وہ ناکام ہو جاتا تو وہ انتظار کرتا جب تک کہ اس کی ٹیم کے ارکان اسے گیند واپس نہ کر دیں۔ اس دوران پہلی ٹیم کے ارکان مٹی کے کنکروں کو دوبارہ ترتیب دینے کی کوشش کرتے، اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو کھیل دوبارہ شروع ہو جاتا اور اگر وہ ناکام ہو جاتے، اور جب وہ دیکھتے کہ گیند واپس آ رہی ہے تو وہ دوبارہ بھاگنے کی کوشش کرتے تاکہ گیند انہیں نہ؛گ جائے۔

لڑکیاں 'پہل دوج' (سٹاپو) کھیلتی تھیں۔ جہاں وہ ایک نرم پتھر یا ٹائل کا ٹکڑا لے کر زمین پر تین مربعے بناتیں، ہر ایک تقریباً ایک میٹر لمبا اور ایک میٹر چوڑا ہوتا تھا اور پھر تیسرے مربعے کے سرے پر ایک دائرہ بناتیں۔ کھلاڑی لڑکی پتھر کو پہلے خانے میں پھینکتی اور اس میں چھلانگ لگاتی، اور ایک ٹانگ پر کھڑی رہتی۔ پھر پتھر کو اپنی ٹانگ سے ایک خانے سے دوسرے خانے میں دھکیلتی، اور اس میں چھلانگ لگاتی، اب بھی وہ ایک ٹانگ پر ہی کھڑی ہوتی۔ پھر وہ پتھر کو تیسرے خانے میں دھکیلتی، اور اس میں چھلانگ لگاتی۔ پھر وہ اسے دائرے میں دھکیلتی اور اس میں چھلانگ لگاتی، یہاں وہ اپنی دونوں ٹانگوں پر کھڑی ہو سکتی تھی۔ اگر وہ گر جاتی یا اس کی ٹانگ کسی لائن پر آ جاتی تو وہ ہار جاتی اور اس کی جگہ مدمقابل کی باری آ جاتی۔ کبھی کبھار لڑکیاں رسی کودنے کا کھیل بھی کھیلتی تھیں۔

کبھی کبھار لڑکے عرب اور یہود کا کھیل کھیلتے، جہاں وہ دو ٹیموں میں تقسیم ہو جاتے، عربوں کی ٹیم اور یہود کی ٹیم۔ ہر ٹیم لکڑی یا چھڑی کے ٹکڑے اٹھاتی، جو بندوقوں کی شکل میں ہوتے اور وہ ایک دوسرے کی جانب اٹھا کر کہتے "ٹھاخ! میں نے تمہیں مارا" تو دوسرا کہتا "نہیں، میں نے تمہیں پہلے مارا"۔ اور اکثر اوقات یہ بات جھگڑے میں تبدیل ہو جاتی کہ کس نے دوسرے کو پہلے مارا۔ لیکن زیادہ تر یہ ہوتا کہ عربوں کی ٹیم یہود کی ٹیم پر جیت حاصل کرتی تھی، کیونکہ بڑے یا طاقتور لڑکے ہر ٹیم کے اراکین کا انتخاب کرتے تھے اور وہ عربوں کی ٹیم میں ہوتے تھے۔

میرے دادا مہینے میں ایک بار مرکزِ راشن (سپلائی سنٹر) جاتے تھے، جہاں وہ اپنے ساتھ اپنا، ہمارا اور میرے چچا کے گھر کا راشن کارڈ لے جاتے تھے۔ وہ دوپہر دیر تک غائب رہتے اور پھر واپس آتے۔ وہ اور محلے کے دیگر مرد یا عورتیں ایک گدھا گاڑی کے ساتھ واپس آتے تھے جس پر آٹے کے تھیلے، گھی یا تیل کے گیلن اور کچھ ٹوکریاں ہوتی تھیں، جن میں چھوٹی چھوٹی بوریوں میں مختلف قسم کی دالیں ہوتی تھیں، جیسے چنا اور مسور۔ جب گاڑی ہمارے گھر کے سامنے رکتی

تھی، تو بچے اس پر چڑھنے کے لیے دوڑتے تھے، گاڑی چلانے والا انہیں ڈانٹتا اور اپنی چھڑی لہراتا تھا، پھر انہیں دور کرتا تھا۔ میرے دادا اپنا سامان اٹھاتے، اسے گھر کے اندر اتارتے، اور پھر گاڑی چلانے والے کو چند سکے اپنی جیب سے نکال کر دے دیتے۔ گاڑی چلانے والا ان سکوں کو لے کر اپنے تھیلے میں ڈال لیتا اور کہتا "اللہ آپ کو خوش رکھے"، اور پھر اپنے گدھے کو لے کر چل پڑتا۔ بچے گاڑی کے پیچھے دوڑتے تھے اور بڑے لوگ انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

میری ماں کبھی کبھار میری چھوٹی بہن (مریم) کو ایجنسی کے السویدی کلینک لے جاتی تھیں، جو کیمپ کے کنارے پر تھا۔ وہاں اس کا معائنہ ہوتا اور زچہ و بچہ کی دیکھ بھال کے سیکشن میں اس کا وزن کیا جاتا۔ کلینک میں بہت سی عورتیں جمع ہوتی تھیں اور اپنے بچوں کے ساتھ معائنہ کرواتی تھیں۔ عورتیں کمرے میں ان لمبی لکڑی کی بینچوں پر بیٹھتی تھیں جو سفید رنگ سے رنگے ہوئے تھے جبکہ کچھ زمین پر بیٹھ کر باتیں کرتی تھیں۔

ہر ایک اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے بارے میں دوسرے سے بات کر رہی ہوتی تھی اور اپنی شکایتیں دوسروں کے سامنے بیان کر رہی ہوتی تھی، تاکہ ایک دوسرے کا دل ہلکا کر سکیں اور دیکھ سکیں کہ دوسروں کی مشکلات بھی کم نہیں ہیں۔ میری ماں کئی بار مجھے السویدی لے جا چکی تھی۔ وہاں دروازے پر کچھ خوانچہ فروش کھڑے ہوتے، جو مختلف قسم کی مٹھائیاں بیچتے تھے، جو انہوں نے روزی کمانے کے لیے بنائی ہوتی تھیں۔ میں ہمیشہ اپنی ماں کے کپڑے کھینچ کر اس خوانچہ فروش کی طرف اشارہ کرتا اور ماں سے فرمائش کرتا کہ وہ مجھے نمورا[55] کا ایک ٹکڑا خرید دے۔ میرے اصرار پر وہ مجبوراً مجھے وہ خرید کر دیتی، حالانکہ میرے باپ کی غیر موجودگی طویل ہو چکی تھی اور میرے دادا کے لیے کام کرنا مشکل ہو گیا تھا، کیونکہ اس وقت نوجوانوں اور طاقتور لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع کم تھے۔ پھر بھی ہماری مالی حالت باقی پڑوسیوں کے مقابلے میں اتنی بُری نہیں تھی، کیونکہ میں نے اپنے دادا یا ماں کے پاس کچھ پیسے دیکھے تھے، جو مجھے معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آئے تھے۔ لیکن میں نے جنگ سے پہلے اپنی ماں کے ہاتھوں پر کچھ سونے کے کنگن دیکھے تھے، جو میں نے جنگ کے بعد کبھی نہیں دیکھے۔ میرے ماموں صالح بھی کبھی کبھار ہمیں ملنے آتے تھے اور میری ماں کو کچھ پیسے دے دیتے تھے، اسی طرح ہمیں یا میرے چچا کے بچوں کو کچھ پیسے دیتے تھے تاکہ ہم 'ابو جابر' کی دکان سے کچھ مٹھائی خرید سکیں۔

میرے ماموں صالح بہت خوش قسمت تھے، کیونکہ ان کا ایک ٹیکسٹائل کا کارخانہ تھا، جس میں کچھ برقی ٹیکسٹائل مشینیں تھیں، جنہیں وہ مصر سے لائے تھے۔ یہ کارخانہ قبضے کے بعد بھی چل رہا تھا، اور یہ اچھی مقدار میں کپڑا پیدا کرتا تھا، جسے وہ غزہ کے تاجروں کو بیچتے تھے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد رفتہ رفتہ مغربی کنارے اور غزہ کے درمیان نقل و حرکت شروع ہوئی، تو انہوں نے اپنی کچھ پیداوار کو مغربی کنارے کے جنوب میں الخلیل کے علاقے میں بیچنا شروع کیا۔ ان کی مالی حالت اچھی تھی، اس لیے وہ ہر کچھ عرصے میں میری ماں کو کچھ پیسے دیتے تھے۔ میری ماں انکار کرتی تو وہ ناراض ہوتے اور کہتے: اگر میں تمہاری مدد نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا اور تمہارے بچے کیسے زندہ رہیں گے؟ تو وہ سر جھکا کر ان سے پیسے لے لیتی اور ماں کے گالوں پر آنسو بہنے لگتے، وہ اس پر ناراض ہو کر کہتے: تم ہر بار روتی ہو!

میرے چچا کی بیوی اور ان کے بچے تقریباً مکمل طور پر ہمارے ساتھ رہتے تھے اور ہمارے ساتھ روٹی اور پانی بانٹتے تھے۔ میرے دادا نے میرے بھائی محمود اور میرے چچا کے بیٹے حسین سے کہا کہ وہ دیوار کا حصہ توڑ دیں جو ہمارے گھر اور میرے چچا کے گھر کے درمیان تھی، تو کچھ پرائیویسی کے ساتھ دونوں گھروں کو ایک گھر بنا دیا گیا، میرے چچا کے اہل خانہ مشکل حالت میں تھے اور دادا ان کی مدد کرنے کے قابل نہیں تھے، ان کے شوہر شہید ہو چکے تھے اور گھر کی کفالت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وقت کے ساتھ وہ ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ وہ شادی کر لیں، کیونکہ ان کا شوہر فوت ہو چکا تھا، تو ان کے بیوہ رہنے کا کیا جواز ہے؟ اور وہ اس خوف سے انکار کرتی تھیں کہ ان کے بچوں کا کیا بنے گا۔ اور وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے کہ اس کے دادا اور چچا کا خاندان اس کا خیال رکھے گی، اور وہ اس کی مدد کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن اسے شادی کرنی چاہیے کیونکہ وہ ابھی جوان ہے اور اس کا مستقبل اس کے سامنے ہے، اسے اپنی جوانی کے وقت اور سالوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح ہمارے دن، مہینے اور سال گزرتے گئے۔

ایک مرتبہ ہمارے ماموں ہمیں ملنے آئے اور جب انہوں نے اپنی جیب سے پیسے نکال کر میری ماں کو دینے کی کوشش کی تو اس نے سختی سے انکار کر دیا، باوجود تمام کوششوں کے وہ اسے راضی نہ کر سکے کہ وہ پیسے لے لیں۔ تب انہوں نے ایک چال چلی، انہوں نے ماں کو قائل کیا کہ وہ کسی نئے مزدور کو اپنے کارخانے میں صفائی اور ترتیب کا کام نہیں دینا چاہتے، اور چونکہ محمود اور حسن بڑے ہو گئے ہیں اور جوان ہو گئے ہیں، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ وہ دونوں اسکول سے واپسی کے بعد روزانہ کارخانے میں کام کریں اور یہ رقم ان کی ماہانہ تنخواہ کے حساب میں ایڈوانس ہے۔

تب ماں نے صرف اسی شرط پر رقم لی کہ وہ اگلے دن سے ہی کام شروع کریں گے اور واقعی محمود اور حسن نے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری سنبھال لی، وہ دوپہر کو اسکول سے واپس آتے،

[55] 'نمورا' ایک مشہور مصری مٹھائی ہے جو سوجی، دہی، چینی، اور ناریل سے تیار کی جاتی ہے اور اس کے اوپر پر بادام یا پستے ڈالے جاتے ہیں۔ نمورا کی ساخت میں نرمی اور خشکی کا ایک خوبصورت امتزاج ہوتا ہے، اور اسے اکثر شربت یا عطر کی خوشبو سے مزیدار بنایا جاتا ہے۔ یہ مٹھائی خاص مواقع، تہواروں اور مہمان نوازی کے لیے بہت پسند کی جاتی ہے۔

کپڑے کے بنائے ہوئے اپنے بوری نما بستے رکھتے، ماں ان کے لیے اور باقی بہن بھائیوں اور چچا زاد بھائی کے لیے دوپہر کا کھانا نکالتی، اور پھر لمبی نصیحتوں کی نشست شروع کرتی کہ کس طرح راستے پر چلنا ہے، کس طرح ایمانداری سے کام کرنا ہے، کس طرح صفائی کرنی ہے اور کیسے کیسے، پھر وہ ان کے کندھوں پر تھپکی دیتی اور دروازے سے باہر تک آکر انہیں الوداع کہتی، غروب آفتاب سے کچھ پہلے وہ ان کا استقبال ایسے کرتی جیسے وہ فاتح سپاہی ہوں، اسی طرح ماموں ماں کو پہلے کی طرح رقم دیتے رہے، گویا یہ محمود اور حسن کی تنخواہ ہو، حالانکہ وہ کارخانے میں جا کر کچھ خاص کام نہیں کرتے تھے۔

اکثر میں فجر کے وقت دادا کی دعاؤں کی آواز پر جاگتا، جب وہ وضو کر رہے ہوتے، میں اس آواز اور ان دعاؤں کا لطف اٹھاتا، پھر ان کی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت اور فجر کی نماز کے بعد دعا سنتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ میں تقریباً وہ دعائیں یاد کرنے لگا تھا، جیسے ”اللهم اهدني فيمن هديت...“۔ دادا مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے نہیں جا سکتے تھے کیونکہ اس وقت کرفیو لگا ہوتا اور جو باہر نکلتا وہ قابض فوج کی گولیوں کا شکار ہو سکتا تھا جو کیمپ کی گلیوں میں گشت کر رہی ہوتی یا کہیں چھپی ہوئی ہوتی۔ یہ کرفیو روزانہ شام سات بجے سے صبح پانچ بجے تک ہوتا تھا، باقی نمازیں دادا عموماً مسجد میں پڑھتے، سوائے کسی مجبوری کے، جیسے راشن لینے جانا یا کرفیو کے دن۔

یہ گاؤں کی مسجد ایک بڑے کمرے کی مانند تھی جس کی چھت لوہے کی چادروں سے ڈھکی ہوئی تھی، اس میں چند کھڑکیاں تھیں اور ایک چھوٹا سا مینار تھا، جس پر موذن پتھر کی سلوں سے بنی سیڑھیوں سے چڑھ کر اذان دیتا تھا۔ مسجد کے دروازے پر ایک بیت الخلاء، وضو اور پینے کے پانی کے لیے چند مٹی کے برتن تھے۔ مسجد کی زمین پر کچھ پرانی اور بوسیدہ چٹائیاں یا قالین بچھے ہوئے تھے، مسجد کے سامنے ایک چھوٹا سا منبر تھا جو چند لکڑی کی سیڑھیوں پر مشتمل تھا۔

میرے دادا اکثر ظہر کی اذان سے پہلے مجھے مسجد لے جاتے تھے، وہ میرا ہاتھ پکڑتے جو ان کے بڑے ہاتھ میں غائب ہو جاتا تھا۔ ان کی عمر ستر برس سے تجاوز کر چکی تھی اور وہ بہت آہستہ چلتے تھے، لیکن پھر بھی مجھے ان کے پیچھے دوڑنا پڑتا تھا کیونکہ وہ تقریباً مجھے کھینچتے ہوئے لے جاتے تھے۔ ہم اذان سے پہلے مسجد میں نماز پڑھتے، میں اپنے دادا کے ساتھ کھڑا ہوتا اور ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتا۔ میں ان کے پاس بیٹھ کر سر ان کے ہاتھوں میں رکھتا جیسے کہ اچھے بچے کرتے ہیں۔

شیخ حامد اپنی جیب سے گھڑی نکالتے اور وقت دیکھتے، جب اذان کا وقت قریب آتا تو وہ مینار پر چڑھ جاتے اور اپنی دلکش آواز میں اذان دیتے، میں خوشی سے ادھر ادھر دیکھنے لگتا۔ جب شیخ حامد اذان مکمل کرتے اور مینار سے نیچے آتے تو ہم سنت پڑھتے۔ میں اپنے دادا کے ساتھ کھڑا ہو کر ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتا۔ کیمپ کے کچھ بڑے لوگ آکر ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے، جن کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی، سب بوڑھے لوگ ہوتے تھے، سوائے میرے اور ایک یا دو بچوں کے جنہیں ان کے دادا لے آتے تھے۔

میرے دادا اور امی نے شاید میرے والد کے نامعلوم انجام کے بارے میں حقیقت کو قبول کر لیا تھا کیونکہ ان کی باتیں ان کے بارے میں کم ہوتی جا رہی تھیں، یا شاید وہ سمجھ چکے تھے کہ انتظار کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

اسی طرح دن گزرتے رہے، میں اپنے دادا کی فجر کی نماز اور وضو کی آواز سے جاگتا تھا، پھر امی میرے بہن بھائیوں اور چچا زاد بھائی کو جگا کر اسکول کے لیے تیار کرتی تھیں، اور وہ اسکول روانہ ہو جاتے تھے۔ میرے دادا بازار چلے جاتے تھے، امی گھر کی صفائی شروع کر دیتی تھیں اور میں اپنی چھوٹی بہن مریم کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا تاکہ جب تک امی گھر کے کام میں مصروف ہوں اور دادا واپس نہ آجائیں تب تک وہ جاگ کر رونے نہ لگے۔

میرے دادا اکیلے واپس آتے اور میرے بھائی اور چچا کے بیٹے بھی اسکول سے واپس آتے۔ پھر میری ماں ہمارے لیے دوپہر کا کھانا تیار کرتی اور ہم سب مل کر کھانا کھاتے۔ پھر میری ماں اپنے معمول کے مطابق میرے بھائی محمود اور حسن کو نصیحتیں کرتیں اور جب وہ اپنے ماموں کے کارخانے کی طرف کام پر روانہ ہوتے تو انہیں دروازے تک الوداع کہتیں۔ ہم باہر نکل کر کھیلتے، کبھی عرب یہودی کھیلتے، یا 'ٹھو گرم' اور لڑکیاں 'پہل دوج' کھیلتیں، یہاں تک کہ شام کا وقت قریب آجاتا اور محمود اور حسن کارخانے سے واپس آتے۔ زندگی اسی معمول کے ساتھ بغیر کسی نئے واقعے کے چلتی رہی۔

ایک شام محمود اور حسن کارخانے سے واپس نہیں آئے، وہ دیر سے آئے اور اکیلے نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہمارے ماموں صالح بھی آئے۔ ہمیشہ کی طرح ہم ان کے گرد جمع ہو گئے اور ہمیشہ کی طرح انہوں نے ہم سب سے ملاقات کی اور ہمیں گرمجوشی سے بوسہ دیا۔ پھر ہر ایک کو ان کا حصہ دیا اور بات چیت شروع کی۔ وہ ہماری ماں سے ہماری خالہ فتحیہ کے رشتے کے بارے میں بات کرنے آئے تھے۔ ایک رشتہ آیا تھا، وہ لوگ مغربی کنارے کے ایک چھوٹے سے قصبے سے تعلق رکھتے تھے، کپڑوں کا کاروبار کرتے تھے اور ہمارے ماموں سے کپڑا خریدنے آتے تھے۔ وہ ہمارے ماموں کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کا مشورہ چاہتے تھے۔ ہماری ماں نے کہا کہ فیصلہ آپ کا ہے، اگر فتحیہ راضی ہے اور آپ بھی راضی ہیں اور آپ ان لوگوں کو جانتے ہیں تو اللہ کا نام لے کر کر دیں۔ اس دوران ہماری ماں نے ہمیں ماموں کے پاس چھوڑ دیا اور وہ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھنے لگے، ہمارے اسکول کی باتیں اور دیگر باتیں۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آئی اور ایک چائے کی چینک تیار کی۔ ہمارے ماموں نے ہمارے ساتھ چائے پی اور پھر جانے کے لیے اٹھ گئے۔ ہماری ماں نے انہیں رات یہاں گزارنے کے لیے

قائل کرنے کی کوشش کی، مگر انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا: "تم جانتی ہو کہ میں گھر سے باہر رات نہیں گزار سکتا، میری صرف بیٹیاں ہیں"۔ ہماری ماں نے دعا دی: "صالح اللہ تمہیں اچھی جگہ عطا کرے۔" ہمارے ماموں نے کہا کہ وہ لوگوں کو رضامندی کے بارے میں بتائیں گے اور جب ان کی طرف سے تاریخ معلوم ہو گی تو وہ ہمیں بھی بتا دیں گے تاکہ ہم تیار ہو جائیں۔

اگلی صبح سویرے جب ہمارے دادا نے نماز ختم کی تو انہوں نے فوجی جیپوں کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان سنا جو ٹوٹی پھوٹی عربی میں کرفیو کا اعلان کر رہے تھے: "الو الو...... منع تجول تاحکم ثانی" اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا، وہ موت کے خطرے کا سامنا کرے گا۔ ہماری ماں نے ہم سب کو کہا کہ آج اسکول نہیں جائیں گے اور کسی کو گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں گئی تاکہ دادا اور میرے چچازاد حسن اور ابراہیم کو اطلاع دیں۔ ہم سارا دن گھر میں بند رہے اور ہر بار جب کوئی دروازے کے قریب جاتا تو ہماری ماں اسے زور سے منع کرتی اور کہتی کہ اگر دروازہ کھولا تو اسے مارے گی۔

کرفیو لگنے کا اعلان ہم نے بار بار سنا۔ میرے بھائی اور بہنیں گھر کے اندر کھیلنے پر مجبور ہو گئے اور میری ماں نے ہمارے آج دوپہر کے کھانے کے لیے بیصارۃ تیار کی، جو کہ ملوخیہ کے خشک پتے کے ساتھ دال کے پکوان کا نام ہے۔[56]

میرے بھائی، بہنیں اور میرے چچا کے بیٹے اپنے اسکول کی کتابیں پڑھ رہے تھے، اور میں بیٹھا ان کی کتابوں کو دیکھ رہا تھا۔ شام کو ہم نے دوبارہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز سنی جو کرفیو کے جاری رہنے کا اعلان کر رہی تھی اور کہا جا رہا تھا کہ جو بھی اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ اگلی صبح میرے دادا کی نماز اور دعاؤں کی آواز کے تھوڑی دیر بعد، لاؤڈ اسپیکر کی آواز آئی جو صبح پانچ بجے کرفیو کے ختم ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ میری ماں نے سب کو جگایا اور اسکول کے لیے تیار کیا اور معاملات معمول کے مطابق چلنے لگے۔

اس دن کی نئی بات یہ تھی کہ ہمیں معلوم ہوا کہ گزشتہ روز کرفیو کیوں لگایا گیا تھا۔ ایک شخص نے قابض فوج کی ایک گشتی گاڑی پر دستی بم پھینکا تھا، جو دھماکے سے پھٹ گیا اور گاڑی میں موجود فوجیوں کو زخمی کر دیا۔ ان فوجیوں نے بے ترتیبی سے فائرنگ شروع کر دی جس سے کئی لوگ زخمی ہو گئے۔

تیسری فصل

جمعہ کے دن میری ماں نے ہمیں ہمارا بہترین لباس پہنایا جو اُس نے راشن سے ملنے والے کپڑوں کو ادھیڑ بن کر دوبارہ سیا تھا، اور ہمیں اپنے ساتھ خالہ کے گھر لے جانے کی تیاری کی تاکہ انہیں منگنی کی مبارکباد دے سکیں جو جلد ہونے والی تھی۔ پھر ماں نے ہم سات بھائی بہنوں کو ساتھ لیا اور کئی گھنٹوں تک پیدل چلتی رہی، جہاں ہم نے کیمپ کی حدود پار کیں اور ایک اہم سڑک پر چلنے لگے، جہاں کبھی کبھار فوجی اور شہری جیپیں چلتی تھیں، جن میں سپاہی اپنی بندوقیں لہراتے ہوئے لوگوں کو نشانہ بناتے تھے۔ گاڑیاں بہت آہستہ چل رہی تھیں، ہم کافی دیر تک چلتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے ماموں صالح کے گھر پہنچ گئے۔ ان کا گھر ہمارے گھر سے بہت بہتر تھا کیونکہ ہمارے گھر کی چھت اینٹوں کی تھی جبکہ ان کے گھر کی چھت لینٹر کی تھی۔ فرش پر ٹائلیں لگی ہوئی تھیں اور بجلی بھی تھی۔

میرے بھائی محمود نے آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو ہماری ماموں زاد 'وردہ' نے دروازہ کھولا اور فوراً چیخ کر کہا کہ پھوپھی اور ان کے بچے آئے ہیں، ہمیں سلام کیا اور ہم گھر میں داخل ہو گئے جہاں ماموں، ممانی اور ان کی دوسری بیٹی 'سعاد' ہمیں سلام کرنے اور خوش آمدید کہنے کے لیے باہر آئے۔

خالہ نے ہمیں سلام کیا اور ایک ایک کر کے بوسہ دیا۔ ماں، بھائی بہنوں نے انہیں منگنی کی مبارکباد دی جو جلد ہونے والی تھی اور باتیں کرنے لگے۔ ہم کھیلنے اور ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے میں مصروف ہو گئے، شام سے پہلے ہم گھر واپس آ گئے۔ چند دنوں بعد جب محمود اور حسن ماموں کے کارخانے سے کام کر کے واپس آئے تو انہوں نے ماں کو بتایا کہ ماموں نے کہا ہے کہ اگلے جمعہ کو خالہ فتحیہ کا نکاح ہو گا۔ اماں نے پھر ہمیں پچھلے جمعے کی طرح تیار کیا اور دوپہر کے بعد ہم ماموں کے گھر گئے۔ تین گاڑیاں آئیں جن میں کچھ مرد اور عورتیں تھیں، وہ اترے اور ماموں کے گھر میں داخل ہو گئے۔ چھوٹے بچے سرگوشیاں کر رہے تھے اور ایک نوجوان گندمی رنگ کے لڑکے کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ یہ دولہا ہے۔ مرد گھر کے ہال میں بیٹھے اور ان کے درمیان مولوی صاحب اپنی سرخ ٹوپی کے ساتھ بیٹھے تھے۔

عورتیں ایک کمرے میں بیٹھ گئیں اور ہم آرام کیے بغیر ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ کبھی کمروں میں، کبھی گھر کے باہر اور کبھی گاڑیوں سے چمٹے ہوئے۔ ہم اپنے کھیل میں مگن تھے، مرد نکاح کے کاموں میں مصروف تھے اور عورتیں خالہ فتحیہ کے ساتھ مصروف تھیں۔ وہ دن

[56] 'بصارۃ' ایک مشہور مصری پکوان ہے جو سبزی خور افراد میں زیادہ مقبول ہے، یہ پکوان بنیادی طور پر فوا اور مصالحوں کا استعمال کر کے تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں پیاز، لہسن، دھنیا، زیرہ اور دیگر مصالحے شامل کیے جاتے ہیں تاکہ اسے مزیدار بنایا جا سکے۔ بصارۃ عام طور پر ایک گاڑھی پیسٹ کی شکل میں تیار کی جاتی ہے اور اسے روٹی یا چاول کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

کبھی نہیں بھول سکتا کہ ہم نے بے حساب بقلاوہ کھایا، یہاں تک کہ ماں کو فکر ہو گئی کہ کہیں بیمار نہ ہو جائیں، آخر کار اسی میں خالہ کو رخصت کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔

تقریباً ایک مہینے بعد رات کے گہرے اندھیرے میں اور خاموشی اور سکون کی چادر میں لپٹے ہوئے، جو کیمپ کے غریب اور بدحال گھروں پر چھائی ہوئی تھی، سوائے دور سے آنے والی کتے کے بھونکنے کی آواز یا بلی کے میاؤں کی آواز جو اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی جسے کسی بچے نے اٹھا لیا تھا تاکہ وہ اسے اپنے گھر میں پالے، شاید جب وہ بڑی ہو جائے تو وہ چوہے کھا سکے جو خاندان کا سکون برباد کر دیتے ہیں، کیمپ کی چھوٹی اور پیچیدہ گلیوں میں، کرفیو کے قانون اور ممکنہ خطرے کے باوجود، ابو حاتم بلی کی طرح ان گلیوں میں چپکے چپکے حرکت کر رہا تھا۔ ہر نئے موڑ پر رک کر وہ ہر طرف دیکھتا تھا کہ کہیں کوئی دشمن حرکت میں تو نہیں، یا چھپا ہوا تو نہیں، جب اس کو یقین ہو جاتا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو وہ اپنی راہ پر چلتا رہتا۔

ابو حاتم ایک لمبے قد کا، چست اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ اس کے سر پر کفیہ (روایتی فلسطینی رومال) لپٹا ہوا تھا جو اس کے چہرے کے گرد بھی لپٹا ہوا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ جب مصر کی غزہ پر حکومت تھی تب وہ فلسطین کی آزادی کی فوج کا ایک سپاہی تھا۔ اس نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں بے پناہ بہادری دکھائی، لیکن وہ اور چند بہادر لوگ بحیثیت مجموعی ایک ہاری ہوئی جنگ میں کیا کر سکتے تھے؟ ابو حاتم کیمپ کی گلیوں اور سڑکوں میں چپکے چپکے چل رہا تھا، وہ اپنا راستہ جانتا تھا، تھوڑی دیر رکا، ارد گرد کا جائزہ لیا، پھر ایک گھر کی کھڑکی کی طرف بڑھا اور آہستگی سے تین بار کھڑکی کے کنارے پر دستک دی، پھر ایک بار، پھر دو بار دستک دی۔ 'ابو یوسف' نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اور سر کو قریب کر کے آہستہ آواز میں پوچھا: کون ہے؟ ابو حاتم نے آہستہ آواز میں جواب دیا: "ابو حاتم ہوں!" ابو یوسف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا: "یہ ناقابل یقین ہے"۔ آواز آئی: "قابل یقین ہے ابو یوسف، قابل یقین ہے"۔ ابو یوسف نے کہا: "میں دروازہ کھولتا ہوں"۔ ابو حاتم اندر آ گیا اور ابو یوسف نے دروازہ بند کر دیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔ ابو یوسف بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "ناقابل یقین، شکر ہے کہ تم خیریت سے ہو ابو حاتم"۔

ام یوسف بھی جاگ گئی تھی، سر پر دوپٹہ لے کر کمرے سے باہر آئی اور آہستہ آواز میں کہا: شکر ہے کہ تم خیریت سے ہو ابو حاتم، آؤ اندر آؤ! ابو یوسف اور ابو حاتم کمرے میں داخل ہو گئے اور ام یوسف باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔ ابو حاتم نے ام یوسف سے کہا، کھانا یا چائے تیار نہ کرو اور چولہے نہ جلاؤ۔ ام یوسف نے حیرت سے کہا: خیر تو ہے ابو حاتم! تم ہمارے گھر میں مہمان ہو! ابو حاتم نے مسکرا کر آہستہ آواز میں کہا: آپ سب پر ہزار ہا سلامتی ہو اور آپ کی نیکی پر، لیکن میں بھوکا نہیں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ چولہا جلانے کی آواز آئے۔ آپ سب پر ہزار ہا سلامتی ہو اور آپ کی نیکی پر۔

یوسف کی ماں نے آہستہ سے کہا: ٹھیک ہے، میں تمہارے لیے کچھ روٹی اور زیتون لے کر آتی ہوں، ابو حاتم مسکراتے ہوئے آہستہ سے بولا: ٹھیک ہے، میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کھانا کھائے بغیر جانے نہیں دو گی۔ ٹھیک ہے ام یوسف۔ ابو یوسف مسلسل مسکراتا رہا۔ ابو یوسف اور ابو حاتم نے آہستہ سے باتیں شروع کیں، ابو یوسف نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ خدا کی قسم، میں نے سوچا کہ تم شہید ہو گئے ہو یا مصر چلے گئے ہو؟ ابو حاتم نے جواب دیا کہ وہ وسطی کیمپوں کے علاقے میں جھڑپوں کے دوران زخمی ہو گیا تھا اور ایک گاڑی کی طرف رینگتے ہوئے پہنچا جہاں ایک بدوی خاندان نے اسے دیکھ لیا، اس کے زخموں کا علاج کیا، اسے کھانا دیا اور اسے چھپا دیا جب تک وہ صحت یاب نہ ہو گیا۔

ام یوسف سلام کرتی ہوئی داخل ہوئی اور انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ اس نے ایک ٹوکری میں کچھ روٹیاں اور ایک پلیٹ میں زیتون رکھے اور اس کے ساتھ ایک مٹی کے پانی کا جگ۔ پھر کمرے سے نکل گئی اور بچوں کے کمرے میں جا بیٹھی جہاں مٹی کے تیل کا چراغ لٹک رہا تھا اور اس چھوٹے سرخ چھت والے کمرے کو روشنی دے رہا تھا۔ ابو حاتم اور ابو یوسف ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشی کر رہے تھے، ابو یوسف نے پوچھا: کیا کوئی جوان ابھی بھی زندہ ہے؟ ابو حاتم نے جواب دیا: ہاں! بہت سے۔ میں اور ابو ماہر خان یونس میں ہیں۔ ابو صقر رفح میں، اور ابو جہاد وسطی کیمپوں میں ہیں۔ میں نے انہیں خود دیکھا اور ان سے دوبارہ مزاحمت شروع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ابو یوسف نے ابو حاتم کے قریب ہو کر چپکے سے کہا کہ مختار کا کیا حال ہے؟ ابو حاتم نے قریب ہو کر چپکے سے کہا کہ "سنا ہے کہ وہ ابھی بھی زندہ ہے اور مشرقی علاقوں میں شجاعیہ اور زیتون کی طرف متحرک ہے۔ میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور شاید چند دنوں میں اسے ڈھونڈ لوں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں کام کو منظم کرنا چاہیے تاکہ مزاحمت پورے علاقے میں ایک ساتھ شروع ہو۔ ملک ٹھیک ہے ابو یوسف، ملک ٹھیک ہے اور جوان تیار ہیں اور صرف انہیں منظم کرنے والا اور پہلا قدم اٹھانے والا چاہیے۔ ہم سب کو جمع ہونا چاہیے اور کام کو منظم کرنا چاہیے۔ اگلے جمعے کی صبح صالح محمود اپنی بہن کی شادی کر رہا ہے اور اس کا شوہر اسے الخلیل لے جائے گا اور رات کو ان کا گھر خالی ہو گا۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ چابی دروازے کے نیچے رکھ دے، نوجوانوں کا گروپ وہاں جمع ہو گا اور ہم کام کو منظم کریں گے اور جلد از جلد آغاز کریں گے، ان شاء اللہ۔ تم صالح کا گھر جانتے ہو، جمعے کی رات کے بعد وہاں ملاقات ہو گی۔ جو شخص دیر سے آئے گا، وہ کھڑکی پر مخصوص طریقے سے دستک دے گا۔ اس دوران ابو حاتم روٹی کے کچھ نوالے اور ہر نوالے کے ساتھ ایک زیتون کھا رہا تھا اور زیتون کی گٹھلی کو خاص انداز سے چوس رہا تھا، جو اس گھر کے مالک سے اس کی محبت اور ام یوسف کے پکائے ہوئے کھانے کے لیے اس کے شوق کو ظاہر کرتا تھا۔

جمعہ کے دن ہم نے صبح سویرے سے ہی تیاری شروع کر دی۔ بہترین لباس پہن کر ہم ماموں صالح کے گھر روانہ ہوئے۔ اگرچہ ہم جلدی پہنچے تھے، پھر بھی ہم نے ماموں کے گھر کو لوگوں اور شادی کی تیاریوں سے بھرا ہوا پایا۔ ہم کھیل میں مصروف ہوگئے اور میری بہنیں دف بجاتی، گاتی رہیں، ان کے ساتھ ماموں کی بیٹیاں اور دوسری لڑکیاں بھی تھیں۔ محمود اور حسن کچھ کاموں میں مصروف تھے جیسے کہ کرسیوں کو ترتیب دینا اور ماموں کے گھر کے سامنے کے صحن میں پانی چھڑکنا تاکہ دھول نہ اڑے۔ میری ماں، ممانی اور دوسری عورتیں دلہن کو تیار کرنے میں مصروف تھیں، اسکے لباس کا انتظام کر رہی تھیں۔ میرے ماموں ہر طرف دوڑتے پھر رہے تھے اور بیک وقت لاتعداد کاموں میں مصروف تھے۔ اس دن لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دف کی آواز زیادہ منظم اور درست ہوتی جارہی تھی، اس کام کی ذمہ داری خالہ کی ایک بڑی پڑوسن لڑکی اور اس کی سہیلیوں نے سنبھالی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد کئی گاڑیاں اور ایک بس آئی جس میں دولہے کے خاندان کے کئی افراد سوار تھے۔ گاڑیاں رک گئیں اور ان میں سے دولہے عبدالفتاح سمیت کئی لوگ نکلے، دف بجنے لگا اور مشہور نغمہ ضفاوی لہجے میں گایا جانے لگا۔ وہ سب گھر کی طرف بڑھے جہاں ماموں اور دوسرے مرد ان کا استقبال کرنے کے لیے نکلے۔ مردوں نے مردوں سے مصافحہ کیا اور عورتوں نے عورتوں سے سلام کیا اور ایک دوسرے کو بوسے دیے۔ عورتیں اندر ہال میں چلی گئیں اور مرد گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔ بقلاوہ پلیٹوں میں تقسیم کیا گیا۔ میرا بھائی محمود تقسیم کرنے والوں میں سب سے زیادہ متحرک تھا، اس نے حاضرین میں سرخ مشروب تقسیم کیا۔ عورتوں کے نغمے اور دف کی آواز مسلسل گونجتی رہی۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ ماموں مسلسل دولہا اور اس کے والد سے بات کر رہے تھے، ان کے ساتھ کچھ اور مرد بھی تھے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ پھر ماموں گھر میں گئے اور سب تیار ہوگئے۔ دولہا اور اس کے والد دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ طبل اور نغمے کے ساتھ خالہ نے دلہن فتحیہ کو بازو پکڑ کر باہر نکالا، جو سفید لباس میں ملبوس تھی اور اس کے سر پر سفید دوپٹہ تھا جس نے اس کی خوبصورتی کو اور بڑھا دیا تھا، وہ چاند کی طرح چمک رہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ دروازے تک پہنچی جہاں دولہا نے اس کا بازو تھاما اور عورتوں نے زوردار زغردہ (شادیانے یا خوشی کی آواز) بلند کیا۔ دلہن اور دولہا ایک گاڑی کی طرف بڑھے، اور سب لوگ ان کے پیچھے چلنے لگے۔ میری ماں مسلسل خالہ کے پاس ماموں اور ممانی کے ساتھ ساتھ تھی۔ دلہن اور دولہا سجی ہوئی گاڑی میں سوار ہوگئے، اور مردوں اور عورتوں نے گاڑیوں اور بس میں سوار ہونا شروع کر دیا۔ میری ماں نے محمود کو تلاش کرتے ہوئے زور سے آواز دی: ”اپنے بھائیوں کو لے آؤ اور دادا کے ساتھ واپس گھر جاؤ، میں جلد واپس آجاؤں گی، گھر میں سب کچھ تیار ہے بیٹا۔ تمہیں میری واپسی تک کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ دادا اور چچا کے بیٹوں کا خیال رکھنا، کرفیو سے پہلے دروازہ بند کر دینا اور سورج طلوع ہونے تک دروازہ نہ کھولنا۔ محمود نے ہمیشہ کی طرح سر ہلاتے ہوئے رضامندی ظاہر کی، وہ ہمیشہ میری ماں کی ہدایات کو سمجھتا اور فوراً عمل کرتا تھا۔ فاطمہ نے مریم کو اپنی بانہوں میں اٹھا رکھا تھا۔ میری ماں، خالہ، میری بہنیں اور خالہ کی بیٹیاں ایک گاڑی میں سوار ہوگئیں اور محمود ہم سب کو دادا کے پاس لے آیا جو اپنی چھڑی پر ٹیک لگائے کھڑے تھے۔

سب کے گاڑیوں میں سوار ہونے کے بعد میرے ماموں اور دولہا کے والد انتظامات دیکھ رہے تھے، تو میرے ماموں نے گھر کو بند کرنے کی اجازت طلب کی اور ان سے کچھ دیر انتظار کرنے کو کہا۔ وہ تیزی سے گھر واپس آئے اور باورچی خانے سے ایک تھیلا اٹھایا اور اسے مہمانوں کے کمرے میں رکھ دیا۔ پھر بیرونی دروازہ بند کیا۔ ان کے ہاتھ سے کچھ گرا اور انہوں نے اسے اٹھانے کے لیے جھک کر گھر کی چابی دہلیز کے نیچے چھپا دی۔ پھر وہ گاڑی میں سوار ہوگئے اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ جبکہ ڈھول کی آواز اور عورتوں کا نغمہ گونجتا رہا، یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔ پھر ہم اپنے دادا کے ساتھ گھر واپس آگئے۔ ہم غروب آفتاب سے پہلے پہنچے، اس دن کے کھیل، کھانے اور خوشی نے ہمیں تھکا دیا تھا۔ محمود نے دروازہ مضبوطی سے بند کیا اور ہم گہری نیند میں ڈوب گئے۔

رات نے غزہ پر اپنے سیاہ پردے ڈال دیے اور اسے ایک اندھیرے سمندر میں ڈبو دیا، جہاں کوئی اپنی انگلی بھی مشکل سے دیکھ سکتا تھا۔ شہر کی مرکزی سڑکوں پر قابض فوج کا گشت جاری تھا اور لاؤڈ اسپیکرز سے کرفیو کے وقت کا اعلان ہو رہا تھا۔ ایک گہری خاموشی چھاگئی، جسے صرف کبھی کبھار گشتی گاڑیوں کی آواز توڑتی، جو اپنی موجودگی کا احساس دلاتی اور امن و امان کی صورتحال کو یقینی بناتی۔ سات آدمی خاموشی سے میرے ماموں کے گھر کی طرف بڑھ گئے، انہوں نے دہلیز کے نیچے سے چابی نکالی، روشنی نہیں جلائی جب تک کہ سب اندر نہ آگئے، پھر انہوں نے پردے گرا دیے اور پردوں کے اوپر کمبل ڈال دیے تاکہ کوئی روشنی باہر نہ جاسکے۔ اس کے بعد انہوں نے روشنی جلائی تو انہیں وہ تھیلا ملا جو میرے ماموں نے رکھا تھا۔ ابو حاتم نے اسے کھولا تو وہ کھانے اور مٹھائیوں سے بھرا ہوا تھا، انہوں نے کہا: صالح واقعی شریف اور کریم ہے، چاہے وہ گھر سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔ آدمی ایک چھوٹے سے دائرے میں بیٹھ گئے اور گھنٹوں تک سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر آدھی رات کو سو گئے۔ باری باری سب پہرہ دیتے رہے۔ جب فجر قریب ہوگئی، تو وہ ایک ایک کر کے گھر سے نکلنے لگے۔ آخر میں ابو حاتم نے دروازہ بند کیا اور چابی دہلیز کے نیچے رکھ دی اور اللہ کے بھروسے پر یہ آیت پڑھتے ہوئے روانہ ہوگئے:

وَجَعَلْنَا مِنۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ○(سورۃ یس:۹)

میں دادا کی نمازِ فجر کی آواز سے بیدار ہوا، اور محمود جلدی اٹھ کر ماں کا کردار ادا کرنے لگا۔ اس نے میرے بھائی حسن، محمد، اور میرے چچازاد حسن اور ابراہیم کو جگایا اور انہیں ناشتہ دیا، اور وہ پانچوں اسکول روانہ ہوگئے جبکہ میں اور دادا گھر میں اکیلے رہ گئے۔

اس دن دادا بازار نہیں گئے، اور جب سورج بلند ہوا تو مجھے لے کر اس کی گرم شعاعوں کے نیچے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے مجھے جوانی کے دنوں اور کھوئے ہوئے ملکوں کی باتیں سنانی شروع کیں۔ پھر انہوں نے اپنی چھوٹی سی تھیلی نکالی اور اس میں سے ایک پیسہ نکال کر مجھے دیا اور کہا: جاؤ، اپنے لیے کچھ خرید لو اور جلدی واپس آؤ۔ میں 'ابو خلیل' کی دکان کی طرف دوڑا گیا اور چند کھٹی میٹھی گولیاں خرید لایا۔ جب میں واپس آیا تو ایک گولی منہ میں ڈال رکھی تھی، دادا نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا کہ کیا خریدا؟ میں نے انہیں ہاتھ میں پکڑی چیز دکھائی اور ایک گولی ان کی طرف بڑھا دی۔

وہ بہت ہنسے اور بولے: نہیں، یہ تمہارے لیے ہے میرے پیارے۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور دھوپ کی کرنوں کا مزہ لیتے ہوئے ان گولیوں کو چوسنے لگا۔ دوپہر کا وقت قریب تھا، دادا اپنی لاٹھی کے سہارے اٹھے اور بولے: آؤ احمد، مسجد چلیں، ظہر کی نماز پڑھیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم روانہ ہوگئے۔ مسجد پہنچ کر دادا وضو کرنے بیٹھ گئے اور میں ان کی نقالی کرتے ہوئے وضو کرنے لگا۔ وہ مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ رہے تھے، شیخ حامد آئے اور مسکراتے ہوئے دادا سے بولے: ان شاء اللہ یہ بچہ دیندار بنے گا۔ دادا نے زیر لب کہا: ان شاء اللہ، ان شاء اللہ۔

دن آہستہ آہستہ گزرتے رہے اور میں اپنے اردگرد کی چیزوں کو زیادہ سمجھنے لگا۔ نئی چیز جو واضح طور پر نظر آرہی تھی وہ مزاحمت کی شروعات تھی، ہر دن قبضہ گروں کی گشتی پارٹیوں پر فائرنگ، یا دستی بم حملے، یا بارودی مواد کا دھماکہ ہوتا۔ ہر بار قابض فوجی پوری طاقت اور شدت کے ساتھ نہتے شہریوں پر حملہ کرتے، لوگوں پر اندھا دھند فائرنگ کرتے، مارتے اور زخمی کرتے۔ پھر مزید کمک آتی اور علاقے میں کرفیو نافذ کر دیا جاتا اور مردوں کو اسکول میں جمع ہونے کا حکم دیا جاتا۔ وہاں فوجی مردوں کو مارتے، ذلیل کرتے اور بعض کو گرفتار کر لیتے۔ یہی مناظر اور آوازیں کئی دنوں تک دہرائی جاتی رہیں۔ مزاحمت بڑھتی گئی اور زیادہ جری ہوتی گئی، یہاں تک کہ ہم نے کچھ نقاب پوش مردوں کو دیکھا جو انگریزی بندوقیں یا کارلوستاف بندوقیں اور دستی بم لے کر کیمپ کی گلیوں میں گھومتے تھے۔ خاص طور پر شام کے قریب، یہ ہمارے لیے معمول بن گیا کہ ہم جانتے تھے کہ رات کا کرفیو محض ایک جھوٹ ہے جو ہم بچوں، ہماری ماؤں اور کچھ معصوم لوگوں پر نہیں چلتا۔ مزاحمت سے جڑے مرد رات کو کیمپ پر قابض ہو جاتے اور قابض فوج کی گشتی پارٹیاں گلیوں میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اور صرف مرکزی سڑکوں پر رہتی تھیں۔ صبح ہوتے ہی مزاحمت کے مرد غائب ہو جاتے۔

گرمیوں کی چھٹیاں آگئیں اور میری ماں نے مجھے اسکول میں داخل کروا دیا۔ میں چند دنوں بعد اسکول جانے کی تیاری کرنے لگا، تو میری ماں نے مجھے ایک نیا جوتا دیا، جو میرے لیے نیا تھا، لیکن پہلے سے استعمال شدہ تھا۔ دکانوں پر استعمال شدہ جوتے ہوتے تھے جو کیمپ کے بازار میں بیچے جاتے تھے، لیکن کچھ رنگ و روغن کرنے کے بعد یہ بالکل نئے جیسے دکھائی دینے لگتے تھے۔ اس کا سرخ رنگ مجھے بہت پسند آیا اور میرے دادا کو بھی بہت پسند آیا۔ میری ماں نے پرانے کپڑوں سے ایک چھوٹا سا بستہ بھی تیار کیا۔ اسکول کے لیے میرے پاس سب کچھ تیار تھا۔

گرمیوں کی چھٹیوں کے ختم ہونے سے پہلے، مزاحمت کا ایک جنگجو ایک گلی میں قابض فوج کی گشتی پارٹی پر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب وہ قریب پہنچے تو اس نے ان پر بم پھینکا جو پھٹ گیا اور جیپ میں موجود کئی فوجیوں کو زخمی کر دیا۔ جیپ ایک قریبی دیوار سے ٹکرا کر رک گئی۔ فوجیوں کی چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔ جو زندہ بچ گئے تھے انہیں جب ہوش آیا تو انہوں نے ہر چیز پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ فوراً بڑی تعداد میں فوجی کمک پہنچ گئی اور لاؤڈ اسپیکر سے کرفیو نافذ کرنے کا اعلان کر دیا گیا اور کہا گیا کہ خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ لوگ اپنے گھروں میں جانے لگے۔ پھر فوجی درجنوں کی تعداد میں کیمپ کے کنارے والے گھروں میں گھسنے لگے اور عورتوں، مردوں اور بچوں کو لاٹھیوں سے بری طرح مارنے لگے۔

لاؤڈ اسپیکر سے ۱۸ سال سے ۶۰ سال کے مردوں کو اسکول جانے کا حکم دیا گیا۔ جب لاؤڈ اسپیکر خاموش ہوئے تو کچھ لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں جو سب کو باہر نہ نکلنے کی تلقین کر رہی تھیں اور بتا رہی تھیں کہ وہ کیمپ میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ مزاحمت کے جنگجو ہر طرف موجود ہیں اور تیار ہیں۔ واقعی، صرف وہ لوگ اسکول گئے جن کے گھر کیمپ کے کنارے تھے جہاں تک قابض فوج کو پہنچنے میں زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ جب فوجی کیمپ میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تو ہر بار گلیوں کے کونوں سے بندوقوں اور مشین گنوں کی گولیاں ان پر برسنے لگتیں، وہ بھاگنے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے۔

جو لوگ اسکول گئے، انہیں دوگنا مارا گیا اور بے عزت کیا گیا۔ پھر انہیں کیمپ واپس جانے کی اجازت دی گئی۔ کرفیو پورا ہفتہ جاری رہا، جس نے ہمیں بیصارا، دال، چنے اور زیتون پر گزارا کرنے پر مجبور کیا۔ اگرچہ یہ کھانا خوف کے ساتھ ملا ہوا تھا، لیکن یہ ہمیں قبضے کے آغاز سے لے کر اب تک کا سب سے مزیدار کھانا لگا، کیونکہ ہر کوئی مزاحمت کی حفاظت میں عزت محسوس کر رہا تھا۔ کرفیو کے پہلے دو دن گزرنے کے بعد لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلنے اور گلیوں میں اپنے گھروں کے دروازوں کے پاس بیٹھنے کی جرأت کرنے لگے، خاص طور پر کیمپ کی گہرائی میں تنگ گلیوں میں جہاں قابض فوج آسانی سے نہیں پہنچ سکتی تھی۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۴ پر)

معرکے ہیں تیز تر!

جمع و ترتیب: **خیر الدین درّانی**

فلسطین، جزیرۃ العرب، شرقِ افریقہ اور مغرب اسلامی میں جاری جہادی معرکوں کی خبریں

فلسطین

- **۸ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدینِ قسام نے شمالی غزہ میں التوام کے علاقے میں صہیونی فوجی کو سنائپر سے نشانہ بنایا۔ کارروائی کے بعد امدادی ٹیم پہنچنے پر مجاہدین نے ان کو ’رعد‘ دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا جس میں کئی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔
- **۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے صہیونی فوج کے ایک گروہ کو اس وقت ’رعد‘ نامی دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا جب وہ ایک گھر کو اڑانے کی کوشش کر رہے تھے، اس کے علاوہ ایک دھماکہ خیز روبوٹ کو فعال کرنے کی کوششوں میں بھی تھے۔ امدادی ٹینک پہنچنے پر مجاہدین نے ٹینک کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** جبالیا معسکر کے قریب مجاہدینِ قسام نے ایک فوجی کانوائے کو گھات لگا کر نشانہ بنایا، جس میں ۱۲ فوجی گاڑیاں اور فوجیوں سے بھرا ایک ٹرک شامل تھا۔ مجاہدین نے فوجیوں سے بھرے ٹرک کو بارودی سرنگ سے جبکہ دو ٹینوں اور ایک ایک فوجی جیپ کو ’ٹینڈم‘ راکٹ سے نشانہ بنایا۔ اس کے بعد کانوائے میں موجود باقی فوجیوں کو ہلکے ہتھیاروں سے چن چن کر مارا۔ فرار ہونے والے فوجیوں کو بھی بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا گیا۔ اس کارروائی کے نتیجے میں کئی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔
- **۱۱ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** دو مختلف کارروائیوں میں مجاہدین نے ایک صہیونی ٹینک کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے تباہ اور کئی صہیونی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔
- **۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدینِ قسام نے رفح شہر کے جنوب میں دو صہیونی ٹینکوں کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے دو مختلف کارروائیوں میں غزہ کے شمال میں ’الیاسین ۱۰۵‘ سے ایک صہیونی ٹینک اور ایک گاڑی کو نشانہ بنایا۔
- **۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے ۱۵ فوجیوں پر مشتمل ایک گروہ کو اس وقت بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا جب وہ ایک گھر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کارروائی میں کئی فوجی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔
- **۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدینِ قسام نے جبالیا کے مقام پر دو مختلف کارروائیوں میں بارودی سرنگ سے دو ٹینکوں کو نشانہ بنایا۔
- **۱۳ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے غزہ میں تین مختلف مقامات پر تین صہیونی ٹینکوں کو ’الیاسین ۱۰۵‘ اور ایک فوجی گاڑی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۴ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے غزہ کے رفح شہر اور جبالیا میں دو مختلف مقامات پر دو صہیونی ٹینک اور ایک بلڈوزر کو تباہ کر دیا۔
- **۱۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کے شمال میں صہیونی فوج کی گشتی پارٹی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔ جس میں کئی صہیونی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔
- **۱۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** غزہ کے دو مختلف مقامات پر مجاہدین نے ’الیاسین ۱۰۵‘ سے دو عدد صہیونی بلڈوزروں کو نشانہ بنایا۔
- **۱۷ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے رفح شہر کے جنوب میں صہیونیوں کی گشتی پارٹی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا جس میں کئی صہیونی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

- **۱۸ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ کے علاقے جبالیا کیمپ میں دو مختلف کارروائیوں میں دو صہیونی ٹینکوں کو تباہ کر دیا۔
- **۱۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کے شمال میں ایک صہیونی بلڈوزر کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔ اس کے بعد ایک ٹینک کو اس وقت بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا گیا جب وہ جائے وقوعہ سے تباہ شدہ ٹینک کو منتقل کر رہا تھا۔
- **۱۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کے شمال میں دو مختلف کارروائیوں میں ایک عدد بلڈوزر اور دو عدد ٹینکوں کو 'الیاسین ۱۰۵' اور بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۲۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا شمال میں دو مختلف کارروائیوں میں ایک عدد بلڈوزر اور ایک صہیونی ٹینک کو نشانہ بنایا۔

- **۲۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** اردن سے تعلق رکھنے والے دو نوجوان حسام ابو غزالہ اور عامر قواس رحمۃ اللہ علیہما اردن کے بارڈر سے اسرائیلی زیر قبضہ علاقے میں داخل ہوئے اور بحیرۂ مردار میں عین جدی کے مقام پر صہیونی فوجیوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ اس کارروائی میں کئی صہیونی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے اور دونوں مجاہدین بھی معرکۂ طوفان الاقصیٰ میں شامل ہو کر اللہ کے حضور سرخرو ہوئے۔ نحسبہ کذالك واللہ حسیبہ
- **۲۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کے مقام پر تین مختلف کارروائیوں میں 'الیاسین ۱۰۵' سے دو صہیونی ٹینکوں اور 'ٹینڈم' راکٹ سے ایک فوجی گاڑی کو نشانہ بنایا۔
- **۲۱ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کے مغرب میں صہیونی فوج کے بارودی مواد سے بھرے ٹینک، اور تین فوجی گاڑیوں کو گھات لگا کر نشانہ بنایا۔ مجاہدین نے پہلے 'الیاسین ۱۰۵' سے ٹینک کو نشانہ بنایا اور باقی گاڑیوں کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا جس سے گاڑیوں میں موجود اسلحہ بھی پھٹ گیا۔ اس کارروائی میں کئی صہیونی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۲۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کیمپ کے مغرب میں ۱۲ صہیونیوں پر مشتمل ایک گشتی پارٹی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں ۴۰۱ صہیونی بریگیڈ کا کمانڈر ہلاک اور متعدد فوجی زخمی ہوئے۔
- **۲۳ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا میں صہیونی فوجی آپریشن کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا۔ ہیڈ کوارٹر کو دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا اور صہیونی فوجیوں کے ساتھ دوبدو جھڑپ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں کئی صہیونی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۲۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کے مشرق میں صہیونی فوج کی دو گاڑیوں کو 'الیاسین ۱۰۵" اور ایک بلڈوزر کو "ٹینڈم" راکٹ سے نشانہ بنایا۔
- **۳۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے چار مختلف کارروائیوں میں دو فوجی گاڑیوں، ایک فوجی ٹرک، تین ٹینک اور دو بلڈوزروں کو مختلف مقامات پر 'الیاسین ۱۰۵' اور 'شواظ' نامی بارودی مواد سے نشانہ بنایا۔
- **۳۱ اکتوبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کے مغرب میں ایک صہیونی ٹینک اور ایک فوجی گاڑی کو نشانہ بنایا۔
- **یکم نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے ایک مکان کو دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا جس میں ۱۲ فوجی چھپے ہوئے تھے۔ دوسری طرف 'الیاسین ۱۰۵' اور بارودی سرنگ کے ذریعے جبالیا کے شمال میں دو صہیونی ٹینکوں کو نشانہ بنایا۔
- **۲ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کیمپ کے شمال میں دو مختلف کارروائیوں میں صہیونی فوجیوں پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک فوجی بلڈوزر تباہ جبکہ کئی صہیونی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ دوسری طرف مجاہدین نے 'الیاسین ۱۰۵' سے ایک فوجی بالڈوزر کو نشانہ بنایا۔
- **۴ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کیمپ کے مقام پر ایک عدد ٹینک اور چار صہیونی فوجیوں کو نشانہ بنایا۔
- **۴ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کے مقام پر یمن السعید ہسپتال کے قریب ایک عمارت کو آر پی جی سے نشانہ بنایا جس میں صہیونی فوجی موجود تھے۔ اس کارروائی میں متعدد فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کے مقام پر دو مختلف کارروائیوں میں 'الیاسین ۱۰۵' سے صہیونی ٹینک کو نشانہ بنایا اور ایک حملے میں گھات لگا کر پانچ صہیونی فوجیوں کو ہلاک کیا۔
- **۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے بیت لاہیا میں ایک صہیونی ٹینک 'الیاسین ۱۰۵' سے اور کمال عدوان ہسپتال کے قریب صہیونی فوج کی گشتی پارٹی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۰ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے ۱۵ صہیونی فوجیوں کے دستے کو گھات لگا کر اچھا نشانہ بنایا۔ جس میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

- **۱۰ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کے شمال میں مسجد شہید عماد عقل کے قریب صہیونی فوج کی دو گاڑیوں اور ایک فوجی بلڈوزر کو ’الیاسین ۱۰۵‘ اور ’ٹینڈم‘ راکٹ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۲ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کے شمال میں ارض سلیمان محلہ میں ایک عمارت کو دھماکہ خیز مواد سے اڑادیا جس میں دس صہیونی فوجی داخل ہوئے تھے۔
- **۱۲ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے تین مختلف کارروائیوں میں شمالی غزہ میں مسجد الیاسین کے قریب ایک فوجی بلڈوزر اور جبالیا میں ایک بلڈوزر اور ایک صہیونی ٹینک کو ’الیاسین ۱۰۵‘ اور بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۲ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ کے شمال میں بیت لاہیا میں مسجد ’اولی العزم‘ کے قریب سات فوجیوں پر مشتمل صہیونی گشتی پارٹی کو گھات لگا کر نشانہ بنایا۔
- **۱۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے تین مختلف کارروائیوں مین بیت لاہیا اور جبالیا کے مقام پر تین صہیونی ٹینکوں اور ایک فوجی بلڈوزر کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ شہر میں تین مختلف کارروائیوں میں دو صہیونی ٹینک اور دو فوجی بلڈوزروں کو ’الیاسین ۱۰۵‘ اور ’ٹینڈم‘ راکٹ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۸ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے دو مختلف کارروائیوں میں دو صہیونی فوجیوں کے گروہوں کو بیت لاہیا میں میزائل حملوں میں نشانہ بنایا، جن میں سے ایک گروہ بارہ فوجیوں پر جبکہ دوسرا پانچ فوجیوں پر مشتمل تھا۔
- **۲۱ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا میں ایک صہیونی ٹینک کو ٹینڈم میزائل سے نشانہ بنایا اور بیت لاہیا میں ۱۵ صہیونی فوجیوں کو گھات لگا کر ہلاک و زخمی کر دیا۔

کتائب قسام نے اپنے شہید قائد یحیٰ سنوار رحمہ اللہ کی شہادت کے انتقام میں ”عملية الانتصار لدماء السنوار“ کے نام سے سلسلہ وار گھات حملوں کا سلسلہ شروع کیا۔

پہلی کمین ۲۲ نومبر ۲۰۲۴ ”عملية الانتصار لدماء السنوار“

- مجاہدین نے رفح شہر میں صہیونی فوج کے کانوائے پر گھات لگائی جس میں چار فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔ ایک صہیونی ٹینک اپنے فوجیوں کی مدد کے لیے پہنچا تو مجاہدین نے اسے ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنایا جس سے ٹینک میں آگ لگ گئی۔ بعد ازاں مجاہدین نے تباہ شدہ ٹینک کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے آنے والے بلڈوزر کو بھی نشانہ بنایا۔

دوسری کمین ۲۳ نومبر ۲۰۲۴ ”عملية الانتصار لدماء السنوار“

- مجاہدین نے رفح شہر کے علاقے جنینہ میں دو صہیونی فوجی، ایک صہیونی ٹینک اور ایک بلڈوزر کو گھات لگا کر ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنائے۔ اس کے علاوہ دشمن کے ساتھ دوبدو لڑائی میں کئی صہیونی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ حملے کے بعد جائے وقوعہ پر اپنے زخمی اور مردار فوجی اٹھانے کے لیے ہیلی کاپٹر بھی اترتے دیکھا گیا۔
- **۲۳ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے رفح شہر میں دو مختلف کارروائیوں میں ایک صہیونی فوجی دستے کو راکٹ سے نشانہ بنایا اور ایک فوجی گاڑی کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے تباہ کر دیا۔
- **۲۳ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے دو مختلف کارروائیوں میں شمالی غزہ میں شہید احمد یاسین روڈ پر ایک صہیونی فوجی گاڑی کو ’شواظ‘ نامی دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا اور مغربی کنارے جنین میں ایک صہیونی جیپ کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔

دوسری کمین ۲۴ نومبر ۲۰۲۴ ”عملية الانتصار لدماء السنوار“

- مجاہدین نے رفح شہر کے علاقے جنینہ میں دو فوجی بلڈوزر، تین ٹینک اور ایک عمارت کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے گھات لگا کر نشانہ بنایا، جس میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۲۴ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے دو مختلف کارروائیوں میں رفح شہر کے جنوب میں فوجی گاڑی اور ایک بلڈوزر کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنایا۔
- **۲۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے بیت لاہیا کے شمال میں طیبہ مسجد کے قریب ایک گھر میں موجود دس صہیونی فوجیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۲۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ شہر کے شمال مغرب میں دس فوجیوں پر مشتمل صہیونی فوجی دستے کو راکٹ سے نشانہ بنایا، جس میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۲۶ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے تین مختلف کارروائیوں میں جنوبی غزہ اور جبالیا کے مقام پر دو صہیونی ٹینکوں، ایک بلڈوزر کو ’الیاسین ۱۰۵‘ اور بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۲۹ نومبر ۲۰۲۴ء:** کتائب عزالدین قسام سے تعلق رکھنے والے ایک مجاہد سامر محمد احمد حسین نے فلسطینی علاقوں کے شمال میں واقع ’اریئل‘ کی یہودی بستی کے قریب صہیونیوں سے بھری ایک بس کو نشانہ بنایا، جس میں نو افراد زخمی ہوئے۔
- **۳۰ نومبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے دو مختلف کارروائیوں میں شمالی نصیرہ کیمپ غزہ اور رفح شہر کے جنوب میں ’الیاسین ۱۰۵‘ سے دو صہیونی ٹینکوں کو نشانہ بنایا، جب ٹینک سے متعدد فوجی زخمی حالت میں باہر نکلے تو ان فوجیوں کو دوبارہ ’آر پی جی‘ سے نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا گیا۔
- **یکم دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ کے علاقے صفطاوی کے شمال میں ایک فوجی جیپ اور ایک ٹینک کو نشانہ بنایا۔ جیپ میں موجود تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔
- **۳ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے تین صہیونی ٹینکوں، ایک بلڈوزر اور ایک عمارت کو ’الیاسین ۱۰۵‘ سے نشانہ بنایا، جس میں سات کی تعداد میں فوجی چھپے ہوئے تھے۔

کارروائی کے بعد مدد کے لیے آنے والے فوجی دستے کو بھی مجاہدین نے 'ٹینڈم' راکٹ سے نشانہ بنایا، جس میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

- **۴ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا اور بیت لاہیا میں تین مختلف مقامات پر چار ٹینکوں کو 'الیاسین ۱۰۵' سے نشانہ بنایا۔
- **۵ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے غزہ کے جنوب تل الہویٰ محلے میں مسجد الفلاح کے قریب پچاس کے قریب صہیونی فوجیوں کے دستے کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔ جس میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۵ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے رفح شہر کے جنوب میں واقع الجنینہ کے محلے میں صہیونی فوج کی ایک گاڑی اور ایک ٹینک کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر ان پر گھات لگا کر انہیں 'الیاسین ۱۰۵' اور 'شواظ' نامی دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا۔
- **۸ تا ۱۲ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ کے مختلف علاقوں میں چار صہیونی ٹینک، ایک فوجی گاڑی اور ایک بلڈوزر کو 'الیاسین ۱۰۵' اور 'شواظ' دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا۔ جبکہ دو فوجیوں کو سنائپر سے نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔
- **۱۶ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کیمپ میں گیارہ فوجیوں پر مشتمل صہیونی فوجی دستے کے مورچے کو نشانہ بنایا جس میں کئی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۱۷ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے غزہ کی شمالی پٹی جبالیا کیمپ میں گیارہ افراد پر مشتمل صہیونی فوجیوں کے ایک دستے کو عمارت کے اندر بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۸ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے دو مختلف کارروائیوں میں جبالیا کے شمال میں ایک گھر میں چھپے صہیونی فوجیوں کو 'ٹی جی پی' راکٹ سے نشانہ بنایا۔ دوسری طرف جبالیا میں ہی مجاہدین نے پانچ فوجیوں پر مشتمل ایک دستے کو نشانہ بنایا۔
- **۱۸ دسمبر ۲۰۲۴ء:** ایک مجاہد نے بیت لاہیا کے مغرب، غزہ کے شمال میں ایک صہیونی فوجی کو ٹینک کے قریب ہلاک کر دیا، اس کا اسلحہ غنیمت کر لیا جبکہ ٹینک کے اندر دو دستی بم پھینکے۔
- **۱۹ دسمبر ۲۰۲۴ء:** ایک قسامی مجاہد نے شمالی غزہ کے جبالیا کیمپ میں ایک صہیونی فوجی افسر اور دو سپاہیوں کو چاقو کے وار سے ہلاک کر کے ان کا اسلحہ غنیمت کر لیا۔
- **۲۰ دسمبر ۲۰۲۴ء:** ایک قسامی مجاہد نے جبالیا کیمپ کے شمال میں دو صہیونی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر ہلاک شدہ فوجی کی وردی پہن کر چھ فوجیوں پر مشتمل ایک دستے تک پہنچ گئے اور وہاں اپنا بارودی جیکٹ پھاڑ دیا۔ جس میں اکثر فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔
- **۲۱ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے تین صہیونی فوجیوں کو چاقو کے وار سے قتل کر دیا اور ان کے اسلحہ کو غنیمت کر کے ایک مکان پر حملہ کیا جہاں ایک فوجی دستہ ٹھہرا ہوا تھا وہاں مزید دو فوجیوں کو ہلاک کر دیا اور اس کے بعد جبالیا کیمپ میں فوجی دستوں کے خلاف لڑائی میں شامل ہو گئے۔
- **۲۲ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کیمپ کے مغرب میں واقع ایک مکان کے اندر موجود نو فوجیوں پر مشتمل ایک دستے کو 'ٹی جی پی' راکٹ سے نشانہ بنایا۔
- **۲۲ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جبالیا، بیت لاہیا اور بیت حنون میں تین مختلف کارروائیوں میں تین فوجی گاڑیوں کو مجاہدین نے نشانہ بنایا۔
- **۲۳ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے تین صہیونی فوجیوں کو جو کہ ایک عمارت کی حفاظت پر مامور تھے ہلاک کر دیا، پھر مجاہدین مکان میں داخل ہوئے اور وہاں موجود تمام فوجیوں کو ہلاک کر دیا جبکہ ان کے اسلحے کو غنیمت کر لیا اور گھر میں موجود کئی شہریوں کو رہا کر دیا جنھیں قابض فوج نے بیت لاہیا کے آپریشن میں قید رکھا تھا۔
- **۲۶ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے جبالیا کیمپ کے شمال میں سات صہیونی فوجیوں کے ایک دستے کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۲۷ دسمبر ۲۰۲۴ء:** ایک قسامی مجاہد نے پانچ صہیونی فوجیوں کے ایک یونٹ کے درمیان اپنی فدائی جیکٹ پھاڑ دی۔ جیسے ہی امدادی فوجی دستے جائے وقوعہ پر پہنچے، مجاہدین نے ان پر دستی بموں سے حملہ کیا جس میں دو مزید فوجی ہلاک ہوئے۔
- **۳۰ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین قسام نے جبالیا کیمپ کے شمال میں صہیونی فوج کی نئی قائم کردہ فوجی چوکی میں داخل ہو کر پانچ فوجیوں کو ہلاک اور چوکی کو تباہ کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک صہیونی ٹینک اور ایک فوجی گاڑی کو دستی بموں سے نشانہ بنایا۔

جزیرۃ العرب (یمن)

- **۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** انصار الشریعہ کے مجاہدین نے متحدہ عرب امارات کی فوجی گاڑی کو صوبہ ابین کے علاقے البقیرہ میں بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔
- **۱۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** انصار الشریعہ کے مجاہدین نے صوبہ ابین کے علاقے مودیہ میں متحدہ عرب امارات کی فوجی گاڑی پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں چار فوجی ہلاک اور سات زخمی ہوئے۔
- **۲۱ نومبر ۲۰۲۴ء:** انصار الشریعہ کے مجاہدین نے صوبہ ابین میں واقع متحدہ عرب امارات کے جاسوسی طیاروں کو کنٹرول کرنے والے مرکز پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں کئی اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔ کارروائی کے بعد زخمیوں کو منتقل کرنے والی ایمبولینس کو بھی مجاہدین نے گھات لگا کر نشانہ بنایا۔
- **یکم دسمبر ۲۰۲۴ء:** انصار الشریعہ کے مجاہدین نے صوبہ ابین کے علاقے مودیہ میں متحدہ عرب امارات کے فوجی گاڑی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں گاڑی

مکمل طور پر تباہ ہو گئی جبکہ تین فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں تیسرے بریگیڈ کا کمانڈر محمد عوض مجمم بھی شامل ہے۔

- **۲ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے صوبہ ابین کے علاقے البقیرہ میں متحدہ عرب امارات کے دوسرے بریگیڈ کے مالی مسؤول صالح احمد الجندی کو نائٹ وژن دوربین کی مدد سے نشانہ بنایا۔
- **۱۷ دسمبر ۲۰۲۴ء:** مجاہدین نے صوبہ ابین میں البقیرہ کے مقام پر متحدہ عرب امارات کے فوجی مورچے کو ڈرون حملے میں نشانہ بنایا۔

شرقِ افریقہ (صومال)

- **۳ نومبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے موغادیشو میں واقع بین الاقوامی فوجی بیس 'حلنی' پر حملہ کیا، جو کہ صومالیہ میں سب سے بڑی بین الاقوامی بیس ہے۔ جس کے نتیجے میں ۳ ملازمین اور یوگنڈا کے ۲ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ ایک میزائل امریکی میس کے قریب گرا جس میں متعدد امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا امکان ہے۔ اس کارروائی میں فوجی گاڑیوں اور دیگر سازوسامان کو بھی نقصان پہنچا۔
- **۴ نومبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے موغادیشو شہر کی حدود میں بولو حاجی گاؤں میں صومالی فوج پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۹ فوجی ہلاک ہوئے۔
- **۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے صوبہ بعادوین کے مرکزی شہر کے مضافات میں ایک صومالی فوجی گاڑی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا جس میں ۸ فوجی ہلاک ہوئے۔
- **۶ نومبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے صوبہ جوبا سفلی کیسمایو کے علاقے بیر حانی اور جنائی عبدی کے مضافات میں صومالی فوجیوں کے ساتھ لڑائی میں ۱۳ سے زائد فوجی ہلاک کیا اور مجاہدین کو مختلف قسم کے ہتھیار اور فوجی سازوسامان غنیمت میں ملا۔
- **۶ نومبر ۲۰۲۴ء:** صوبہ جوبا سفلی کے علاقے بیر حانی اور جنائی عبدی میں شباب المجاہدین اور صومالی ملیشیاء کے درمیان لڑائی میں ۴۰ فوجی ہلاک اور ۴۲ زخمی ہوئے۔ مجاہدین کو مختلف قسم کا فوجی سازوسامان غنیمت میں ملا۔
- **۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** صوبہ جوبہ سفلی کے علاقے بیر حانی اور جنائی عبدی میں کسمایو شہر کے جنوب میں شباب المجاہدین اور صومالی فوجی ملیشیاء کے درمیان لڑائی میں ۵۰ فوجی ہلاک اور ۲۷ زخمی ہوئے۔ اور مجاہدین کو اس لڑائی میں کافی تعداد میں ہتھیار اور فوجی سازوسامان غنیمت میں ملا۔

یاد رہے کہ یہ علاقے اب بھی مجاہدین کے قبضے میں ہیں جبکہ آپریشن کی غرض سے آئے ہوئے فوجی شکست کھا کر کسمایو شہر کی طرف فرار ہوئے۔

- **۱۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین کی نشریاتی ویب سائٹ شہادہ ایجنسی کی طرف سے جاری کردہ خبر کے مطابق صومالیہ میں امریکی فوج نے اکیس بیسز صومالی فوج کے حوالے کر دیے۔
- **۲۳ نومبر ۲۰۲۴ء:** کینیا کے شمال مشرقی علاقے ماندیرا میں شباب المجاہدین کی جانب سے کینیا کی فوج پر گھات لگائی گئی جس کے نتیجے میں ۸ فوجی ہلاک اور دس زخمی ہوئے جبکہ ایک دوشکا سے لیس فوجی گاڑی بھی حملے میں تباہ ہوئی۔
- **۲۸ نومبر ۲۰۲۴ء:** موغادیشو میں شباب المجاہدین کی جانب سے انٹیلی جنس ایجنسی کی ایک گاڑی کو نشانہ بنایا گیا جس میں صومالی انٹیلی جنس کے پانچ اہلکار ہلاک جبکہ آٹھ زخمی ہوئے۔
- **۴ دسمبر ۲۰۲۴ء:** موغادیشو کے علاقے افجوی کے جنوب مغرب میں واقع حکومتی ملیشیاء کے فوجی اڈے پر شباب المجاہدین نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک کمانڈر 'کولی' سمیت نو فوجی ہلاک اور ۴ زخمی ہوئے جبکہ ایک فوجی گاڑی تباہ اور مختلف قسم کا اسلحہ اور فوجی سازوسامان مجاہدین کو غنیمت میں حاصل ہوا۔
- **۵ دسمبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے موغادیشو میں ایک فوجی پوسٹ کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا جس میں ۹ فوجی ہلاک جبکہ ۶ زخمی ہو گئے۔
- **۱۵ دسمبر ۲۰۲۴ء:** کینیا کے شمال مشرقی علاقے ماندیرا میں شباب المجاہدین نے کینیا کے فوجی قافلے پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۲۴ فوجی ہلاک و زخمی ہوئے اور ایک گاڑی تباہ ہوئی۔
- **۱۸ دسمبر ۲۰۲۴ء:** کینیا کے شمال مشرقی علاقے واجیر میں شباب المجاہدین نے فوجی قافلے پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۹ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ جبکہ دو بکتر بند اور ایک گاڑی کو تباہ ہوئی۔
- **۲۰ دسمبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے صومالیہ کے صوبہ شبیلی کے علاقے حوادلی میں صومالی فوجی اڈے پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۲۱ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ مجاہدین نے فوجی اڈے کو فتح کر لیا۔
- **۲۲ دسمبر ۲۰۲۴ء:** شباب المجاہدین نے کینیا کے صوبہ واجیر میں فوجی قافلے پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں نو فوجی ہلاک اور تیرہ زخمی ہوئے جبکہ ایک بکتر بند اور ایک فوجی گاڑی تباہ ہوئی۔

مغرب اسلامی

- **۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے صوبہ دیدوغو کے علاقے کنکورال میں برکینا فاسو کی فوج پر چھاپہ مار حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ۱۵ فوجی

ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ایک عدد دوشکا، ۲ آر پی جی، ۲ کلاشنکوف، اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔

- **۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے صوبہ دیدوغو کے علاقے ”کری“ میں برکینافاسو کی فوج پر چھاپہ مار حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ۷ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ۶ کلاشنکوف اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔
- **۱۷ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے صوبہ بیدوغو کے علاقے تمبری میں برکینافاسو کے فوجی قافلے کو پیش قدمی سے روک دیا، حملے کے نتیجے میں ۱۲ فوجی ہلاک ہوئے، جبکہ مجاہدین کو ۲ آر پی جی، ۳ عدد پیکا، ۱۳ کلاشنکوف اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔
- **۲۱ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے ماسینا کے علاقے میں روسی ویگنرز گروپ کے فوجیوں پر گھات لگا کر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ۷ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ایک عدد دوشکا، ۵ عدد کلاشنکوف، ۷۳ میگزین اور ۱۸ اسلحے کے صندوق غنیمت میں حاصل ہوئے۔
- **۲۱ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے ماسینا کے صوبہ موپتی کے علاقے بانکاس اور باندغارا کے مابین روسی ویگنرز گروپ کے فوجیوں پر گھات لگا کر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ۶ فوجی ہلاک ہوئے۔
- **۲۱ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے برکینافاسو کے صوبہ دیدوغو کے علاقے ببی میں برکینافاسو کی فوج پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۱۷ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ۱۵ کلاشنکوف اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔
- **۲۴ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے برکینافاسو کے صوبہ دوری وکایا کے مابین واقع بانی، فورجی اور بیسلا کے گاؤں میں قائم برکینافاسو کی فوج کی تین پوسٹوں پر چڑھائی کی، جس کے نتیجے میں ۳۳ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ۱۰ عدد پیکا، ۳ آر پی جی، ۳۸ کلاشنکوف، ۱۶۰ میگزین اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔
- **۲۵ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے صوبہ ’واہیغویہ‘ کے گاؤں بانغو اور سیسی میں برکینافاسو کی فوجی پوسٹوں پر چڑھائی کی۔ جس کے نتیجے میں ۱۱ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ ۴ آر پی جی، ۵ عدد پیکا، ۱۷ کلاشنکوف، ۱۱۱ اسلحے کے صندوق اور ۲۰۶ میگزین غنیمت میں حاصل ہوئے۔
- **۲۶ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے صوبہ ’فادانغورما‘ کے علاقے ’کری‘ میں برکینافاسو کی فوج پر چھاپہ مار حملہ کیا جس کے نتیجے میں کئی فوجی ہلاک ہوئے جبکہ مجاہدین کو ایک دوشکا، ایک عدد پیکا، ۱۰ کلاشنکوف اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔

- **۲۶ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے مالی کے صوبہ ’سیغو‘ کے بولبانا اور کوراشہر کے درمیانی راستے پر مالی فوج کی گاڑی کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں ۶ فوجی ہلاک اور ۳ زخمی ہوئے۔
- **۳۰ نومبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے صوبہ دیدوغو کے بیکوی اور کرنا کے علاقوں کے مابین برکینافاسو کی فوج کو بارودی سرنگ سے نشانہ بنایا جس میں کئی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔
- **۵ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین کے مجاہدین نے برکینافاسو کی فوج پر یو کے علاقے میں چھاپہ مار حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۱۲ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ایک آر پی جی، ۲ عدد پیکا، ۲۰ عدد کلاشنکوف، ۱۶۱ میگزین اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔
- **۱۲ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین نے ’ماسینا‘ کے جنوبی شہر نامبالا میں روسی ملیشیاء ویگنر پر گھات لگا کر حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں کئی روسی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔ جبکہ مجاہدین نے ۹۴ جی ایل کے گولے، ۴ ہینڈ گرنیڈ، ۹ میگزین اور ۴۵۵ گولیاں غنیمت میں حاصل کرلیں۔

- **۲۳ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین نے صوبہ 'بوبوجولاسو' کے علاقے 'دامبرلا' میں بورکینا فاسو کی فوج پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۷ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ ایک عدد پیکا اور ۷ کلاشنکوف مجاہدین کو غنیمت میں حاصل ہوئیں۔
- **۲۶ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین نے مالی کے صوبہ 'کالیس' کے مرکز 'باماکو' میں مالی فوج کے کانوائے کو گھات لگا کر نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ۱۰ فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ مجاہدین کو ایک دوشکا، ۵ عدد پیکا، ۲ عدد آر پی جی، ۱۷ عدد کلاشنکوف، ۲۹ فوجی سازوسامان کے صندوق غنیمت میں حاصل ہوئے۔
- **۲۶ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین نے صوبہ 'متکدوغو' کے علاقوں 'بتو' اور 'سیوغدوری' کے مابین بورکینا فاسو کی فوج کو گھات لگا کر نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں ۷ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ ۴ کلاشنکوف اور باقی سازوسامان غنیمت میں حاصل ہوا۔

- **۲۸ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین نے نائیجر کے فوجی کانوائے کو موبغا اور مانکالوندی کے درمیان صوبہ تیلابیری میں نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں قافلے کو جانی ومالی نقصان پہنچا۔
- **۲۹ دسمبر ۲۰۲۴ء:** جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین نے بورکینا کی فوج پر صوبہ 'بوبوجولاسو' کے علاقے 'کبا' میں گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۷ فوجی ہلاک جبکہ دو کلاشنکوف مجاہدین کو غنیمت میں حاصل ہوئیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اِک نظر ادھر بھی

۲۰۱۵ء میں تقریباً ۱۷۰ خواتین اور بچوں کو رہا کر کے ترکی منتقل کیا گیا۔ لیکن ۱۰۰ سے زیادہ مردوں کو چین واپس کر دیا گیا، جس کو بین الاقوامی سطح پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ۴۸ ایغوروں میں سے، ۴۳ امیگریشن حراست میں قانونی حدود میں ہیں اور پانچ ۲۰۱۹ء کے فرار کی کوشش سے متعلق جرائم کے لیے جیل کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ ۲۰۱۴ء سے حراست میں لیے گئے پانچ ایغور افراد حراست میں ہی جاں بحق ہو چکے ہیں، جن میں ایک نوزائیدہ اور ایک تین سالہ بچہ بھی شامل ہے۔ تھائی لینڈ اور چین نے حالیہ برسوں میں قریبی تعلقات استوار کیے ہیں اور اس سال سفارتی تعلقات کی ۵۰ویں سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ ایر کن (اس کا اصل نام نہیں)، جس کے والد حراست میں لیے گئے مردوں میں شامل ہیں، کو خدشہ ہے کہ تھائی لینڈ چین سے کسی قسم کی مدد یا خدمت یا کچھ حاصل کرنے کے لیے ایغوروں کو ایک پیادے کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ ترکی میں رہنے والے ایر کن نے تقریباً ۱۲ سال سے اپنے والد کو نہیں دیکھا اور اپنے والدین کی صحت کے لیے فکر مند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حراستی مرکز کے سیلز بھرے ہوئے ہیں، اس کے والد کا مدافعتی نظام کمزور ہے اور انہیں مناسب خوراک نہیں ملتی ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: عزت وافتخار کے حامل اہل غزہ کو مبارک باد

ہم مشرقی افریقہ میں شریعتِ ربّانی کے قیام اور پوری امتِ مسلمہ کی مدد کے لیے لڑ رہے ہیں، اور ہماری نظریں بیت المقدس پر مرکوز ہیں۔ فلسطین صرف اہلِ غزہ کا نہیں بلکہ پوری امت کا مسئلہ ہے، اور ہم اس دن کی تیاری اور انتظار میں ہیں، جس دن اہلِ ایمان کے دلوں کو راحت نصیب ہو گی۔ یہ معرکہ ختم نہیں ہوا، یہ جاری رہے گا، کیونکہ یہودیوں کی عیاری اور کافروں کی چالبازیاں سب کو معلوم ہیں۔ مگر یاد رکھیں! ہم وہ ہیں جو موت کو اسی طرح پسند کرتے ہیں جیسے ہمارے دشمن زندگی کو پسند کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ یوسف: ۲۱)

”اور اللہ اپنے کام پر غالب ہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

”عزت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کے رسول کو، اور ایمان والوں کو، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔“

حرکت الشباب المجاهدين

۲۲ رجب ۱۴۴۶ھ

☆☆☆☆☆

گوگل نے غزہ کی جنگ میں اسرائیلی فوج کی مدد کی

دستاویزات کے مطابق گوگل کے ملازمین نے درخواست کی تھی کہ غزہ میں جنگ کے ابتدائی ہفتوں سے ہی اسرائیلی فوج کو کمپنی کی مصنوعی ذہانت جدید ترین ٹیکنالوجیز تک رسائی کی اجازت دی جائے۔ یہ بات امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ میں بتائی گئی ہے۔ کمپنی نے اس سے قبل باور کرایا تھا کہ اس نے اسرائیلی حکومت کے ساتھ 'کلاؤڈ کمپیوٹنگ کنٹریکٹ' کے خلاف ملازمین کے احتجاج کے بعد اسرائیلی سیکورٹی اداروں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ یہ معاہدہ نیمبوس پروجیکٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گوگل کمپنی نے اس معاہدے پر احتجاج کی پاداش میں گذشتہ برس اپنی کمپنی کے ۵۰ سے زیادہ ملازمین کو فارغ کر دیا تھا۔ کمپنی کے ایک ملازم نے ایک دستاویز میں خبردار کیا کہ اگر گوگل نے اسرائیل کو ان جدید ترین ٹیکنالوجیز تک فوری رسائی نہ دی تو اسرائیلی فوج بدلے میں گوگل کمپنی کی حریف کمپنی 'ایمازون' کے ساتھ معاملات کرے گی جو نیمبوس معاہدے کی رو سے خود بھی اسرائیلی حکومت کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ دستاویزات کے مطابق نومبر ۲۰۲۴ء تک اسرائیلی فوج کی جانب سے مصنوعی ذہانت کی جدید ترین ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے گوگل سے فائدہ اٹھانے کا سلسلہ جاری تھا۔

پاکستان کبھی بھی امریکہ کا ٹیکٹیکل اتحادی نہیں رہا: وائٹ ہاؤس

گزشتہ ماہ وائٹ ہاؤس کے اس وقت کے نیشنل سیکورٹی کمیونی کیشن ایڈوائزر جان کربی نے واشنگٹن میں ایک پریس بریفنگ کے دوران پاکستان کی اپیل کے حوالے سے بائیڈن انتظامیہ کے موقف کی وضاحت کی۔ نیز پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کی نوعیت پر بات کرتے ہوئے کسی باضابطہ دفاعی معاہدے کی موجودگی سے انکار کیا۔ جان کربی نے کہا: ”جیسا کہ آپ جانتے ہیں، پاکستان کبھی بھی امریکہ کا ٹیکٹیکل اتحادی نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے کہ پاکستان کے ساتھ اتحاد کا کوئی معاہدہ نہیں تھا“۔ تجزیہ کاروں کا کہنا تھا کہ وائٹ ہاؤس کا یہ موقف بائیڈن انتظامیہ کی پاکستان کے حوالے سے پالیسی کی عکاسی کرتا ہے۔ پاکستان کو باضابطہ اتحادی کے طور پر دیکھنے میں واشنگٹن کی ہچکچاہٹ پاکستان کے داخلی سیاسی مسائل میں الجھنے سے بچنے کے لیے اس کے وسیع تر نقطہ نظر کی عکاسی کرتی ہے۔ فرنٹ لائن اتحادی ہونے کا راگ الاپنے والا جرنیلی مافیا اس نئی صورتحال جس میں انس کے اتحادی ہونے پر ہی سوال اٹھ گیا ہے، سوائے کڑھنے کے کر بھی کیا سکتا ہے؟

یورپ جانے کے خواہش مند پاکستانیوں کی کھلے سمندر میں اموات

تارکین وطن کے حقوق کی تنظیم واکنگ بارڈرز سے منسلک ہلینا ملینو کا کہنا ہے کہ تارکین وطن کو لے جانے والی اس کشتی کے حوالے سے خدشہ ہے کہ اس میں سوار کل ۸۶ افراد میں کم از کم ۵۰ لوگ ہلاک ہوئے ہیں جن میں سے ۴۴ پاکستانی شہری ہیں۔ ابتدائی اطلاعات کشتی ڈوبنے کے متعلق تھیں لیکن بعد میں جب چند زندہ بچ جانے والے افراد نے تفصیلات باہر پہنچائیں تو معلوم ہوا کہ سمگلر انہیں کشتی میں ایک ایسی جگہ چھوڑ کر چلے گئے جہاں سے دوسری کشتیوں کا گزر نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے بعد دس دنوں تک وہ روزانہ دوسری کشتی سے اس کشتی پر آتے چند لوگوں کو ہتھوڑوں سے مارتے اور سمندر میں پھینک دیتے۔ اس سانحے میں ہلاک ہونے والے پاکستانی افراد کی اکثریت کا تعلق سیالکوٹ، گجرات اور منڈی بہاوالدین سے تھا۔ ایف آئی اے نے ایک اعلامیے میں کہا ہے کہ اس بارے میں بھی تحقیقات کی جا رہی ہیں کہ مختلف ہوائی اڈوں سے روانگی کے وقت ان نوجوانوں کو کیوں نہیں روکا گیا اور کیا اس میں ایف آئی اے کے اہلکاروں کی سہولت کاری بھی شامل تھی؟ اس واقعے میں ہلاک ہونے والے دو کزن عاطف اور سفیان کے رشتہ دار احسن شہزاد کا کہنا تھا کہ سپین پہنچانے کے لیے فی کس ایجنٹ کو ۳۵ لاکھ روپے ادا کیے گئے تھے۔ قیصر بنگالی اس سانحے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”یورپ جانے کی کوشش میں نوجوانوں کے ڈوب کر مرنے کی خبریں تسلسل سے آ رہی ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ ہم نے ایک ایسا سماجی اقتصادی ماحول بنا رکھا ہے جو ناامیدی اور مایوسی کو جنم دے رہا ہے۔ یہ ملک کی حکمران اشرافیہ کے ماتھے پر سیاہ داغ ہے۔“

آئی پی پیز کے ساتھ نئے معاہدے

وزیراعظم شہباز شریف کی زیر صدارت اجلاس میں وفاقی کابینہ نے مزید ۱۵ آئی پی پیز کے ساتھ نئے معاہدوں کی منظوری دے دی۔ واضح رہے کہ اس سے قبل آئی پی پیز کے سابقہ معاہدوں کی وجہ سے بجلی کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ ہوتا رہا جس نے عام صارفین کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ سالہا سال بہت سی آئی پی پیز کو کپیسٹی پیمنٹ (Capacity Payment) کی مد میں بھاری رقوم ادا کی جاتی رہیں جبکہ ان سے بجلی بھی نہیں خریدی گئی۔ یہ سارا

بوجھ عوام کو ہی سہنا پڑا۔ اسلام آباد میں مقیم ماہر توانائی عابد انوار کا کہنا ہے کہ پاکستان میں نوّے کی دہائی میں نجی بجلی گھر قائم کرنے کی سرمایہ کار دوست پالیسی اپنائی گئی۔ اس کا بنیادی مقصد تو ملک میں بجلی کے بحران کا خاتمہ اور اس میں سرکاری کے بجائے نجی شعبے کو آگے لانا تھا۔ لیکن وقت نے ثابت کیا کہ اس پالیسی کا فائدہ چند خاندانوں کو پہنچا اور نقصان ملک بھرنے اٹھایا۔ نجی بجلی گھر قائم کرکے ایسے گروہوں کو زبردست منافع پہنچایا گیا اور بجلی کی خریدار حکومت بن گئی۔ یعنی دوسرے الفاظ میں ہر قسم کے نقصانات کی ذمہ داری حکومت نے اپنے سر لے لی۔ یوں گزشتہ تین دہائیوں میں انتہائی بااثر اور امیر ترین افراد نے نجی بجلی گھر قائم کیے، اور ان معاہدوں کے ذریعے امریکی ڈالروں میں خوب منافع کمایا۔

لاہور: جم خانہ کلب ۷۰ سالہ لیز، ۵۰ پیسے فی کنال

پنجاب اسمبلی کے ایوان میں گذشتہ تین ماہ سے یہ معاملہ اٹھایا جارہا تھا کہ جم خانہ کلب کی انتظامیہ معمولی لیز کی رقم کے عوض قیمتی سرکاری زمین سے اربوں روپے سالانہ کما رہی ہے۔ اس غیر قانونی لیز کو منسوخ کرکے نئے معاہدے کے تحت نیلامی کے ذریعے ٹھیکہ دیا جائے تاکہ مارکیٹ ریٹ کے مطابق خطیر رقم قومی خزانے میں جمع ہوسکے۔ رپورٹ میں حیران کن انکشافات کیے گئے ہیں، جس کے مطابق لاہور جم خانہ کلب کے پاس ایک ہزار ۹۰ کنال سرکاری اراضی ہے، جسے ۵۰ پیسے فی کنال لیز پر دیا گیا اور یہ پیسے ادا بھی نہیں کیے جاتے۔ اس کے علاوہ باغِ جناح میں فلورل کلچر گارڈن کی آٹھ ایکڑ زمین پر بھی بطورِ تجاوزات جم خانہ نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ جم خانہ کلب میں، جو لاہور کے مہنگے ترین علاقے مال روڈ سے ظفر علی روڈ تک پھیلا ہوا ہے، ممبر شپ کی سالانہ فیس کم از کم ۱۰ لاکھ روپے تک وصول کی جاتی ہے۔ یہاں نہ صرف اعلیٰ معیار کے ریسٹورنٹ موجود ہیں بلکہ وسیع و عریض رقبے پر گالف کلب بھی بنا ہوا ہے۔ تحقیقاتی کمیٹی کے حکومتی رکن امجد علی جاوید نے خبر رساں ادارے کو بتایا کہ یہ لیز ۱۹۹۰ء میں منسوخ کر دی گئی تھی لیکن انتظامیہ میں بااثر شخصیات نے غیر قانونی طور پر قبضہ جاری رکھا، جو ابھی تک برقرار ہے۔

’سندھ پولیس سے بچایا جائے‘، چینی سرمایہ کار حفاظت کے لیے عدالت پہنچ گئے

چین سے تعلق رکھنے والے ۶ سرمایہ کاروں نے پیر رحمان محسود ایڈووکیٹ کے توسط سے سندھ ہائیکورٹ میں دائر کی گئی اپنی درخواست میں مؤقف اختیار کیا ہے کہ ایئرپورٹ سے لے کر رہائش گاہ تک ہم سے رشوت طلب کی جاتی ہے، ایئرپورٹ پر بلٹ پروف گاڑیوں کے نام پر گھنٹوں انتظار کرایا جاتا ہے، رشوت دینے پر پولیس حکام اپنی گاڑیوں میں رہائش گاہ پہنچاتے ہیں، رہائش گاہوں پر بھی سکیورٹی کے نام پر محصور کر دیا جاتا ہے اور باہر تالے ڈال دیے جاتے ہیں۔ ہمیں آزادانہ نقل و حرکت کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہم کاروباری میٹنگز بھی نہیں کرسکتے۔ کبھی کبھی خود پولیس اہلکار گاڑیوں پر حملے کرکے شیشے توڑ دیتے ہیں۔ ۳۰ تا ۵۰ ہزار روپے رشوت کے عوض نقل و حرکت کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

جنید رضا زیدی اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”حرام کاری اور حرام خوری کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ چینی باشندے ہائی کورٹ چلے گئے کہ یا تو ہماری سندھ پولیس کی رشوت ستانی سے جان چھڑائیں نہیں تو ہم لاہور شفٹ ہو جاتے ہیں۔“

یہی شکایت جب کراچی کے تاجروں نے آرمی چیف سے کی تھی تو وزیر اعلیٰ اور ضیاء الحسن لنجار صاحب کو بہت شکایت ہوئی تھی اور میئر کراچی نے بھی پریس کانفرنس کردی تھی۔ ایک اور خبر کے مطابق ایک چینی کمپنی، جو سکھر بیراج پر کام کر رہی ہے، وہاں تعینات پراجیکٹ ڈائریکٹر غلام محی الدین کے خلاف نیب میں شکایت لے کر گئی ہے کہ وہ بطور کمیشن برج خلیفہ میں اپارٹمنٹ مانگ رہا ہے۔

سندھ نہروں کا معاملہ، ماحولیاتی نظام کے لیے خطرہ؟

ماہرین کا ماننا ہے کہ حکومت دریائے سندھ سے جو چھ نئی نہریں نکالنا چاہتی ہے وہ نہ صرف سندھ کے لوگوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے بلکہ اس سے زرخیز زمینیں بنجر ہوں گی اور ماحولیاتی نظام پر بھی بہت زیادہ بُرا اثر پڑے گا۔ کارپوریٹ فارمنگ حکومت کی قائم کی گئی سپیشل انویسٹمنٹ فسیلی ٹیشن کونسل کا شروع کیا گیا منصوبہ ہے۔ اس کونسل کا صدر وزیر اعظم جبکہ آرمی چیف اور تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اس کونسل کی ایپکس کمیٹی کے ممبران ہیں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عملی طور پر آرمی چیف ہی اس کونسل کا اصل کرتا دھرتا ہے۔ سیاسی ماہرین دریائے سندھ سے چھ نئی نہریں نکالنے کے منصوبے کو سندھ کے عوام کے حق پر ڈاکہ قرار دیتے ہیں جبکہ ماہرین اسے صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم سے متعلق معاہدوں کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ دریا کے ساتھ آبادیوں اور ماحول کی تباہی کا آغاز گردانتے ہیں۔ جے یو آئی (ف) کے سینیٹر کامران مرتضیٰ نے بھی کہا ہے کہ ۱۹۹۱ء کے پانی کے معاہدے کے تحت پانی کی تقسیم پہلے ہی دباؤ کا شکار ہے اور اس منصوبے کو صرف اس صورت میں جائز قرار دیا جاسکتا ہے اگر اضافی پانی دستیاب ہو، جو کہ درحقیقت دستیاب نہیں ہے۔

بھارت: مسلمان آر ایس ایس کے نظریے کو جھیل رہے ہیں

یہ رائے کہ بھارتی مسلمانوں پر آر ایس ایس مسلط ہے کسی مسلمان کی نہیں بلکہ آر ایس ایس کی تاریخ پر نگاہ رکھنے والے صحافی اور مصنف ’دھریندر کمار جھا‘ کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پچھلے ایک سو سال کے دوران ہندوتوا کی علمبردار اس تنظیم کی بنیادی سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں

آئی، اس کی بنیادی فکر اور نظریے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور اس کے تربیتی کیمپوں میں تربیت حاصل کرنے والا ہر شخص، ایک ہی طرح سے سوچتا ہے، خواہ وہ بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی ہو یا گاندھی کا قاتل ناتھورام گوڈسے۔ آر ایس ایس کا قیام ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء میں عمل میں آیا تھا گو کہ آج ملک پر بھارتیہ جنتا پارٹی کے نام کی جماعت کی حکومت ہے اور آر ایس ایس چاہے تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن حقیقت یہی ہے کہ بھارت پر وہی حکومت کر رہی ہے۔ پچھلے دس سالوں سے جب سے آر ایس ایس اور سنگھ پریوار کی حکومت بھارت میں قائم ہوئی ہے وہ مسلمانوں کو دوسرے درجے کا شہری بنانے کے اپنے دوسرے سر سنگھ چالک (سربراہ)، ایم ایس گولوالکر، کے نظریے کو عملی شکل دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پچھلے دس سالوں میں اس بیانیہ کو مضبوط بنانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمان بھارت کے اصل شہری نہیں بلکہ ''دیگر'' ہیں۔ ان کے بقول گائے کا تحفظ اور لو جہاد کے نام پر ہونے والے پر تشدد واقعات اسی کا حصہ ہیں۔ متنازع شہریت ترمیمی قانون (سی اے اے) بھی اسی کا حصہ ہے، جو بالکل واضح طور پر مسلمانوں کو غیر مسلموں سے الگ کرتا ہے۔ آج ملک میں کسی بھی مسلمان سے بات کر کے دیکھ لیجیے وہ بتائے گا کہ ۲۰۱۴ء کے بعد اسٹیٹ کا کیریکٹر بدل گیا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا، ''آپ ہندو راشٹر کے بارے میں ڈیبیٹ کر سکتے ہیں لیکن مسلمان اس کو جھیل رہے ہیں، وہ ہندو راشٹر کے عتاب کا سامنا کر رہے ہیں۔'' گزشتہ دنوں اندور میں ایک تقریب میں آر ایس ایس سربراہ نے کہا تھا کہ بھارت کو اصل آزادی ۱۹۴۷ء میں نہیں بلکہ اس دن ملی جس دن ایودھیا میں رام مندر کا افتتاح ہوا۔ بھاگوت کے اس بیان پر کانگریس سمیت تقریباً تمام اپوزیشن جماعتوں نے سخت ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ دھریندر جھا کا کہنا تھا کہ کچھ کہنا، کہہ کر مکر جانا اور پھر ضرورت پڑنے پر پلٹ کر اسی کو دہرانا آر ایس ایس کی تاریخ رہی ہے، ''یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آر ایس ایس نے ملک کی آزادی کی تحریک میں حصہ نہیں لیا تھا بلکہ وقتاً فوقتاً اس تحریک کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی تھی۔'' ملک مخالف سرگرمیوں کی وجہ سے آر ایس ایس پر تین مرتبہ پابندیاں لگائی جا چکی ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ پابندی مہاتما گاندھی کے قتل کے بعد ۱۹۴۸ء میں اس وقت کے وزیر داخلہ سردار والا بھائی پٹیل نے لگائی تھی، جسے ہندوتوا کے علمبردار آج اپنا لیڈر ماننے لگے ہیں۔ اٹھارہ ماہ بعد یہ پابندی اس وقت ہٹائی گئی جب آر ایس ایس کے اس وقت کے سربراہ گولوالکر نے حکومت کی شرائط کو تسلیم کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ وہ سیاسی سرگرمیوں سے مکمل طور پر دور رہیں گے۔ آر ایس ایس آج بھی یہی دعویٰ کرتی ہے کہ سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی چند ماہ قبل ہریانہ اور مہاراشٹر کے اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کی کامیابی کا پورا کریڈٹ خود لینے کی کوشش کرتی دکھائی دی تھی۔

بھارت چینی ڈیم کے جواب میں ڈیم بنائے گا

چین نے تبت میں دنیا کے سب سے بڑے ہائیڈرو پاور ڈیم کی تعمیر کی منظوری دے دی ہے۔ یہ چین کا ایسا منصوبہ ہو گا جس سے بھارت اور بنگلہ دیش میں دریا کے نچلی طرف بہاؤ والے علاقے میں رہنے والے لاکھوں افراد متاثر ہو سکتے ہیں۔ یہ ڈیم دریائے یارلونگ زانگبو پر تعمیر کیا جا رہا ہے جو تبت کے بعد بھارتی ریاستوں ارونا چل اور آسام سے ہوتا ہوا بنگلہ دیش کی جانب بہتا ہے۔ بھارت میں اس دریا کا نام برہم پترا ہے۔ یہ اس وقت چین کے سب سے بڑے تھری گورجز ڈیم سے تین گنا زیادہ بجلی پیدا کرے گا۔ بھارت اور بنگلہ دیش نے اس ڈیم کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا ہے۔ خدشہ ہے کہ یہ منصوبہ نہ صرف مقامی ماحولیات بلکہ دریا کی نچلی سطح کی سمت اور بہاؤ کو بھی بدل سکتا ہے۔ ماضی میں بھی اس منصوبے پر بھارت اور بنگلہ دیش میں مختلف تنظیموں کی جانب سے احتجاجی مظاہرے بھی ہوتے رہے ہیں۔ بنگلہ دیش بھی صاف پانی کے لیے اس دریا کے پانی پر انحصار کرتا ہے۔ دوسری جانب اب مقامی احتجاج کے باوجود، بھارت بھی چینی ڈیم کے مقابلے میں دریائے سیانگ پر ایک بڑا ہائیڈرو ڈیم بنا رہا ہے۔ مقامی لوگوں نے خبردار کیا ہے کہ اس ڈیم کی تعمیر سے کم از کم ۲۰ دیہات زیر آب آ جائیں گے، اور تقریباً دو درجن مزید دیہات جزوی طور پر ڈوب جائیں گے، جس سے ہزاروں مکین بے گھر ہوں گے۔ مقامی لوگوں کی شدید مزاحمت کے درمیان، بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی زیر قیادت ریاستی حکومت نے احتجاج کو روکنے کے لیے نیم فوجی دستوں کی تعیناتی کا حکم دیا ہے، تاہم ابھی تک کوئی جھڑپیں نہیں ہوئی ہیں۔ مظاہرین کا اصرار ہے کہ وہ کہیں نہیں جا رہے، حکومت ہمارے گھر، ہمارے سیانگ پر قبضہ کر رہی ہے، اور اسے ایک صنعت میں تبدیل کر رہی ہے، ہم ایسا نہیں ہونے دے سکتے۔ سیانگ انڈی جینس فارمرز فورم (SIFF) کمیونٹی اقدام کے صدر جیبجونگ نے کہا: ''جب تک میں زندہ ہوں اور سانس لے رہا ہوں، ہم حکومت کو یہ ڈیم نہیں بنانے دیں گے۔'' بہرحال بھارت اور چین دونوں ممالک ہی اپنے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے یہ منصوبے آگے بڑھائیں گے لیکن کیا حکومت پاکستان کی جانب سے ان متنازع بھارتی ڈیموں کی تعمیر پر کوئی آواز بلند کی جا رہی ہے جو ڈیم پاکستانی دریاوں کو خشک کر دیں گے؟ چند سال قبل تک ایک دو باضابطہ بیانات خبروں کی زینت بنے لیکن ایسا لگتا ہے اب پاکستان کی جانب سے مکمل سکوت اختیار کرتے ہوئے بھارتی حکومت کو گرین سگنل دے دیا گیا ہے۔

امریکہ میں غیر قانونی تارکینِ وطن کو حراست میں لینے کا بل منظور

امریکہ کے ایوانِ نمائندگان نے غیر قانونی تارکینِ وطن کو حراست میں لینے کے بل کی منظوری دے دی ہے۔ بل ایوان میں منظوری کے لیے پیش کیا گیا تو ۲۶۳ ارکان نے اس کے حق میں جب کہ ۱۵۶ نے مخالفت میں ووٹ دیا۔ بل کی حمایت کرنے والوں میں ۴۶ ارکان کا تعلق ڈیموکریٹک پارٹی سے تھا۔ بل کی منظوری کے بعد اب اسے سینٹ میں پیش کیا جائے گا۔ صدر ٹرمپ میکسیکو سے تارکینِ وطن کی امریکہ آمد روکنے کے لیے سرحد کو سیل کرنے سمیت مستقل قانونی حیثیت کے بغیر مقیم تارکینِ وطن کو بے دخل کرنے سے متعلق کئی ایگزیکٹو آرڈرز پر دستخط کر چکے ہیں جب کہ صدر ٹرمپ پناہ گزینوں کی ری سیٹلمنٹ بھی منسوخ کر چکے ہیں۔ غیر قانونی تارکین وطن کی حراست کے بل پاس کروانے والے یہ حقیقت بھول چکے ہیں کہ وہ خود بھی تو غیر قانونی تارکین وطن کی اولادیں ہی ہیں۔ انکے آباواجداد یورپی آباد کار جب امریکہ پہنچے تھے تو مؤرخین کا اندازہ ہے کہ وہاں ۱۰ ملین سے زیادہ مقامی امریکی آباد تھے۔ انکی زمینیں قبضہ کرکے انکی مسلسل نسل کشی کے نتیجے میں ۱۹۰۰ء تک، ان کی تخمینہ شدہ آبادی تین لاکھ سے کم تھی۔ ان پر جنگیں مسلط کی گئیں، اس سے مقاصد حاصل نہ ہوئے تو بیماریاں پھیلا کر انہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ لنچنگ انہی دنوں متعارف ہوئی جس میں انسانوں کو زندہ آگ میں جلا ڈالا جاتا۔

ٹرمپ اور محمد بن سلمان ایک دوسرے سے کیا چاہتے ہیں؟

ٹرمپ سے جب ایک صحافی کی جانب سے ان کے مستقبل کے غیر ملکی دوروں کے متعلق پوچھا گیا تو ٹرمپ نے پہلا نام برطانیہ کا لیا اور پھر بتایا کہ سعودی عرب نے میری صدارت کے پچھلے دور میں ہم سے خریداری کے لئے ۴۵۰ بلین (چار کھرب پچاس ارب) ڈالرز ادا کئے تھے جس پر میں سعودی عرب کے دورے پر راضی ہوا تھا لیکن اب مہنگائی بڑھ گئی ہے اگر سعودی ۵۰۰ بلین (پانچ کھرب) ڈالرز ادا کرے تو میں سعودی عرب کا دورہ کروں گا۔ حیران کن طور پر سعودی عرب کے ولی عہد نے فوری بیان جاری کرتے ہوئے ۶۰۰ بلین (چھ کھرب) ڈالرز کی سرمایہ کاری کا اعلان کیا۔ ٹرمپ نے جواب میں کہا کہ سعودی ولی عہد ایک شاندار آدمی ہیں، میں ان سے کہوں گا کہ اس رقم کو تقریباً ایک ٹریلین (دس کھرب) ڈالر تک بڑھا دیں۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ ایسا کریں گے کیونکہ ہم ان کے ساتھ اچھے رہے تھے۔ متعدد رپورٹس میں سعودی ولی عہد اور ٹرمپ کے داماد جیرڈ کشنر کے درمیان اچھے تعلقات کا بھی چرچا رہا ہے۔ کشنر کا ٹرمپ کے دورے اور اسرائیل کے ساتھ عرب ملکوں کے معاہدوں میں بڑا کردار رہا ہے۔

سعودی عرب واشنگٹن کے ساتھ پر امن ایٹمی پروگرام اور دفاعی معاہدہ چاہتا ہے۔ پچھلی امریکی انتظامیہ نے دفاعی معاہدے کو سعودی عرب اور اسرائیل کے بیچ تعلقات کی بحالی سے مشروط قرار دیا تھا۔ دفاعی معاہدے کے لیے امریکی کانگریس کی دو تہائی اکثریت درکار ہوگی۔ جبکہ پر امن ایٹمی پروگرام کے معاملے پر بھی امریکہ اور اسرائیل دونوں مخالف ہیں۔ امریکہ کی یہ بھی خواہش ہے کہ سعودی سربراہی میں خلیج تعاون تنظیم کے ذریعے چینی اور روسی اثر ورسوخ کا مقابلہ کیا جائے۔ سعودی عرب نے حالیہ عرصے کے دوران خاص کر توانائی کے شعبے میں چین اور روس سے اچھے تعلقات بنائے ہیں۔

تھائی لینڈ میں زیر حراست ایغور

تھائی لینڈ میں ایک دہائی سے زائد عرصے سے زیر حراست ایغوروں کے رشتہ داروں نے تھائی حکام سے درخواست کی ہے کہ وہ ان ۴۸ مردوں کو واپس چین ڈی پورٹ نہ کریں۔ اس ہفتے اقوام متحدہ کے ماہرین کے ایک پینل نے بھی تھائی لینڈ پر زور دیا کہ وہ ممکنہ منتقلی کو فوری طور پر روک دے، یہ کہتے ہوئے کہ ان افراد کو تشدد یا دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کا حقیقی خطرہ لاحق ہے۔ ان قیدیوں میں سے کچھ نے ۱۰ جنوری کو بھوک ہڑتال شروع کی جب ان سے 'رضاکارانہ واپسی' دستاویزات پر دستخط کرنے کا کہا گیا تھا۔ تھائی حکام نے انکار کیا ہے کہ وہ ایغوروں کو ملک بدر کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں، جبکہ چین کی وزارت خارجہ نے اس پر کوئی تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں چین چھوڑنے والے یوسف نے، جس کے بڑے بھائی عادل کو بنکاک کے ایک امیگریشن حراستی مرکز میں رکھا گیا ہے، کہا کہ ایغوروں کو دنیا بھول چکی ہے۔ چینی حکومت نہیں چاہتی کہ دنیا ان کی کہانیاں سنے۔ چینی حکومت ہمیشہ ایغوروں کے ایک محفوظ ملک میں بڑی تعداد میں جانے اور ساتھ رہنے پر نظر رکھتی ہے۔ وہ اسے خطرہ سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ چینی حکومت انہیں واپس لانا چاہتی ہے۔"

یہ افراد ۲۰۱۳ء کے اواخر اور ۲۰۱۴ء کے اوائل میں چین سے فرار ہونے والے سینکڑوں ایغوروں کے ساتھ فرار ہوئے جنہوں نے انسانی اسمگلروں کی مدد سے جنوب مشرقی ایشیا کا سفر کیا۔ بہت سے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ اگر وہ ملائیشیا تک پہنچ سکتے ہیں تو انہیں ترکی میں دوبارہ آباد کیا جا سکتا ہے۔ تھائی حکام نے مارچ ۲۰۱۴ء میں ملائیشیا کی سرحد کے قریب ۲۲۰ ایغور مردوں، عورتوں اور بچوں کو اس وقت گرفتار کیا جب امدادی ٹیمیں وہاں لاپتہ MH370 طیارے کی تلاش کر رہی تھیں۔ ان پر امیگریشن کی خلاف ورزیوں کا الزام لگایا گیا تھا اور انہیں بنکاک میں ایک سینٹر میں منتقل کیا گیا تھا۔ ہیومن رائٹس واچ کے مطابق، اسی عرصے کے دوران درجنوں دیگر ایغوروں کو تھائی لینڈ میں گرفتار کیا گیا۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۱۲۱ پر)

زمیں پر نور برسانے
مہِ رمضان آیا ہے

مہینوں میں بہت اونچی ہے جس کی شان، آیا ہے
وہ ہر مومن کے لب کو بخشنے مسکان آیا ہے

جو اپنے ساتھ میں لاتا ہے رحمت حق تعالیٰ کی
مبارک ہو مبارک ہو وہی مہمان آیا ہے

خدائے پاک کردیتا ہے روزی میں فراوانی
مسلماں جس پہ ہیں سَو جان سے قربان، آیا ہے

یقیناً حق تعالی فضل سے اپنے نوازے گا
جو دلوائے گا ہم کو گلشنِ رضوان، آیا ہے

برستی ہیں خدا کی رحمتیں سارے زمانے پر
وہ کرنے کے لیے عاصی کو بھی فرحان آیا ہے

جِسے سرکار نے چاہا صحابہ نے جسے رکھا
وہ اپنے ساتھ لے کر سیکڑوں فیضان آیا ہے

خدائے پاک نے اونچا کیا ہے مرتبہ اس کا
بنایا سب مہینوں سے جسے سلطان آیا ہے

معطر اس کے سب دن اور سبھی راتیں منور ہیں
زمیں پر نور برسانے مہِ رمضان آیا ہے

بڑا دلکش نظارہ سحری و افطار کا لے کر
زمانے بھر سے ہے جس کی الگ پہچان آیا ہے

جِسے دیکھو کھِلا ہے اُس کا چہرہ شادمانی سے
کہ رمضاں ساتھ لے کر رحمتِ رحمان آیا ہے

کلامِ حق بیاں کرتا ہے توصیفؔ مہِ رمضاں
نہیں درکار جس کے واسطے تبیان، آیا ہے

توصیفؔ رضا رضوی (بہار انڈیا)

’’اپنی دعوت اور اپنے منہج و نظریات کو غالب کرنے کے لیے طاقتور قوتوں کے سامنے اعلانِ بغاوت کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کی مکمل دعوت، خواہ کافروں کو جتنی بھی بری لگی، ہر حال میں دی جاتی رہی ہے۔ خواہ اس کے لیے اپنی جان، اپنا گھر بار اور اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ پوری کی پوری جماعتیں اسی دعوت و منہج پر شہید کر دی گئیں۔

مردانِ حر کی تاریخ میں اسے شکست نہیں کہتے کہ پوری کی پوری جماعت میدانِ کارزار میں شہید کر دی جائے، یا مقتدر طبقے کی کال کوٹھریوں سے ان کے جنازے نکلیں، یہ تو ان کے منہج و نظریات کی فتح ہوا کرتی ہے۔ شکست تو یہ ہے کہ جماعت کی قیادت اپنی جانیں بچانے کے لیے اپنے کارکنوں کی قربانیوں سے سودے بازی کر کے اپنے منہج و نظریات سے پیچھے ہٹ جائے، وہ دنیا کی چند دن کی زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لیے آخرت کی دائمی، ابدی اور لافانی زندگی سے غافل ہو جائے۔ انقلابات کی تاریخ میں یہ بدترین شکست ہوتی ہے کہ قیادت اپنے بنیادی نظریات سے منحرف ہو جائے، ڈر کر، تھک کر، سست ہو کر یا جیسے بھی، قافلہ حق کا اپنے نعرے اور نظریے پر مر مٹنا ایسی فتح ہوتی ہے جس سے تاریخ کا چہرہ ہمیشہ روشن رہا ہے۔‘‘

حضرت الأمیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ